باسمہ تعالیٰ و بحمدہ

اِنّما المؤمنون اِخوۃ۔ وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

برادرانِ ملت! [illegible] (یہ کتاب) میں ایک دوسرے کی [illegible]

ہاں! اہلِ بزم! ہے کوئی نقادِ سوزِ دل
لایا ہوں دل کے داغ نمایاں کئے ہوئے

چند ناخوشگوار حقائق

متعلقہ

جمعیت علمائے حیدرآباد (دکن)

مرتبہ

مقبول احمد جامعی معتمد عمومی

ناشر

محمد اسمٰعیل علی خان بی۔اے، ایل ایل ایم معتمد نشر و اشاعت
منجانب اسٹیرنگ کمیٹی جمعیت علمائے حیدرآباد (دکن)
اکٹوبر ۱۹۵۳ء

فہرست عناوین

لیکن قبل اس کے کہ مسائل مذکورہ بالا کے متعلق کچھ عرض کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جمعیت علماء کے اغراض و مقاصد، حیدر آباد میں اس کے قیام، اور اس تبدیلی کے اسباب و محرکات پر بھی مختصراً روشنی ڈالی جائے جو ان تمام خرابیوں کی بنیاد اور مفاسد کے اساس بنے ہیں، تاکہ واقعات مابعد کے سمجھنے میں آسانی ہو

جمعیت علماء: جمعیت علماء ۱۹۱۹ء سے ہندوستان کے اندر قائم ہے اس کے اغراض و مقاصد میں اسلام اس کے شعائر اور مسلمانوں کے ماثر و معابد کی حفاظت کے علاوہ اُن کے تمام مذہبی، تمدنی اور تعلیمی حقوق کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ان کی اصلاح و ترقی کے لئے ایسے تمام وسائل و ذرائع کو بروئے کار لانا بھی شامل ہے جو ایک جماعت کے لئے اختیاری ہوسکیں آزادی وطن سے پہلے اس کا ایک اہم مقصد اغیار سے وطن عزیز کو چھڑانا بھی تھا اور اس کا ایک نمایاں مقصد اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انڈین یونین کے مختلف فرقوں کے درمیان میل جول کو بڑھانا اور اسے مضبوط سے مضبوط کرنے کی کوشش بھی ہے

حصول آزادی اور تقسیم ہند کے بعد تمام ہندوستان میں صرف یہی ایک جماعت رہ گئی ہے جو مسلمانوں کی واحد نمائندہ ہونے کا دعویٰ کرسکتی ہے اور ان کے دکھ درد کو دور کرانے کے لئے بقدر وسعت و مقدرت کام کرسکتی ہے۔ بلاشبہ اس خصوص میں ہندوستان بھر کے اندر آج اس کا کوئی حریف و مقابل موجود نہیں ہے۔ آج ہندوستان میں چونکہ کانگریس کی حکومت ہے اور جمعیت علماء کا آزادی وطن کی جدوجہد میں کانگریس سے چولی دامن کا ساتھ رہ چکا ہے اس لئے اس کو خوش قسمتی سے کانگریس اور حکومت دونوں کا تعاون و اعتماد حاصل ہے اور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ

آغاز سخن "اسٹیرنگ کمیٹی" نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۰ اگست ۱۹۵۳ء میں بہ اتفاق آرا ایک قرارداد پاس کی اور اس ضمن میں یہ فیصلہ کیا کہ گذشتہ آٹھ دس ماہ سے ایک جمیعت علماء حیدرآباد جن ناہموار راہوں پر چلتی رہی ہے اور جس قطعاً گمراہ کن، محض نمائشی اور از سرتاپا مہلک طریق کار کو اس نے اپنی زندگی کا نصب العین بنا رکھا ہے نیز اس کی اصلاح حال کے لئے مومنین و مخلصین جمیعت نے ابتک جو کچھ کوششیں کی ہیں۔ ان کا خلاصہ متعلقین و ہمدردان جمیعت کے علم واطلاع کے لئے حتی الامکان اجمال و اختصار کے ساتھ ایک پمفلٹ کی شکل میں پیش کر دیا جائے تاکہ اس سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد انھیں کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کا موقع ملے اور وہ باخبر ہو کر کوئی انقلاب انگیز قدم اٹھانے کے لئے آمادہ ہو سکیں اسی مقصد عزیز کے پیش نظر ہم ذیل میں ترتیب و تناسب کے ساتھ ضروری واقعات و حالات کا خاکہ پیش کرتے ہیں اور اپنے قارئین کو یقین دلاتے ہیں کہ کوئی چیز اس میں ایسی نہیں پیش کی جائے گی جو حق اور صداقت کے صحیح راستہ سے منحرف ہو خدائے تعالیٰ ہمیں توفیق خیر سے سرفراز کرے۔

اور اس کے تحمل کے لئے ملک کے اندر ایک مرد خود آگاہ بھی تیار نہ تھا، ہر زبان دعوی گنگ تھی اور ہر قلم حقیقت رقم ساکت، ہر اسٹیج سونی تھی اور ہر پلیٹ فارم سنسان و ویران، ما اُس الیا محسوس ہوتا تھا کہ یہاں نہ تو کبھی کوئی اقتدار مسلم کا مدعی موجود تھا جو آج کم از کم اس کی عزت و ناموس اور جان و مال کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو کر سامنے آجائے اور نہ اقتدار مسلم کے "مظہر اعلیٰ" کے اندر ہی یہ تاب و تواں تھی کہ وہ ان کے تحفظ و صیانت کے لئے ایک حرف تک زبان سے نکال سکے، جن کی نادانی و بے خبری نے حالات و سیاسیات سے فائدہ اٹھا کر اپنے استقلال و حریت کا قصر رفیع و سربلند تعمیر کرنے میں کوئی جھجک کبھی محسوس نہیں کی۔

ان بیکسانہ حالات اور دردمندانہ صورت واقعات کا مشاہدہ کر کے دارالعلوم دیوبند کے چند خاک نشینوں نے اپنی تمامتر بے بضاعتی اور بے سروسامانی کے باوجود یہ فیصلہ کیا کہ کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے اور حالات کو ان کی اس ناہموار رفتار پر نہ چھوڑ دینا چاہئے۔ یہ فضلائے دیوبند کی ایک علمی و تبلیغی جماعت (جمعیت ابنائے دیوبند) کے چند ارکان تھے جنھیں نہ عملی سیاسیات ملک میں کوئی دخل تھا اور نہ انھیں کسی آستانہ بلند سے کوئی ربط و تعلق حاصل تھا چنانچہ ۱۳/ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو انھوں نے خدا کا نام لے کر حیدرآباد کی اس سرزمین میں جمعیت علماء کا سنگ بنیاد رکھا جہاں چند روز پہلے تک اس کے ارباب فکر و سیاست کی طلسم آرائیوں کی بدولت جمعیت کا نام لینا تک ایک گناہ کبیرہ سے کم جرم نہ سمجھا جا سکتا تھا اور جو ایسی جسارت کر گزرتا اس کا نام فوراً ایک لسٹ میں درج کر لیا جاتا تھا

ان ناچیز بے وسیلہ ارباب جمعیت نے کم و بیش تین سال تک بغیر کسی

یہی وہ اعتماد و تعاون ہے جس کے بل بوتے پر جمعیت علمار کا ہندوستان گیر نظام ایک زندہ حقیقت کی حیثیت سے کارفرما و متحرک نظر آرہا ہے

ایک شبہ کا ازالہ یہاں ایک شبہ کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ اس اعتماد و تعاون کی بنیاد کسی جذبۂ کمزوری، احساس کمتری یا کسی مت مشروط استمداد کے ساتھ ہی پر ہرگز قائم نہیں کی گئی ہے جو کسی مرحلہ پر بھی جمعیت کے اغراض و مقاصد کی تکمیل میں سد راہ بن سکے یا اسے بیباکانہ حق گوئی، احقاق حق اور ابطال باطل کے ناگزیر تقاضوں سے باز رکھ سکے، اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ہمارے اس دعوے کی دلیل محکم ہے۔ جمعیت کے استقلال ذات اور اس کے منفرد وجود کا ثبوت اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے کہ اس نے تقسیم ہند جیسے مسئلہ پر کانگریس کی ہمنوائی اور ہمراہی پسند نہ کی بلکہ علی الاعلان ایک قرارداد کے ذریعہ تقسیم ہند کی شدت سے مخالفت کی اور ان تمام نتائج و عواقب ملہ کی صاف صاف پیشین گوئی کر دی جو بعد میں حرف بحرف پیش آکر رہے اور جن کی جراحتوں سے آج تک ہند و پاکستان کا وجود قومی کراہ رہا ہے۔

حیدرآباد میں جمعیت ۱۷ ستمبر ۱۹۴۸ء کو حیدرآباد میں ایک زلزلہ انگیز سیاسی انقلاب آیا اور اس کی ایک ہی کروٹ نے اس کی بساط وجود سے ان تمام سیاسی اور غیر سیاسی اداروں کو نسیاً منسیا کر کے رکھ دیا جو ۱۷ ستمبر ۱۹۴۸ء تک اسلامیان حیدرآباد کے اقتدار و حریت کا فلک فرسا پرچم بلند کئے ہوئے تھے اور جس کے ادعائی سرگرمیوں میں انہوں نے اعتدال و میانہ روی کی کوئی ادنیٰ ضرورت بھی کبھی محسوس نہ فرمائی تھی، جو صورت حال پیش آئی وہ ہرگز غیر متوقع اور غیر معمولی نہیں کہی جا سکتی پھر بھی بے تدبیری اور غلط اندیشی کا یہ الم انگیز سانحہ ارباب بصیرت کو دعوت فکر دیتا رہتا ہے کہ اس کے مقابلہ

یا اپنے قدیم تخیلات کی بنا پر اس میں شمول کے بجائے کسی دوسری جماعت یا ادارہ کی تشکیل کا سودا سروں میں لئے ہوئے معاشی بورڈ، مسلم کنونشن وغیرہ کے نام سے جا بجا مجلس آرائیاں کرتے پھرتے تھے انھیں بھی محسوس ہونے لگا کہ اب جمعیت کے دامن میں سما جانے کے سوا کوئی دوسری مفید صورت باقی نہیں رہی ہے ایسے حضرات میں جمعیت کے موجودہ طغرائی صدر مکرم سب سے پیش پیش تھے اور آپ نے جمعیتہ کے جلسہ سالانہ کی سعی و جہد میں عملی حصہ لیکر اپنے اس حق شمول کو بڑی حد تک ضروری بنا دیا تھا۔ جمعیت کے دروازے بلا استثنا سب کے لئے کھلے ہوئے تھے اور وہ اپنے ہر ہمدرد کو لبیک کہنے کے لئے ہر آن آمادہ رہتی تھی

<u>ریشہ دوانیوں کا آغاز</u> لیکن ملت کی بدقسمتی کہ بعض لوگوں کو پچھلے دروازہ سے داخل ہونے کی عادت ہوتی ہے اور بجائے صاف دلی اور نیک نیتی کے ساتھ کسی کام میں حصہ لینے کے سازش اور دسیسہ کاریوں سے کام لینے ہی میں زیادہ لطف آتا ہے۔ انھوں نے یہاں بھی ایسا ہی کیا اور جمعیت میں جس کے اندر ابھی تک اختلاف کلمہ اور انتشار خیال کا سایہ تک نہیں پایا جاتا تھا گروہ بندی اور حزب سازی شروع کردی اور ایک خاص منصوبہ کے تحت جس کی وضاحت آئندہ سطور میں کیجائے گی جمعیت پر بلا شرکت غیرے اپنی جماعت کے قابض ہو جانے کے جوڑ توڑ شروع کردیئے۔

<u>جوڑ توڑ کی ابتداء</u> موجودہ صدر جمعیت کی جھجک جلسہ سالانہ جمعیتہ مرکزیہ کے سلسلے میں بڑی حد تک دور ہو چکی تھی آپ کی اس اجتماع کے بعد دفتر جمعیت میں باقاعدہ آمد و رفت شروع ہو گئی ربط و ضبط بڑھنے لگا، ارباب جمعیت نے بغیر کسی ذہنی تحفظ کے انہیں کاروبار جمعیت میں شریک و دخیل بنا لیا جمعیت

اختلاف و انتشار خیالی کے اپنی بے مایہ خدمات کو حکمنہ سرگرمی کے ساتھ جاری رکھا وہ خدمات بڑی بھلی جیسی تھیں ملک ان سے بخوبی واقف ہے ان کے تفصیلات پیش کرنے کی یہاں ضرورت نہیں ہے

یہ زمانہ سخت حیرانی اور پریشانی کا تھا مسلمانوں پر ہر طرف سے آفات و مصائب کا ہجوم تھا۔ اور اس کی حالت ع۔ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم کا مصداق بنی ہوئی تھی۔ مسلمان جسے عموماً سیاسیات کے اس نشیب و فراز سے بے خبر رکھا گیا تھا اس غیر متوقع تبدیلی اور حالات کے اس اچانک اور اس طرح ناخوشگوار اور اذیت بخش شکل میں نمودار ہونے سے سخت مایوسی سے دوچار ہوا اور ایک ایسے احساس کمتری نے اس کے دل میں گھر کر لیا جس کے ازالہ کی ہر کوشش نامرادی و ناکامی سے ہم کنار ہو کر رہ گئی۔

<u>جمعیت مرکزیہ کا سالانہ اجتماع</u> اسی احساس کمتری اور بے کسی و بے چارگی کے مہلک تخیل سے اُسے نجات دلانے کے لئے ضرورت تھی ایک ایسے عظیم الشان اور غیر معمولی مظاہرہ کی جو اسے یاس و حرمان کی گہرائیوں سے باہر لاسکے اور اس کی بیکسی اور بیچارگی کے تصور کو اس کے ذہن و فکر سے ہمیشہ کے لئے مٹا سکے جمعیت حیدرآباد نے اپنی بساط سے کہیں بڑھ کر اس مقصد کے حصول کی خاطر توکلاً علی اللہ یہ طے کیا کہ جمعیت علمائے مرکزیہ ہند کا سالانہ اجلاس حیدرآباد میں منعقد کرلے چنانچہ خدائے عزیز کے فضل و اعانت سے جمعیۃ مرکزیہ کا سالانہ اجلاس اپریل سنہ ۱۹۵۱ء میں حیدرآباد میں منعقد ہوا اور اس سے جن شاندار و خوش آئند نتائج کی توقع کی گئی تھی بحمد اللہ وہ حاصل ہو کر رہے

<u>جمعیت کی مقبولیت</u> اس عظیم الشان اجتماع کا ایک نتیجہ یہ بھی پیدا ہوا کہ ابتک جو لوگ جمعیۃ میں آتے ہوئے ڈرتے تھے یا اُسے قابل اعتنا نہیں سمجھتے تھے

بھی کسی نے محسوس نہیں کی۔

سازش کا عجیب پہلو | ناظرین اوراق کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ تبدیلی صدارت کوئی اہم مسئلہ نہ تھا جس کے واسطے کسی سازش اور منصوبہ سازی کی ضرورت پیش آتی اس لئے کہ صدر جمعیت ہوتے ہوئے بھی اپنی ذاتی ضروریات اور طبعی مصروفیات کے تقاضوں سے مجبور ہو کر خود ہی صدارت سے مجبوراً دامن کش ہونے کے لئے آمادہ تھے اور اس سے سبھی حضرات جو جمعیت سے کوئی دلچسپی رکھتے تھے کم و بیش واقف تھے۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ کسی سازش کی مطلق ضرورت نہ تھی لیکن پھر بھی اس کی ضرورت اس لئے محسوس کی گئی کہ اس کی آئندہ تشکیل کچھ ایسے ڈھنگ پر ہو کہ صدر سابق اور اس کے ہم خیال افراد کے لئے اس کے ڈھانچے میں فٹ ہونے کی گنجائش باقی نہ رہے تاکہ اس کے کاروبار کو من مانے طریقہ پر چلانے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آسکے۔

اصلاح حال کی کوشش | جمعیت کے اس خلل کو دیکھ کر [illegible] مسٹر منور علی نے جو اس وقت تک دفتر جمعیت سے صرف [illegible] کا تعلق رکھتے تھے اور [illegible] رکن کی حیثیت [illegible] جمعیت [illegible] اور انور خاں صاحب [illegible] کیا اور جو صورت [illegible] پیدا ہو گئی تھی اسے [illegible] طرح دور کرنے کی کوشش کی لیکن یہ سعی و جہد بھی نتیجہ کچھ مفید ثابت نہ ہو سکا

کیا ہر عوامی جماعت اپنے کاربرداروں کی فہرست میں اضافہ کو مفید و خوشگوار سمجھتی ہے۔ یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ اگست ۱۹۵۱ء میں صدر جمعیت (مولانا قمر) کو جمعیت مرکزیہ کی مجلس منتظمہ کے اجلاس مراد آباد میں شرکت کے لئے وہاں جانا پڑا، پھر اچانک علالت کے باعث مسلسل دو ڈھائی ماہ تک مستقر سے ان کی غیر حاضری ناگزیر ہو گئی۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ تبدیل صدارت کی مہم نے بال و پر نکالے اور اس مقصد کے حصول کے لئے دوڑ دھوپ اور جابجا مجلس آرائیاں شروع ہو گئیں۔ اس منصوبہ اور سازش میں محمد انور خاں صاحب معتمد عمومی اور عبد السبحان صاحب معتمد منتظم بھی اپنے عہدوں کے تحفظ کی خاطر جس کے بارہ میں انہیں اندیشے پیدا ہو گئے تھے اور بعض شہری رہنما ترغیبات کے تحت شریک ہو گئے۔ جس کے بعض تفصیلات سامنے آئیں گے۔

سازش کی پہلی ناکامی یہ سازش کامیاب ہو جاتی اگر اواخر اکتوبر میں خلاف توقع صدر جمعیت (مولانا قمر) کی واپسی عمل میں نہ آ جاتی لیکن اس ناکامی نے شرکاء سازش کے دلوں میں غم و غصہ کی ایک تیز لہر دوڑا دی اور انہوں نے دفتر جمعیت اور کارکنان جمعیت سے کھلی بے تعلقی اور بائیکاٹ کی روش اختیار کر لی، افتخاری صاحب نے شبانہ روز دفتر جمعیت کی حاضری کے بجائے اب دوسرے دفتروں اور قیام گاہوں میں مجالس مشورت میں حصہ لینا اپنا روزمرہ کا مشغلہ بنا لیا، ان لوگوں کو اپنی سازش میں کامیابی کا اس قدر یقین تھا کہ صدر جمعیت کو اس کی خبر جا پہنچی یا دفتر جمعیت سے یا انفرادی طور پر کسی نے جمعیت کے حالات سے مطلع کرنا ہو بلکہ حسب ان کے ضروری خطوط اور تاروں تک کے جوابات سکوت اختیار کئے رکھا تاکہ دوستی اور ہمدردی کا کوئی جذبہ بھولے سے عود نہ کر آئے! انتہا یہ ہے کہ، دو کلمہ عیادت تک تو لکھنے کی رسمی ضرورت

زمانہ میں عبدالسبحان صاحب کو معتمدی تنظیم سے بوجوہ چند در چند محروم
کر دیا گیا تھا اس لئے سابقہ منصوبہ کاروں کو انہیں بھی اپنا آلۂ کار بنانے
میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔

مسلسل تعطل کی مہم | چنانچہ ایک طرف عبدالسبحان صاحب کے بیانات
صدر جمعیت (مولینا قمر) کے خلاف بعض اخبارات میں آنا شروع
ہوئے اور دوسری طرف معتمد عمومی اتفاقیہ [illegible] دوسرے کارپردازان
جمعیت نے اپنی سابقہ سازش کی ناکامی کا انتقام دفتری کاروبار میں مسلسل
تعطل پیدا کرنے کی صورت میں لینا شروع کیا۔ نہ صرف یہی بلکہ دفتر کا
کام معتمد عمومی کے گھر یا قیام گاہ یوسفیہ کے کمروں میں انجام پاتا اور
عملاً ایک متوازی جمعیت علما کے وجود پذیر ہونے کی صورت پیدا ہو گئی
اس ضمن میں مثال کے طور پر صرف ایک واقعہ کا ذکر کافی ہوگا [illegible] ۱۹۵۲
کو فائرنگ کا حادثہ پیش آیا۔ بعض ذمہ داران حکومت [illegible] کے بیانات اور بعض فرقہ
پرستوں کے رجحانات [illegible] مسلمانوں کو ایک فرقہ [illegible]
لگا یہ ایک نہایت ہی المناک اور تشویش انگیز صورت حالات تھی [illegible]
بعض ارکین عاملہ کے ساتھ اس سے عہدہ برآ ہونے کی ہر ممکن کوشش [illegible] اور یہ
کہ جمعیت کا عام طریق کار ہے کہ وہ پہلے ہر مسئلہ پر مقامی حکام سے توجہ [illegible] اور جب
وہاں سے مایوس ہو جاتی ہے تب مرکزی حکومت کے سامنے اس مسئلہ کو رکھتی ہے۔ اب
بھی اس نے ہوم منسٹر صاحب وغیرہ کے سامنے مسائل کو رکھا اور انہیں مطمئن کر دیا کہ مسلمانوں
کا بحیثیت ایک فرقہ کے اس فساد و فتنے سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن [illegible] قیام گاہ
یوسفیہ نامپلی سے معتمد عمومی صاحب [illegible] ایک خط کے ذریعہ مرکزی حکومت کو [illegible] صدر صاحب کے

اور جو خلیج افتراق ذہنی پیدا ہو گئی تھی اس کا ازالہ نہ ہو سکا۔

مکرر انتخاب صدارت سنہ ۱۹۵۲ء میں مکرر صدارت جمعیت کا انتخاب
عمل میں آیا۔ اس موقع پر چونکہ افتخاری صاحب مایوسی کا احساس
فرما کر میدان چھوڑ کے اپنے مریدوں میں سکون تلاش فرمانے کی غرض
سے کلیانی تشریف لیجا کر اقامت گزیں ہو گئے تھے اس لئے ان کے ہوتے
ہوئے اپنے اس سپہ سالار کے بجائے کسی دوسرے کمانڈر کی طرف نظریں دوڑائی
اور جناب پروفیسر محمد علی صاحب کو سریر صدارت پر متمکن کرنے کی
کوشش کی۔ لیکن حسن اتفاق کہ انتخاب صدارت کے موقع پر مولانا
حفظ الرحمن صاحب معتمد عمومی جمعیت مرکزیہ تشریف لے آئے اور صدارت
کی تبدیلی کی تمام تجاویز و تدابیر جوں کی توں رہ گئیں تاہم مولانا حفظ
حفظ الرحمن صاحب نے تقسیم کار جمعیت کے ضمن میں جہاں نواب سعید جنگ بہادر
کو نیابت صدر اور شعبہ مالیات مولوی ابوالحسن سید علی صاحب کو نیابت
صدر اور شعبہ جات دفتر و امور عامہ حوالہ کئے وہیں ایک وفد عمائد شہر
کے مشورہ سے مولانا افتخاری صاحب کو بھی نیابت صدر اور شعبہ تنظیم
کی ذمہ داریاں تفویض کر دی گئیں اور اس طرح ایک بار پھر مردہ
امیدوں میں جان پڑی اور جو مقاصد ناکامی کا شکار ہو چکے تھے ان کی
کامیابی کے سنہرے خواب دیکھے جانے لگے۔ اس صورت حال کو اس امر
اتفاقی سے مزید تقویت ملی کہ نواب سعید جنگ اپنے علاج کے سلسلہ میں ایک
طویل مدت کے لئے یورپ تشریف لے گئے اور مولوی ابوالحسن سید علی صاحب
کو بھی مسلسل علالتوں اور آپریشنوں کی منزل سے گزرنا پڑا۔ اور چونکہ اسی

کسی ایسے ادارہ میں کہ کسی ادارہ میں بھی شرکت کے نتائج و عواقب سے خوف زدہ تھے اور ایک ایسے تجربے کے بعد جس کی تلخی ابھی تک اُن کے کام و دہن سے زائل نہ ہو سکی تھی کسی مزید تجربہ کے لئے تیار نہ تھے۔

لیکن اس گروہ کی خوش قسمتی اور ملت کی شومئ قسمت سے جمعیت علماء کے خود غرض، بے عمل اور فرائض سے غافل معتمد عمومی صاحب (مسٹر انور خان) اس کی ہمنوائی کے لئے اس واسطے بسہولت آمادہ ہو گئے کہ ان کو ہر وقت اپنے اس عہدہ سے محرومی کا خطرہ لگا ہوا تھا جس سے وہ کسی قیمت پر بھی دست برداری کے لئے آمادہ نہ تھے اس لئے کہ اس اقتصادی بحران اور ذرائع معیشت کے فقدان کے دور میں قیادت کی عظمت اور اس کے زیر سایہ مابہ الاحتیاط قسم کے فتوحات کی برکت سے خود کو محروم کر لینا کسی دانشمند کا کام نہیں ہو سکتا۔ ملا عبد السبحان بالقابہم حصول معتمدی میں ناکام ہے تلخ کام تھے ہی لہٰذا اس مثلث نے صدر جمعیت مولانا قمر کو اپنی راہ کا کانٹا سمجھ کر ان کے خلاف ملا عبد السبحان سرخیل مومنان کے ذریعہ سے (جن کے بارہ میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ان کے ذہن و دماغ میں ملائیت کے جراثیم زیادہ ہیں یا مومنیت کے) پروپیگنڈہ کا سلسلہ شروع کیا اور اس پروپیگنڈہ کی اساس و بنیاد جمعیت علماء کے حسابات کو بنایا گیا جس کی ذمہ داری سبھی جانتے ہیں کہ ہر ادارہ کے معتمد عمومی ہی پر ہوتی ہے اور ہو سکتی ہے اور یہی صورت حال درحقیقت یہاں پر بھی تھی صدر صاحب کے متعلق سے حسابات کو سر مشق الزام و اتہام بنائے جاتے ہیں جہاں ایک طرف معتمد عمومی کی شخصیت جو در اصل اس کی ذمہ دار تھی مگر اس ضمن میں مجرمانہ چشم پوشی رکھی تھی پس منظر میں چلی جاتی تھی۔ وہاں دوسری طرف ناواقف عوام ہی کیا سنجیدہ اصحاب تک بھی ایسے امور سے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ حسابات کا چلتا ہوا فقرہ واقعہ یہ ہے کہ کسی شخص سے عامۃ الناس کو دھوکا دینے میں وہ جادو اثری رکھتا ہے کہ دوسرے تمام الزامات

علم و مشورہ کے ارسال فرما رہے تھے اور بالآخر خود بھی دہلی تشریف لے گئے۔ اور اس کی اطلاع بھی ایک پرچہ کے ذریعہ سے بوقت روانگی اسٹیشن سے صدر صاحب کے پاس بھیجی، جس سے مطلع ہو کر بعض معزز و مخلص اراکین عاملہ نے معتمد صاحب کی اس بے احتیاطی اور بد عنوانی سے ناخوش ہو کر احتجاجاً اپنا استعفا عاملہ کی رکنیت سے پیش کر دیا۔ دہلی پہنچ کر معتمد عمومی صاحب نے نہ صرف یہ کہ مرکزی حکومت کے سامنے بہت سے ایسے واقعات پیش کئے جن کی ذمہ داری لینے کے لئے عاملہ تیار نہ تھی بلکہ وہاں کے اخبارات میں آنے کے نتیجۃً سخت بعض بے محل اور اشتعال انگیز قسم کا پروپیگنڈا بھی فرمایا

المختصر اس بد عملی اور افراتفری جب معراج کمال کو پہنچ گئی تو صدر صاحب اور دونوں محترم نائب صدور اور عاملہ کے معزز ارکان نے اس کا فیصلہ کیا کہ چونکہ یہ سب کچھ جمعیت پر قابض اور متصرف ہونے کے لئے ہو رہا ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ ہم سب مستعفی ہو جائیں اور ان حضرات کو کاروبار جمعیت انجام دینے کا موقع دیں۔ ممکن ہے کہ اس سے کوئی بہتر نتیجہ پیدا ہو سکے اور ذمہ داریوں کا احساس انہیں ان مفسدانہ پروپیگنڈوں سے باز رکھے، مجلس اتحاد المسلمین کا جو گروہ برسوں سے خاموش خانہ نشینی کی زندگی گزار رہا تھا، اور جو حالات کی ان حقیقی تبدیلیوں کے باوجود اپنے ذہن و دماغ میں کوئی تبدیلی پیدا کرنے کے بجائے اپنے سابقہ تخیلات میں اور بھی پختہ ہو گیا ہے اس کے لئے تا دیر سکوت و تعطل کی زندگی گزارنا ممکن نہ تھا وہ اپنا نام لو مردہ بنا بیٹھے ہیں کسی ایسے ادارہ کے قیام کے جتن کر رہا تھا جو کھلم کھلا اتحاد المسلمین کا رنگ روپ نہ اختیار کر سکے۔ لیکن بہ باطن اس کے فکر و عمل کی بنیاد انہیں خطوط و اشکال پر رکھی جائے! اور اس پر موجودہ نظام سے نفرت و انتقام کے مذہبی جذبات کا اضافہ کر دیا جائے۔ لیکن اس باب میں اس کی تمام سعی و جہد اس لئے قطعی بر آب ہے سود ہو کر رہ گئی کہ عامۃ المسلمین بمصداق "مار گزیدہ از ریسمان می ترسد"

عسه یہ استعفیٰ کتابچہ کے آخر میں ضمیمہ کے عنوان سے شائع کیا گیا ہے صفحہ ۱۹۱

مطالبہ مذکورہ بالا خبر میں کیا گیا ہے اس کی اشاعت کے متعلق معتمد عمومی کو بار بار تاکید
کی جاتی رہی تھی لیکن وہ شائع نہیں کئے گئے تاکہ ایسے مطالبات کے لئے وجہ جواز باقی
رہے۔ اور صدر صاحب اور ان کی ہمنوا عاملہ کو ہدف طعن و ملامت بنایا جا سکے
اس خبر میں بعض اراکین عاملہ کا طرز عمل ابھی نہایت معنی خیز ہے، اس لئے کہ انتخاب [illegible]
اور ان کے ہم خیال اراکین عاملہ نے عاملہ کی اس اپیل پر دستخط نہیں کئے تھے

جمعیت مرکزیہ کے آستانہ پہ

اس موقع شناس اور چالاک گروہ نے حسب مقامی
طور پر شخصی ملاقاتوں، اخباروں اور دوسرے
ممکن الحصول ذریعوں سے مقامی حد تک فضا کو سازگار اور حالات کو ہموار کر لیا گیا
تو اس نے مرکزی جمعیت کے جنرل حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب کو اپنا ہمنوا
بنانے کے لئے ضروری اقدامات و انتظامات مختلف ذرائع سے کئے اور جب ایک حد تک
ہمنوائی کا تیقن حاصل ہو گیا تو وسط اگست ۱۹۵۲ء میں ایک وفد نے دہلی کا عزم سفر مصمم کیا
لیکن چونکہ مسٹر انور خاں ایک ناگزیر واسطہ کی حیثیت رکھتے تھے اس لئے انہیں ساتھ
رکھنا ضروری سمجھا گیا۔ چنانچہ وہ باوجودیکہ صدر جمعیت کے ساتھ السندھ کے بعض مسائل
کے سلسلہ میں وہیں کے حل کرنے کے لئے ہوم منسٹر صاحب اور وزیر حکومت مقامی
بھی السندھ میں مقیم تھے) السندھ [illegible] دورہ السندھ کو ادھورا چھوڑ کر وفد کے ساتھ
دہلی جانے کے لئے ل.ہ واپس آ گئے اور اس طرح مرکزی جمعیت دہلی میں ابتدائی
مراحل قریب قریب طے پا گئے

مرکز کا معنی خیز سکوت

اس کا یقین حاصل کرنے کے لئے غالباً یہ بیان کر دینا کافی ہوگا
کرے گا کہ اس صورت حال سے مولینا محمد صدر جمعیت
حیدرآباد نے کئی بار مرکز کو اجمال و تفصیل کے ساتھ مطلع کیا لیکن مرکز نے اس کی

والتہامات اس کے سامنے گرد ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اس مسئلہ کی اصل حقیقت کیا ہے۔ اسے ہم علیٰحدہ عنقریب تفصیل کے ساتھ پبلک کے سامنے پیش کریں گے تاکہ اس فریب مسلسل کا پردہ چاک ہو سکے اور حقیقت بے نقاب و بے حجاب ہو کر سامنے آجائے۔

دوسرا الزام صدر صاحب پر ڈکٹیٹری (آمریت) کا تھا۔ یہ ان کے زعم کے مطابق اس لئے جائز تھا کہ ایک منتظم کو نکالا جا چکا تھا۔ اور دوسرے کو سر آفس نکالے جانے کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ مولانا ابو السبحان کے ایک بیان کی صرف سرخیاں ملاحظہ ہوں جو ہفت روزہ ماڈرن نیوز کی اشاعت مورخہ ۲۷ جون ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا تھا

"مولانا قمر حسین ہزار روپیہ کے حسابات پیش کریں ورنہ صدارت سے مستعفی ہو جائیں"

"مولانا محمد قاسم رضوی کی رائے۔ مولانا سبحان کا مجلس عاملہ سے استعفا"

ایک اور خبر جس سے اندازہ ہو گا کہ ان لوگوں نے جمعیت کو بدنام و معطل کرنے کے لئے کیا کچھ بھی کیا ملاحظہ فرمائیے۔

"جمعیت کے حسابات پیش ہونے تک عوام چندہ نہ دیں"

حیدرآباد ۱۹ جون۔ معلوم ہوا ہے کہ جمعیت علماء کی مجلس عاملہ کے بعض ارکین کی طرف سے رمضان میں مسلمانوں سے چندہ کی اپیل شائع ہوئی ہے۔ گذشتہ سال بھی اس قسم کی اپیل شائع ہوئی تھی۔ جمعیت نے اعلان کیا تھا کہ ۱۵ جولائی کو تمام حسابات (آمد و خرچ) شائع کر دئیے جائیں گے۔ جو آج تک شائع نہیں ہوئے ہیں۔ بعض مخلص اصحاب نے بتایا کہ جمعیت کے مفاد کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ سابقہ حسابات پیش کئے جائیں محض اپیل سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ اور اب جب تک حسابات پیش نہ ہوں عوام چندہ دینے سے احتراز کریں گے (ماڈرن نیوز)

اس بارہ میں صرف اتنا واضح کر دینا کافی ہو گا کہ جس حساب کی اشاعت کا

اب اس گروہ کے لئے دوگونہ "رنج و عذاب" کا سامنا تھا ایک موجودہ صدر صاحب کے استعفیٰ کے بارہ میں اس کی پذیرائی کا یقین حاصل کرنا دوسرے ملا صاحب والے محاذ کو مغلوب و ناکام کرنے کے اسباب مہیا کرنا

کنویسنگ کا جادو

چنانچہ اس کے تمام کل پرزوں نے دونوں محاذوں پر پوری مستعدی اور تن دہی سے کام شروع کر دیا۔ ایک ایک رکن منتظمہ کے گھر پہونچ کر کنویسنگ کی گئی۔ مستعفی ہونے والے صدر صاحب کے متعلق مختلف قسم کے حربے استعمال کئے گئے۔ جیا بات کا حربہ مرور ایام کی بنا پر کند ہو چلا تھا اس لئے جہاں اسے کارگر ہوتے نہ دیکھا، حکومت پرستی کا ایک مارہ و تیر و براق ہتھیار استعمال کر ڈالا، مثلاً یہ کہ "حضرت آپ کو معلوم بھی ہے کہ ۳ر اور ۴ر ستمبر کی فائرنگ میں جو مسلمان گرفتار ہوئے انھیں صدر صاحب جمعیت ہی نے تو حکومت سے سازش کر کے گرفتار کرایا تھا یہ کتنا بڑا الزام وبہتان اور کفران نعمت و احسان تھا اس شخص کے متعلق جس نے عام مسلمانوں ہی کو نہیں خود ان تمام کہنے والوں کو بھی قید و بند کی مصیبت سے نہ جانے کس کس طرح اور کیسی کیسی کوششوں کے بعد محفوظ رکھا تھا۔ اور حکومت سے ان بحرانی حالات کے باوجود اس کا تیقن حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی کہ "وہ مسلمانوں کو بحیثیت مسلمان اس تحریک کا شریک و سہیم نہ سمجھے اور یہ کہ جس گرفتار شدہ مسلمان کے بارہ میں جمعیت اپنی تحقیق و تفتیش حالات کی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے لکھدے کہ وہ بے قصور ہے، اسے رہا کر دیا جائے گا، اور جو ابھی گرفتار نہیں ہوا ہے اسے آئندہ گرفتار نہیں کیا جائے گا" یہ یقین دو ارکان عاملہ کے سامنے ہوم منسٹر صاحب سے تین گھنٹے کی بحث و تمحیص و حقائق و شواہد پیش کرنے کے بعد بمشکل حاصل ہو سکا

طرف کوئی اعتنا نہ کیا۔ جواب صینہ تنگ کی زحمت گوارہ نہ کی۔ اس کا ثبوت اس سے
بھی ملتا ہے کہ ۵ اکتوبر ۱۹۵۲ء کو حیدرآباد کی جمعیۃ کے صدر صاحب استعفا
پیش کرتے ہیں اور اسکا لحاظ ہے۔ یہ استعفا ماننے کے لئے مروجہ طریقہ باقی ہیں۔ لیکن مرکزنے
مستعفی شدہ صدر صاحب سے خود ہو اُٹھا بھی دریافت کرنے کی ضرورت محسوس نہیں
کی کہ آخر ایسا کیوں ہوا؟ اور اس کے حقیقی اسباب و علل کیا ہیں۔

مزید پیش بندیاں یہ سب ایک مقررہ کے ساتھ ہوتا رہا۔ پروپگنڈہ اور
لابیئنگ کی مہم بھی جاری تھی مولانا قمر صدر جمعیت نے
بھی مجلس منتظمہ کے ۵ اکتوبر ۱۹۵۲ء کو منعقد ہونے والے جلسہ کے دعوت نامہ میں
اس کی صراحت کر دی تھی کہ وہ مستعفی ہو رہے ہیں منتظمہ کسی کو صدر منتخب کرنے کے
لئے تیار ہو کر آئے" لیکن پھر بھی غالباً اس گروہ کو اس کا یقین حاصل نہ تھا کہ
منتظمہ استعفیٰ کو منظور کر لے گی۔ اس کے علاوہ عاملہ اور منتظمہ کے ارکین کا ایک
طبقہ ایسا بھی تھا جو جمعیۃ کی ناکامیوں سے تنگ آچکا تھا۔ اور بہر قیمت اس
عہدہ کی تبدیلی کے درپے تھا حتیٰ کہ صدر صاحب اگر اس تبدیلی کو گوارہ نہ کریں
تو خود ان کا بدل جانا بھی اسے گوارا تھا۔ اس طبقہ کو جب موجودہ صدر صاحب کے
استعفیٰ، مجلسی گروہ کے منصوبے اور معتمدین جمعیت کے ساتھ اس کی سازش کا
حال معلوم ہوا تو اس نے اس کی خطرناکی محسوس کر کے ایک متبادل منصوبہ تیار
کیا اور ملا عبدالباسط صاحب کو صدارت پر لانا چاہا۔ یہ ایک بالکل سادہ تجویز
تھی اور نہایت صاف دلی اور نیک نیتی کے ساتھ اس کا اہتمام کیا گیا تھا۔ یہ غالباً
ان لوگوں کے نزدیک ملا صاحب کے ان خدمات کا نہایت مناسب اعتراف تھا
جو معتمد "ریلیف کمیٹی" کی حیثیت سے انہوں نے انجام دی تھیں۔

ایک رسمی فریضہ تھا جو مولانا نے محض تسکین علوب کی خاطر ادا فرمانا ضروری تصور کیا تھا۔

تیسری لطیف اور دلچسپ ترین صورت لوگوں کو مبتلائے مغالطہ کرنے کی یہ بھی تھی کہ عنقریب مستعفی ہونے والے صدر صاحب کے متعلق جہاں کہاں عیوب و نقائص بیان کرنے سے کام چلنا نظر نہ آسکا وہاں ان کی حد سے زیادہ تعریف و توصیف کی گئی۔ خدمات کی بے مثالی کو سراہا گیا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ " وہ کسی طرح استعفیٰ سے باز نہیں آتے اور دوسرے لوگ جو حکومت کے پٹھو کانگریس کے غلام اور نہ جانے کیا کیا ہیں۔ جمعیت کی صدارت پر برائے نام ملا صاحب کو لاکر خود اپنا قبضہ جمانا چاہتے ہیں تاکہ جمعیت بھی کانگریس اور حکومت کا ضمیمہ بن جائے اور کانگریس اور حکومت کے خلاف کبھی کوئی آواز نہ اٹھائی جاسکے۔ کیا آپ کی غیرت ملی اور احساس قومی اسے گوارا کر سکتا ہے؟ ہم فی الحال چار ماہ کے لئے یعنی جدید انتخابات (سہ سالہ) تک عارضی طور سے افتخاری صاحب کو لے آنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد پھر مولانا قمر صاحب ہی کو صدر بنانا ہے۔ ان کے سوا اس عہدہ کے سزاوار واہل ملک میں اور ہے کون؟ ہم انہیں کبھی نہیں چھوڑ سکتے " یہ بات خالی الذہن اراکین منتظمہ کو اس لئے اور بھی قرین قیاس معلوم ہوئی کہ ملا صاحب کو صدارت پر لانے والوں کی اکثریت کسی حیثیت سے بھی اس کی اس خاص ٹولی سے وابستہ بھی نہ ہو سکتی تھی دوسرے لفظوں میں انہیں جمعیت کے پردہ میں اتحاد المسلمین کے رنگ میں رنگے جانے کی تو لگن لگی ہوئی تھی ملا صاحب یا کسی دوسرے کے صدر بننے میں اس کا کیا امکان باقی رہ سکتا تھا۔ بہرحال ناواقف حالات ارکان منتظمہ اس پروپگنڈہ سے متاثر ہوئے اور جو کچھ ان سے کہا گیا تھا اس کو باور کرنے میں انہیں پس و پیش کی کوئی

تھا۔

یا یہ کہ "حضرت ہم نے کوشش کی تھی کہ مولینا آزاد صاحب کو مختلف طبقات شہر کے عمائد سے علٰحدہ علٰحدہ ملاقات کرائیں تاکہ وہ مولینا کے سامنے یہاں کے تمام واقعات و حالات پیش کر سکیں، لیکن صدر صاحب نے حکومت سے سازش کر کے ہماری ساری تدبیروں پر پانی پھیر دیا اور شاہ منزل میں تمام اعیان و عمائد شہر کو ایک ساتھ مولینا سے ملانے کا انتظام کر کے سب کچھ چوپٹ کر ڈالا۔ کیا ایسا شخص جمعیت کی صدارت اور ملت کی قیادت کا مستحق رہ سکتا ہے۔"

حالاں کہ واقعہ یہ ہے کہ صدر جمعیت نے مولینا سے دہلی پروگرام طے کیا تھا۔ لیکن مسٹر عثمان سبحانی، النواب احمد نواز جنگ اور دوسرے چند معززین شہر جو غالباً اس وقت تک جمعیت کی تجویز سے واقف نہ ہو سکے تھے بواسطۂ حکومت دوسری شاہ منزل والی تجویز طے کی اور مولینا نے پہلی تجویز کو بھی اس تجویز میں ضم فرمایا۔ خود مولینا قمر صدر جمعیت تو اس وقت بیدر و عثمان آباد وغیرہ کے دورہ پر گئے ہوئے تھے، یہ جو کچھ ہوا سب ان کے پیچھے ہوا پھر نہ جانے وہ کون سے واقعات تھے جن سے مولانا کو مختلف طبقات کے وفود انفرادی صورت میں مل کر واقف کرانے اور مولانا آزاد اب تک ان سے واقف نہ تھے۔ یا وہ کونسا احساس ملی تھا جس سے مولینا ابتک غافل رہے تھے۔ اور یہ حضرات ان کے اس احساس کو بیدار کرنے کا فرض بجا لاتے۔ درانحالیکہ حالات حیدر آباد سے نہ مولینا آزاد سے زیادہ کوئی واقف اور نہ کسی کو ان سے زیادہ ملک و ملت کی فلاح و بہبود کا احساس جیسا کہ خود مولانا نے بھی اپنی تقریر میں بیان فرمایا تھا۔ ملاقات اور دریافت حالات تو

عظیم قائدین کی آمد کا مقصد معلوم ہوا ہے کہ ریاست حیدرآباد کے مسلمانوں کے بارے میں ملازمت
یہاں کے فرقہ پرستوں کی جانب سے شروع کی جانے والی بڑی سازش ... سے
زمانے سے متعلق ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے دورہ حیدرآباد ... سے ... ریاست
ریاست میں مسلمانوں کے خلاف پھر سے فرقہ پرستوں نے سازشیں شروع کر دی
ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان سازشوں میں ریاست کے بڑے بڑے ... کام کر رہے ہیں۔
سازشوں کو کامیاب بنانے کے لئے اخبارات پلیٹ فارم سیاسی و مذہبی
جماعتوں اور بعض خود ساختہ قائدین کی خدمات حاصل کی جا رہی ہیں۔ تازہ ترین
اطلاعات کے بموجب شہر کے تین اخباروں نے ایک کثیر معاوضہ پر ان سازشوں کو
عملی جامہ پہنانے کے لئے سازشیوں سے ہاتھ ملا لیا ہے۔ پلیٹ فارم سے چند دنوں
بعد مسلمانوں کے خلاف دھواں دھار تقریروں کا آغاز ہونے والا ہے۔ اس کے لئے
(۱۰) جادو بیان مقررین کی خدمات حاصل کی جا چکی ہیں۔ سازش میں اہم رول ادا
کرنے والی ایک سیاسی اور (۵) مذہبی جماعتیں ہوں گی۔ ان جماعتوں نے تقریباً
(۵۰) ذمہ دار قائدین ... رہے ہیں۔ ایک مسلم مذہبی جماعت جس کی ساکھ
کل ہند ... ہے سازش کے قریب پہنچ چکی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سازشی
کسی قیمت پر پولیس ایکشن کے بعد ریاست کے تباہ و تاراج ہو جانے والے مسلمانوں
کی بحالی و باز آبادکاری نہیں ہونے دینا چاہتے۔ ان کا خیال ہے کہ اگر مولانا ابوالکلام
آزاد جمعیتہ علماء حیدرآباد اور مسلم تعمیری کارکن اضلاع پر پنڈت جواہر لال نہرو اور
ابوالکلام آزاد کے منصوبے کے بموجب اضلاع کے دورے شروع کر دیں دہشت کی فضا
ختم کر دی جائے اور مسلمانوں کے ڈر کو نکال دیا جائے تو اضلاع میں مسلمانوں کا مقام پھر اونچا
ہو جائے گا اور اکثریتی طبقہ کے وہ لوگ جو آج لیڈر بنے مسلمانوں کی جائیدادوں

ان ملک کے خادموں نے مجوزہ تبدیلی و سازش سے بچا بھی لیا تھا مگر اس کے دوسرے اجزاء
کا کیا انجام ہوا؟ پنڈت نہرو اور مولانا آزاد اس انکشاف کے بعد دوبارہ کیوں ادھر کیا
آئے؟ پریس اور پلیٹ فارم سے جو کچھ اٹھنے والا تھا وہ معرض التوا میں کیوں آیا؟ حقیقت
امر یہ ہے کہ یہ سب کچھ بھی نہ تھا کام کی بات تو صرف اراکین منتظمہ کو "خروجنہ علیہم" دلانا
دکھانا تک سازش کے تصور سے خوفزدہ کرکے افتخاری صاحب کی صدارت کے لئے
ان سے ووٹ حاصل کرنا تھا چنانچہ یہ مقصد انھیں بسہولت تمام حاصل ہو ہی گیا۔

۵ر اکتوبر ۱۹۵۲ء

مختصر یہ کہ ۵ر اکتوبر کو مجلس منتظمہ جمعیت کا جلسہ مولوی محمد حسن
صاحب ایڈووکیٹ کی صدارت میں منعقد ہوا صدر صاحب کا
استعفیٰ پیش بھی ہوا اور منظور بھی ہو گیا۔ مسلسل کنویسنگ اور ہمارا اقدام کے سنسنی
خیز انکشاف سے متاثر و مسحور دماغوں نے سابق صدر کے استعفیٰ کے ان اسباب
و علل کو زیر بحث لانے کی ضرورت ہی نہ سمجھی جن کا ذکر اس استعفیٰ میں کافی وضاحت
سے کیا گیا تھا حالانکہ عام حالات میں ان اہم امور مندرجہ کو زیر بحث نہ کئے جانے کی
کوئی معنی نہیں ہو سکتے ملا عبد الباسط صاحب کا نام نامی صدارت کے لئے پیش ضرور
کیا گیا۔ لیکن جو ملا ہمارا اقدام کے انکشاف کے مطابق "وہ مسلمانوں کے خلاف ایک بہت بڑی
سازش کا جزو تھا۔ اس لئے اس کی طرف توجہ و التفات کا سوال ہی کیا ہو سکتا تھا۔ یہاں
یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس جلسہ میں سنجیدہ فکر و رائے رکھنے والے کئی اراکین
جو اصل صورت حال سے واقف تھے شریک ہی نہیں ہوئے۔ اور جو شریک ہوئے بھی
وہ مہر بلب خاموش ہی رہے اس لئے اول تو استعفیٰ کا واپس نہ لیا جانا ایک طے شدہ
بات تھا۔ دوسرے کسی بھلے آدمی کے لئے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ اپنے ننگ و ناموس کو خطرہ
میں ڈالے بغیر اس مجلس میں کوئی سنجیدہ بحث و گفتگو کی جا سکے۔ آخر آخر میں تو مجلس عاملہ

یہ ناجائز قابضین ہیں یا اصل غنڈہ گردی قتل و لوٹ کے ذمہ دار ہیں۔ انھیں یا تو جیل کی ہوا کھانی پڑے گی یا پھر رسوا ہونا پڑے گا جمعیتہ علما حیدر آباد جس نے مسلمانوں کی بحالی اور ان کی بیروزگاری کو دور کرنے کے لئے پولیس ایکشن کے بعد جد و جہد کر رہی ہے۔ یہ سازشی عناصر کے ڈھانچہ ہی کو بدل دینا چاہتے ہیں۔ تاکہ غریب مسلمانوں کی بہبودی کا جو منصوبہ روبہ عمل لایا جا رہا ہے۔ اس کے مقصد کو سرے سے بدل دیا جائے۔ بعض تنظیمی امور کی آڑ لے کر جمعیتہ کو نو سرمایہ دار ٹھیکیداروں کی زیر قیادت لایا جا رہا ہے جمعیتہ علماء کی مجلس منتظمہ کے ارکان کے ایک گروہ کو اس سلسلہ میں تیار کر لیا گیا ہے کہ وہ ۵ اکتوبر کو منعقد ہونے والے اجلاس منتظمہ میں موجودہ صدر مولانا حمید الدین قمر سے استعفیٰ کا مطالبہ کرے اور فوری ان کے استعفیٰ کو منظور کر لیا جا کر سازش کو کامیاب بنا سکنے والے عناصر جمعیتہ کے عہدوں پر لائے جائیں۔ جمعیتہ کی تقلیب رانہ وارانہ طور پر سازشی گروہ کے ساتھ ساتھ الوالی حکومت کے بعض اہم مہرے بھی چاہتے ہیں تاکہ ان کی ذمہ داریاں کم ہو سکیں اور موجودہ ریاست کا کام ہلکا ہو سکے۔ اسٹاف رپورٹر ہمارا اقدام اس انکشاف کے موقف میں ہے کہ جمعیتہ علماء کے عہدوں کا بدلا ہوا نقشہ حکومت کا ایک اہم مقام بن گیا ہے۔ یہ ہے کہ مولانا حمید الدین قمر کی جگہ ملا عبید اللہ کو صدر، نواب مقصود جنگ، نواب سعید جنگ اور نواب ناظر یار جنگ کو نائب صدر چنا جائے معتمدین مسٹر مقبول احمد جامعی و مرزا محمود الرشید بیگ اور خزانہ شیخ احمد کے حوالہ کیا جائے گا۔ ان میں سے بعض حضرات پر جو الزامات ڈالے گئے ہیں ان کی تفصیلات متعاقب شائع کی جائیں گی۔"

ملاحظہ فرمایا آپ نے اس دروغ در بے فروغ میں ایک خالی الذہن اور سادہ دل مسلمان کے گھبرا دینے کے لئے کیا کچھ موجود نہیں ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر یہ انکشاف کچھ بھی حقیقت رکھتا تھا تو اس کا ایک جزو "جمعیت علماء کو بھی بدل دیا جائے گا" تو اگر

و نتائج کا تماشا دیکھ کر عالم استعجاب و حیرت میں مستغرق ہو کر رہ گئے اور وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکے کہ اس ناگہانی اور ہنگامی صورت حال سے کس طرح عہدہ برآ ہوں

قیام جمعیت علمائے حیدرآباد

حسن اتفاق سے حیدرآباد اسٹیٹ کے اندر دارالعلوم دیوبند کے فضلاء کی ایک جماعت جمعیت ابنائے دیوبند کے نام سے قائم تھی اس کے عہدہ داران نے تمام صورت حالی پر غور کیا اور اس کے نتیجہ میں جمعیت علمائے ہند کی شاخ حیدرآباد کا قیام ۱۲؍ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو عمل میں آیا۔ حالات کی ناموافقت اور مصائب و آلام کی شدت و کثرت اور قسم قسم کے موانع و رکاوٹوں کے ہجوم و خطرات کے باوصف جن سے قدم قدم پر واسطہ پڑا ایک ناچیز و ناتوان ادارہ نے جو کچھ کیا اس سے آپ حضرات ناواقف نہیں ہیں یہاں ان کے تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا۔ مختصراً اس قدر کہہ دینا آپ کے اطمینان قلب کی خاطر کافی سمجھتا ہوں کہ آپ اپنی اس بے مایہ جماعت کا ہندوستان کے کسی صوبہ کی جمعیت کی خدمات سے موازنہ و مقابلہ کر کے دیکھ لیں بہر جہت آپ اسے فائق پائیں گے اس کا اعتراف بحمداللہ آپ کے مرکز کو بھی ہے اور دوسرے صوبوں کے ارباب کار کو بھی۔

مالیہ اور تنظیم

لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ کسی ایسے کام کی انجام دہی جس کا تعلق پوری اسٹیٹ کے مسلمانوں کے حقوق و مفاد کے تحفظ سے ہو اور جس کو حکومت و اکثریت دونوں کی نگاہ کرم کے مرحلے سے بھی حسن تدبیر کے ساتھ عبور کرنا ہو محض ایک لفظ کن سے سب کچھ کر گزرنا ممکن نہ تھا اس کے واسطے دو چیزوں کی کلیدی اور بنیادی حیثیت ضرورت تھی آدمی اور پیسہ ان دونوں کے بغیر کوئی ٹھوس پروگرام بروئے کار آنا ممکن نہیں اور نہ ان کے بغیر اپنوں پرایوں میں کسی ادارہ کو کما حقہ وقار و اعتبار حاصل ہو سکتا ہے اور خوش بختی کہئے یا

ملک کی کیفیت یہی ہو گئی تھی کیوں کہ معتمد عمومی صاحب بلوت حامل کے ساتھ دو ایک ایسے حضرات کو مدعو فرما لیتے تھے جن کے سامنے کسی کی مجال نہ تھی کہ شوقیانہ انداز بحث و کلام کے سوا کسی علمی یا اور تحت ضبط و آئین انداز میں مسائل و مباحث پر گفتگو کر سکے۔ اس صورت حال کی تفصیل آپ کو مولانا قمر کے استعفیٰ سے معلوم ہو سکے گی۔ استعفیٰ کا مکمل متن اس کی اہمیت کے مدنظر ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

مولانا قمر صاحب کا صدارت جمعیت سے استعفیٰ

۵ر اکتوبر سنہ ۱۹۵۲ء

برادران عزیز المراتب گرامی مناقب، اراکین منتظمہ جمعیت علماء حیدر آباد!

قبل اس کے کہ میں آپ حضرات کے سامنے جمعیت علمائے حیدر آباد کے حال و مستقبل کے بارہ میں مگر اختصار کے ساتھ کچھ عرض کروں اور ان اسباب و عوامل پر روشنی ڈالوں جنھوں نے مجھے آپ کی جماعت کی خدمات سے یکسو ہونے کا فیصلہ کرنے پر مجبور کیا۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ کی جماعت کے ماضی کے بارے میں بھی چند کلمات آپ کے سامنے پیش کروں تاکہ آپ علیٰ وجہ البصیرت اس کے مستقبل کی صورت گری کر سکیں۔

انقلاب سیاسی

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ۱۳ر ستمبر ۱۹۴۸ء نے حیدر آباد کی سیاست میں ایسا انقلاب آیا جو ہر چند کہ اس وقت کے حالات کا ناگزیر منطقی نتیجہ تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دلدوز حقیقت ہے کہ اس انقلاب نے مسلمانان حیدر آباد کی زندگی کے ہر شعبہ کو کچھ اس طرح تہ و بالا کر کے رکھ دیا کہ جس کا جماعۃ المسلمین کو وہم و گمان تک نہ تھا۔ اس لئے کہ حالات کے انقلاب کے اس پہلو کو ان کی نگاہوں کے سامنے آنے ہی نہ دیا گیا تھا اور اس کے بارہ میں غور و فکر کو اس وقت کے ارباب فکر و نظر نے ایک شجر ممنوعہ کی حیثیت دے رکھی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان بالخصوص اضلاع کے مسلمان جو براہ راست اس تبدیلی کے عواقب

ہیں جو اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ حیدرآباد میں میری زندگی کے گذشتہ (۲۵) سال گذشتہ چار سال کو مستثنیٰ کر کے کچھ اس طرح گذرے ہیں کہ سوائے علمی مشاغل کے میں نے عملاً کبھی کسی تحریک میں حصہ نہیں لیا سیاسی و نیم سیاسی تو کجا تعلیمی قسم کی عوامی تحریک سے مجھے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ اور اسی لئے میں ابتدا امر میں یعنی تشکیل جمعیت کے موقع پر بھی اس گرانبار ذمہ داری سے علٰحدہ رہنا چاہتا تھا لیکن چونکہ کوئی دوسرے صاحب اس وقت اس بارگراں کے تحمل کے واسطے آمادہ نہ ہو سکے اس لئے طوعاً و کرہاً مجھے اس کا متحمل ہونا پڑا اس کے بعد گذشتہ سال میں انتخابات کے موقع پر پھر میں نے اس سے کنارہ کشی کا قطعی فیصلہ کر لیا تھا جو میری افتاد طبع کے عین مطابق تھا۔ اور اس لئے میں نے علماً و عملاً کسی ایسی چیز میں کوئی دلچسپی نہ لی جسکا تعلق انتخابات سے تھا پھر بھی بعض احباب و مخلصین نے مجھے دوبارہ مجبور کیا اور مجھے مصالح عالیہ ان کے اصرار کے سامنے ایک بار پھر سر تسلیم خم کر دینا پڑا۔ خیال یہ تھا کہ اب جب کہ مصائب و تباہی کی وہ شدت باقی نہیں ہے اور تعمیری امور کی طرف متوجہ ہونے کا ایک مغتنم موقع حاصل ہوا ہے ہم زیادہ سرگرمی و مستعدی کے ساتھ کام کر سکیں گے۔ لیکن بدقسمتی سے ارباب کار کا جو ڈھانچہ بنا وہ پہلے سے کہیں زیادہ تعطل پذیر و جمود آشنا ثابت ہوا۔ اور جن ارکان و افراد نے انتخاب کے موقع پر غالباً بادل ناخواستہ اسے قبول کر لیا تھا۔ انہوں نے اس پوری مشین کو معطل و مفلوج کر کے رکھ دیا۔ میری اور عاملہ کی ہر کوشش اس خصوص میں ناکام ہو کر رہ گئی۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ سنجیدہ و شائستہ حضرات نے عاملہ کی شرکت تک سے معذوری ظاہر کر دی اور اس صورت حال کا کوئی مفید نتیجہ برآمد ہونے کے بجائے جمعیت چند افراد کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گئی

حالات کی ناسازگاری کے نتیجہ سے تعبیر کیجئے یا ارباب ثروت و تمول کی بے حسی یا کارکنوں
کی قریب قریب صفر کی حد تک کمی کا نتیجہ قرار دیجئے۔ بہرحال اسے آج تک بقدر ضرورت
یہ دونوں چیزیں میسر نہ آسکیں، جمعیت کے کاروبار کا چہار سالہ تجربہ رکھنے والے
ایک خادم کی حیثیت سے میں پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ارباب ثروت
و تمول کو چھوڑ کر اگر جمعیت فقط عوام الناس تک پہنچ سکتی تو اسے مالیہ کی قلت
و انعدام کا شکوہ سنج ہونا پڑتا اور نہ عوامی قوت سے محرومی یا آدمیوں اور کام کرنے
والوں کی کمی کا گلہ گذار۔ لیکن بدقسمتی سے کام کرنے والے جو کچھ بھی تھے ان سے بوجوہ
چند در چند یہ نہ ہوسکا ان فرائض و واجبات اولیہ کی کوتاہی کس کی طرف سے اور
کیوں کر عمل میں آئی۔ اس کے تفصیلات کو اس مرحلہ پر بیان کرنا اس لئے مناسب
نہیں سمجھتا کہ اس سے سوائے تلخی، کشیدگی اور شخصی نقائص و مثالب تک معاملہ
کے طول کھینچنے کے کچھ حاصل نہیں ہے اور ہمارے اس ادارے کی متانت و لطافت کسی
حالت میں بھی اس کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ بہرحال میں آپ کو اس امر اہم سے باخبر
کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مذکورہ بالا دونوں چیزیں کسی جماعت کی ریڑھ کی ہڈی
کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور جب تک آپ ان دونوں چیزوں کے بارے میں اس
مجلس کے اندر کوئی قابل عمل فیصلہ کر کے نہ اٹھیں گے کام کا آگے بڑھنا ناممکن ہو جائے گا
اور اس ادارہ کی جو بری بھلی شکل و صورت نظر آرہی ہے وہ بھی مسخ و معدوم
ہو کر رہ جائے گی۔ لیکن ان دونوں چیزوں سے بھی اقدم و اہم اور وہ کہ جس پر یہ دونوں
چیزیں موقوف ہیں، وہ ہے کہ کارکنانِ ادارہ کے فکر و عمل کا پر خلوص اتحاد و یگانگی
اور مرکز سے بے لاگ ربط و تعلق، اگر یہ نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں

خدمت جمعیت سے معذوری اس مجلس میں بہت سے ایسے حضرات موجود

ہیں جو اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ حیدرآباد میں میری زندگی کے گذشتہ
(۲۵) سال بالخصوص گذشتہ چار سال کو مستثنیٰ کرکے کچھ اس طرح گذرے ہیں کہ سوائے علمی
مشاغل کے میں نے عملاً کبھی کسی تحریک میں حصہ نہیں لیا سیاسی و غیر سیاسی۔ تقسیم کی
ہنگامی تحریک سے مجھے کوئی واسطہ نہیں رہا اور اسی لئے میں ابتداءً امر میں یعنی
تشکیل جمعیت کے موقع پر بھی اس گرانبار ذمہ داری سے علحدہ رہنا چاہتا تھا
لیکن چونکہ کوئی دوسرے صاحب اس وقت اس بارگراں کے تحمل کے واسطے آمادہ
نہ ہوسکے اس لئے طوعاً وکرہاً مجھے اس کا متحمل ہونا پڑا۔ اس کے بعد گذشتہ مئی میں
انتخاب کے موقع پر پھر میں نے اس سے کنارہ کشی کا قطعی فیصلہ کرلیا تھا جو میری
افتاد طبع کے عین مطابق تھا۔ اور اس لئے میں نے علماً وعملاً کسی ایسی چیز میں کوئی
دلچسپی نہ لی جس کا تعلق انتخاب سے تھا پھر بھی بعض احباب و مخلصین نے مجھے دوبارہ
مجبور کیا اور مجھے مصالح عدیدہ ان کے اصرار کے سامنے ایک بار پھر سر تسلیم خم کردینا
پڑا۔ خیال یہ تھا کہ اب جب کہ مصائب و دواہی کی وہ شدت باقی نہیں ہے اور
تعمیری امور کی طرف متوجہ ہونے کا ایک مغتنم موقع حاصل ہوا ہے ہم زیادہ
سرگرمی و مستعدی کے ساتھ کام کرسکیں گے۔ لیکن بدقسمتی سے ارباب کار کا جو
ڈھانچہ بنا وہ پہلے سے کہیں زیادہ تعطل پذیر و جمود آشنا ثابت ہوا۔ اور جن ارکان
و افراد نے انتخاب کے موقع پر غالباً بادل ناخواستہ اسے قبول کرلیا تھا۔ انہوں
نے اس پوری مشین کو معطل و مفلوج کرکے رکھ دیا۔ میری اور عاملہ کی ہر کوشش
اس خصوص میں ناکام ہوکر رہ گئی۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ سمجھدار و شائستہ
حضرات نے عاملہ کی شرکت تک سے معذوری ظاہر کردی اور اس صورت حال
کا کوئی مفید نتیجہ برآمد ہونے کے بجائے جمعیت چند افراد کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گئی

حالات کی ناسازگاری کے نتیجہ سے تعبیر کیجئے یا ارباب ثروت و تمول کی بے حسی یا کاہلی کو
کی قریب قریب صفر کی حد تک کمی کا نتیجہ قرار دیجئے۔ بہرحال اسے آج تک بقدر ضرورت
یہ دونوں چیزیں میسّر نہ آسکیں، جمعیت کے کاروبار کا چہار سالہ تجربہ رکھنے والے
ایک خادم کی حیثیت سے میں پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ارباب ثروت
و تمول کو چھوڑ کر اگر جمعیت فقط عوام الناس تک پہنچ سکتی تو اسے مالیہ کی قلت
و انعدام کا شکوہ سنج ہونا پڑتا اور نہ عوامی قوت سے محرومی یا آدمیوں اور کام کرنے
والوں کی کمی کا گلہ گزار۔ لیکن بدقسمتی سے کام کرنے والے تو کجا مجھے ایسے لوجوہ
چندہ دہندہ بھی نہ ہو سکا ان فرائض و واجبات اولیہ کی کوتاہی کس کی طرف سے اور
کیوں کر عمل میں آئی۔ اس کے تفصیلات کو اس مرحلہ پر بیان کرنا اس لئے مناسب
نہیں سمجھتا کہ اس سے سوائے تلخی، کشیدگی اور شخصی نقائص و مثالب تک معاملہ
کے طول کھینچنے کے کچھ حاصل نہیں ہے اور ہمارے اس ادارے کی متانت و ثقاہت کسی
حالت میں بھی اس کی متحمل نہیں ہو سکتی بہرحال میں آپ کو اس امر اہم سے باخبر
کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مذکورہ بالا دونوں چیزیں کسی جماعت کی ریڑھ کی ہڈی
کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور جب تک آپ ان دونوں چیزوں کے بارے میں اس
مجلس کے اندر کوئی قابل عمل فیصلہ کر کے نہ اٹھیں گے کام کا آگے بڑھنا ناممکن ہو جائے گا
اور اس ادارہ کی جو بری بھلی شکل و صورت نظر آ رہی ہے وہ بھی مسخ و معدوم
ہو کر رہ جائے گی۔ لیکن ان دونوں چیزوں سے بھی اقدم و اہم اور وہ کہ جس پر یہ دونوں
چیزیں موقوف ہیں، وہ ہے کہ کارکنانِ ادارہ کے فکر و عمل کا پُرخلوص اتحاد و یگانگی
اور مرکز سے بے لاگ ربط و تعلق، اگر یہ نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں

خدمت جمعیت سے معذوری | اس مجلس میں بہت سے ایسے حضرات موجود

تجہیز و صلاح کے لئے بنیادی پالیسی کا وضع کرنا محض اس کے اختیارات تمیزی
پر منحصر و موقوف ہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ حالات کی نزاکت پر غور کرے
حال و مستقبل پر نظر ڈالے۔ اور پھر کسی ایسے نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرے
جو بہتر اور مفید تر نتائج کا ضامن ہو۔ تشتت و افتراق کی جو فضا پیدا ہو گئی
ہے۔ اسے دور کرے اور تمام ارباب کار کو ایک مرکز پر جمع کر کے انھیں اس
قابل بنائے کہ وہ جمعیت کے خاص مزاج و حیثیت کو ملحوظ خاطر رکھ کر وحدت
فکر و عمل کیساتھ ایک "یونٹ" کی طرح کام کرنے کے لئے مستعد و آمادہ ہو جائیں
ہماری اس پراگندہ حالی اور آشفتہ حالی کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ اس جماعت کا
جو بنیادی پروگرام ہے۔ وہ گلدستہ طاق نسیاں بن کر رہ گیا ہے۔ اور اس
وقت ہماری حیثیت ایک معطل و ناکارہ عضو سے زیادہ نہیں رہا ہے حالاں کہ
مستقبل ہمیں ہمہ عمل اور سراپا حرکت بننے کی دعوت دے رہا ہے بہر حال

یہ چلنے اور کام کرنے کے لمحے نہاں ہیں، آپ پر سب سے بڑی ذمہ داری عائد ہوتی
ہے خدا اور خلق خدا دونوں کے حقوق کی تکمیل و ادائیگی آپ سے متعلق ہے
خلوص دل اور صفائی نیت کے ساتھ بغیر کسی اختلاف اور شور و شغب کے
اشخاص و افراد کی جذبہ داری سے بالاتر ہو کر اور خالص جماعتی مفادات
کو سامنے رکھ کر اسے پورا کرنے کی کوشش کیجئے ایسا نہ ہو کہ ہماری اس
وقت کی ادنیٰ لغزش اور آپس کی غیر سنجیدہ کشمکش ہمیں رسوا و بدنام کر کے رکھ
دے اور ہم پبلک و حکومت دونوں کی نگاہوں میں ایک مضحکہ بن کر رہ جائیں
اور خدا کی مشیت جو بلاشبہ اب تک آپ کے ساتھ رہی ہے وہ بھی آپ کے
واسطے محرومی و نامرادی ہی مقدر نہ کر دے۔ اعاذنا اللہ منہ

ادھر حالت یہ تھی اور دوسری طرف تمام وہ طاقتیں بیدار و کمربستہ ہوگئیں جنھیں کسی ایسے ادارہ کا وجود گوارہ نہیں ہے جو ان کی من مانیوں میں سنگ راہ اور خار پا ثابت ہو چنانچہ وہ آپ کے اس داخلی انتشار سے ہر ممکن فائدہ اٹھانے کے لیے سرگرم عمل ہیں۔

میں نے اس صورت حال کو سدھارنے اور سنبھالنے کے لیے جو سعی و جہد ممکن تھی کی اور ان تمام ناخوشگوار حالات کا تحمل کیا جو بے شعوری و کم نظری کا نتیجہ تھے، اور یہ صرف اس لیے کہ اختلاف کلمہ اور انتشار قوت اغیار و اجانب کے لیے سامان مسرت نہ بن سکے۔ لیکن چونکہ یہ سب کچھ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اثر ہو رہا تھا۔ اس لیے اصلاح حال کی ہر سعی و توقع بے سود ثابت ہوئی

آپ جانتے ہیں کہ جمعیت کی پوزیشن تقسیم ملک کے اندر ریگزار و مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ عام حالات میں ہے۔ لیکن ان خاص حالات میں اس کی نوعیت و حیثیت کیا ہو سکتی ہے۔ اس کا اندازہ آپ خود فرما سکتے ہیں ؎

بر کفے جام شریعت در کفے سندان عشق

ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

المختصر اس ناسازگار اور ناموافق ماحول میں میں دلی خلوص و خلق کے ساتھ اپنے بے مایہ خدمات کے جاری رکھنے سے اپنے کو قطعی معذور پاتا ہوں اور آپ کو اس کا موقع دیتا ہوں کہ جمعیت کی اصلاح کیلئے جو مناسب راہ عمل اختیار کرنا چاہیں کریں۔ تاکہ تعطل و جمود دور ہو کر حرکت و عمل کی صورت پیدا ہو جائے

مستقبل کا خاکہ مجلس منتظمہ جمعیت کی ہیئت حاکمہ ہے۔ اور اس کی

کیا گیا تھا۔ شیخ احمد صاحب خازن بھی مستعفی ہوئے تھے لیکن مصلحت وقت دیکھ کر
ان کا استعفیٰ واپس کر دیا گیا۔ البتہ جب دوسرے نائب صدر مولوی ابوالحسن
سید علی صاحب نے بھی ایک دو دن بعد اپنا استعفیٰ بھیجا اور پریس کے ذریعہ
اس استعفیٰ کی وضاحت میں اس نئی پارٹی سے اپنا عدم تعاون کے اسباب
پر مختصر سی روشنی ڈالنے کی گستاخانہ جرأت کی تو بعض مدبر و پرجوش اراکین
نے اس پر سخت برہمی و غیظ و غضب کا اظہار فرمایا اور ان سے سخت بازپرس کا پروگرام
بنایا گیا۔ لیکن پھر یہ دیکھ کر کہ ابھی نیا نیا معاملہ ہے، معمولی سی سرزنش کر کے
ان کو چھوڑ دیا گیا۔

اس جلسہ میں انتخاب صدارت کے سوا کوئی مسئلہ بھی زیر بحث نہیں لایا
گیا حالانکہ ایجنڈے میں دوسرے کئی مسائل کے علاوہ ان بارہ ترمیموں کے لائحہ عمل
پر بحث کرنا بھی شامل تھا جو نظام جمعیت کو متحرک و کارفرما بنانے اور تقسیم کار کے
اصول کو اپنا کر کام میں سہولت پیدا کرنے کی خاطر سنہ ۱۹۵۲ء کے انتخاب کے بعد قلم بند کئے گئے
تھے۔ لیکن معتمدین جمعیت خصوصاً جناب معتمد عمومی صاحب کی علالت شعاریوں، سہل انگاریوں اور
سازشی تیاریوں نیز صدارت کی مجلس آرائیوں سے فرصت نہ پا سکنے کے باعث دوسرے
تمام کاروبار جمعیت کی طرح گلدستۂ طاق تغافل بنے ہوئے تھے۔ مگر اس ایجنڈے کا
ایک اہم اور بہت ضروری جزو یعنی چہار سالہ رسوائے زمانہ اور بدنام عالم حسابات
کی توثیق بھی تھی۔ جس کو مجلس عاملہ نے اجلاس منعقدہ ۸ جون سنہ ۱۹۵۲ء میں منظور کر چکی
تھی اور بالآخر جن کی توثیق ۱۲ جنوری سنہ ۱۹۵۳ء کے اجلاس منتظمہ میں انتخاب صاحب
کی صدارت کے دوران ہی میں کی گئی۔ جو ایک حیرت انگیز حادثہ سے کم نہیں۔ جمعیت کا سالانہ
بجٹ بھی جسے عاملہ منظور کر چکی تھی محتاج توثیق منتظمہ تھا۔ وہ حسب معلوم انتخاب کی سرنود

سخت ناسپاسی ہوگی اگر آخر میں آپ سب حضرات کا اور خصوصیت کے ساتھ اپنے ان رفقائے کار کا دلی شکریہ ادا کروں جنہوں نے مجھ ایسے گوشہ گیر قسم کے انسان کو اس کا موقع دیا کہ اپنی تمام تر کوتاہیوں اور بے مائیگیوں کے باوجود کچھ نہ کچھ کر سکا۔ اسمیں میرے خلوص نیت اور جذبۂ خدمت کو یقیناً کتنا دخل تھا۔ اس کا عالم خدائے علیم و بصیر ہے۔ آپ سے کسی تحسین و ستائش کے بجائے میں صرف اپنی کوتاہیوں کی معذرت چاہتا ہوں اور دعائے خیر کا طالب ہوں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

احقر

حمید الدین قمر فاروقی۔

نوٹ۔ چوں کہ اس کے بعد آپ کو خود مجھ سے مسئلہ پر گفتگو کرنا ہے اس لئے میں مناسب نہیں سمجھتا کہ یہاں موجود رہ کر آپ کے بے تکلفانہ اظہار رائے اور حریت بحث و نظر کو متاثر کروں جلسہ کی صدارت . صاحب فرمائیں تو مناسب ہے "

بہر کیف اس مجلسی گروپ کی مہینوں کی محنت ۔ داد و دہش ٹھکانے لگی افتخاری صاحب صدر منتخب ہو گئے۔ اور اس طرح تاریخ جمعیت میں ایک سے اور عبرت انگیز باب کا اضافہ ہوا نواب سعید جنگ بہادر نائب صدر نے رات ہی کو جلسہ علما میں جمعیت کی معمولی رکنیت تک سے استعفیٰ پیش فرما دیا تھا جو پیشین بھی ہوا! اور بغیر چوں و چرا کے اسے منظور کر کے ان کی جگہ مسٹر سید محمد احسن ایڈوکیٹ نائب صدر چن لئے گئے۔ نواب سعید جنگ بہادر کے استعفیٰ کے سلسلہ میں چوں و چرا کا کوئی محل ہی اس لئے باقی نہ رہا کہ "ہمارا اقدام" کے انکشافات کے مطابق وہ بھی اس سازش کا ایک رکن تھے۔ جس کا انکشاف

چاہتا ہوں نائب صدر کے عہدہ اور عاملہ کی رکنیت قبول کرنے سے اپنے کو معذور پاتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ بغیر کسی انقباض خاطر کے منظور اور آپ میری معذوری کو پذیرا فرمائیں گے۔

البتہ اگر کبھی آپ میرے ناچیز مشورہ کی ضرورت محسوس فرمائیں تو اس کے خلوص اور خوش دلی کے ساتھ پیش کرنے میں مجھے کبھی کوئی دریغ نہ ہوگا اور میری دعائیں ہمیشہ جمعیت کے فروغ و فلاح اور بہبود کے لئے اس کے ساتھ رہیں گی۔ والسلام فقط۔

احقر

حمید الدین قمر فاروقی۔

پھر دلی کی طرف

انتخابی مہم کی اس کامیابی کے بعد فوراً افتخاری صاحب معتمد، سید محمد احسن صاحب نائب صدر اور مسٹر انور جان صاحب معتمد عمومی کا وفد مسند توثیق صدارت حاصل کرنے اور منصوبہ کو آگے بڑھانے اور کچھ قاضی الحاجات (روپیہ) قرض لینے کی غرض سے دلی روانہ ہوا۔ ان کے تعاقب میں مرزا محمود الراشد بیگ صاحب سابق معتمد مالیہ جمعیت بھی دلی پہنچے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وفد مذکور کو مرکز کی طرف سے بڑی پرجوش دلی کے ساتھ خوش آمدید، وصفا آورد یدہ کہا گیا، اور مرزا صاحب کی تسلی خاطر کے لئے ان کے سوا کچھ کہنے اور کرنے سے معذوری ظاہر کی کہ آئندہ انتخابات کے وقت دیکھا جائے گا، فی الحال ہم ایک ایسا نمائندہ بورڈ انتخابات کی نگرانی کے لئے مقرر کئے دیتے ہیں جس کے ہوتے ہوئے کسی بدعنوانی کا اندیشہ نہیں کیا جا سکتا، بورڈ اس میں شک نہیں کہ قطعاً نمائندہ حیثیت کا حامل تھا۔ لیکن اس کی اس حیثیت نے اس کے وجود کو ایک کاغذی تجویز سے آگے نہ بڑھنے دیا اور نتیجۃً وہ جمعیت کے رجسٹر دن

کے ہجوم میں گم ہو کر رہ گیا اور پھر کبھی اس کی منظوری ضروری نہ سمجھی گئی اور بغیر اس کی پابندیوں ہی کے کام چلانا مصلحت سمجھا گیا البتہ ایک قابل ذکر حادثہ یہ اور پیش آیا کہ ارکین منتظمہ بالخصوص ارکین اضلاع کے اصرار پر جو حقائق اور حالات سے متعلق واقف نہ تھے اور جو ابتک اسی طرح ناواقف ہیں اور جن پر پیش آمدہ غیر متوقع صورت حالات سے اس وقت علی العموم ایک حیرت و استعجاب اور سراسیمگی کا عالم طاری تھا مولینا قمر صاحب کو بھی نائب صدر منتخب کر لیا گیا۔ اور اگرچہ انہوں نے اسے منظور اس وقت بھی نہیں کیا تھا۔ اور بعد میں مفصلہ ذیل تحریری استعفیٰ بھی پیش کر دیا تھا، جو آج تک منظور ہونے کے مرحلے سے نہیں گذر سکا ہے۔ حالانکہ اخبارات کے صفحات پر مولانا موصوف کا غداری و ملت فروشی کے جرم میں جمعیت سے اخراج تک عمل میں آچکا ہے

مولانا قمر صاحب کا نائب صدارت سے استعفیٰ | ۷ر اکتوبر ۱۹۵۲ء

سلام رحمت اکرم، محترم (صدر جمعیت علماء حیدرآباد)

مجلس منتظمہ جمعیت علمائے حیدرآباد نے اپنے جلسہ منعقدہ ۵ر اکتوبر ۱۹۵۲ء میں جس جذبۂ محبت و عقیدت کے ساتھ مجھے نائب صدر منتخب کیا ہے اس کے واسطے میں اس کا دلی سپاس گذار ہوں۔ لیکن جیسا کہ آپ تو بھی محسوس فرما سکتے ہیں۔ میرے لئے اس ناموافق ماحول اور ناسازگار فضا میں جس کے باعث میں کوئی تعمیری پروگرام پیش کرنے کا اہل نہ ہو سکا اور بالآخر مجھے مستعفی ہونا پڑا کسی عہدہ کے ساتھ رہنا نہ صرف میرے لئے بلکہ جماعت کے لئے بھی مختلف النوع دشواریوں کا سبب ہوگا

اسلئے اور بھی کہ میں اب پھر اپنے طبعی مشاغل علمی کی طرف متوجہ ہو جانا

مقصد تنظیم جس کے نام سے بدنام کیا گیا تھا، جوں کہ ابھی دور کی بات بلکہ واہیات
و خرافات کے قبیل کی چیز تھی اس لئے اس کا کوئی عملی مظاہرہ اور حقیقی اقدام ضروری
نہ سمجھا گیا۔ بجز ہزار در ہزار ادعا اس طرح کر لیے گئے۔

اس سفر دہلی کے ضمن میں ایک دلچسپ اور شایان ذکر و بیان لطیفہ یہ ہے کہ
گو ظاہر دارانہ طور پر مولینا قمر صاحب کی دلجوئیوں اور اسی قسم کے طفل تسلیوں کا
سلسلہ جاری تھا۔ کہ صدر در حقیقت اب بھی آپ ہی ہیں اور چار ماہ بعد تو پھر
آپ ہی کو اس بار گراں کا متحمل ہونا ہے۔ کسی اور میں یہ صلاحیت اور اہلیت کہاں
لیکن دل میں منشا یہ تھا کہ کسی طرح یہ سنگ گراں راہ سے دور ہو اور اس خوفناک وجود
سے چھٹکارا ملے چنانچہ جب صدر اور نائب صدر دونوں دہلی جانے لگے تو کمیٹی منتظمہ
حبیب حسین بالفقیہ صاحب کو یہ تحریری پروانہ دیا گیا کہ ہماری واپسی تک
آپ بحیثیت صدر کے کام کریں گے۔ حالاں کہ مولینا قمر صاحب کا نائب صدر کا
استعفیٰ ابھی ہنوز منظور نہیں ہوا تھا۔ اور وہ دفتر جمعیتہ ہی کی عمارت میں فروکش
تھے اور قاعدہ کے مطابق صدر کی غیر حاضری میں نائب صدر کو نیابت اور
قائم مقامی خود بخود حاصل ہو جاتی ہے لیکن یہ در اصل مظاہرہ تھا۔ اس نامعلوم
خوف زدگی کا جو مولینا قمر کی جانب سے ان لوگوں کے ذہنوں اور دماغوں پر مسلط
تھی۔ یہ واقعہ ہر چند کہ بصیغۂ راز وقوع میں آیا تھا لیکن وہ جو کہا گیا ہے ع

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

ایک تجرباتی حقیقت ہے محض شاعرانہ گپ نہیں

اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ دہلی سے وفد کی واپسی کے بعد پیش آیا۔
سید محمد احسن صاحب نائب صدر نے مولینا قمر صاحب کو اس پر مجبور کیا کہ وہ نائب صدارت

اور فائلوں کے انبار میں فنا ہو کر رہ گیا۔ اس کے ارکان کو اس کی رکنیت کی
اطلاع دئے جانے کے بعد سے آج تک جب کہ نام نہاد انتخابات کا مسئلہ بھی قصۂ
پارینہ بن چکا ہے۔ اس بارے میں ایک حرف بھی سننے یا پڑھنے میں نہیں آیا
اس بورڈ کے ارکان حسب ذیل تھے (جن میں سے مرزا محمود الراشد بیگ صاحب
کو ان کے تعاقب کی پاداش میں صدر صاحب نے واپسی کے بعد ہی عاملہ کا جلسہ
منعقد کر کے خارج فرما دیا تھا۔ اس کا انتقام مرزا صاحب نے اس طرح لیا کہ ایک مستقل
جماعت ہی "جماعت المسلمین" کے نام سے بنا ڈالی) مرزا محمود الراشد بیگ صاحب۔
افتخاری صاحب۔ محمد انور خاں صاحب ابوالحسن سید علی صاحب۔ مولوی
تاج الدین صاحب۔ نواب سعید جنگ بہادر۔ غوث میر صاحب۔ مقبول احمد صاحب
مولانا قمر۔ شیخ احمد صاحب۔ عبد السبحان صاحب۔ ملا عبد الباسط صاحب۔
ابو یوسف صاحب۔ عبد القادر جیلانی صاحب۔ مولوی مظہر الدین صاحب
مولوی احسان احمد صاحب نواب مقصود جنگ بہادر۔ مولوی سیٹھ محمد
ایوب صاحب۔ مولوی حسام الدین صاحب مولوی محمد عسکری جعفری صاحب
نور محمد شطاری صاحب کے (داعی) مرکز سے وعدہ تو ۲۱ جنوری ۱۹۵۳ء تک ادا کر دئے جانے
کے وعدہ پر تین ہزار سکہ عثمانیہ (۳۵۰۰ حالی) بھی تنظیم جمعیت کے نام سے قرض عطا
کیا۔ جس کے متعلق طرح طرح کی افواہیں سنی گئیں اور مختلف قسم کی چہ میگوئیاں کی
گئیں، لیکن چونکہ ہمیں اس کے بارے میں کوئی تحقیق اور یقین حاصل تھا اور نہ
ہم نے تجسس جائز رکھا۔ اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ اصل حقیقت حال کیا ہے بہر حال
جمعیت کے خزانہ میں یہ روپیہ آیا ضرور لیکن دو ہی ماہ کے اندر سرمایہ داران
جمعیت نے اسے مسلک جمعیت و تنظیم کے خلاف سمجھ کر مصارف نیک کے حوالہ کر دیا

کی حویدیں تصویر انہیں دکھا کر ان کے اخراج کے لئے فضا سازگار بنانے کی مہم سرگرمیاں ان سے متعلق کیا گیا ہے جب ان کا پردہ چاک ہوگا تب بھی انہیں جادۂ ہم مسلکی پر قائم و مستقیم رکھا جا سکے گا یا نہیں ا

بہرحال حضرت نوری شاہ صاحب ۸ بجے صبح سے رات کے دس دس بارہ بارہ بجے تک دفتر جمعیت میں موجود رہنے لگے اور کاروبار جمعیت بحمدﷲ نہایت سیری اور ہمواری سے انجام پانے لگے۔ سب سے پہلے صدر ذیل آفس آرڈر کے ذریعہ سے معتمد عمومی کے اختیارات و اقتدارات کے سلب کئے جانے کا کار خیر انجام پذیر ہوا۔ اور عملاً ان کو دفتر جمعیت سے بڑی حد تک بے دخل کر کے ان کے محبوب و قدیم مشغلے پیروی مقدمات کے سلسلہ میں دفاتر کی خاک چھاننے کے لئے آزاد چھوڑ دیا گیا۔ اور نظم و نسق کی تمام ذمہ داریاں آفس سکریٹری صاحب نے سنبھال لیں رہے ملا عبدالسبحان! تو ان بے چارہ کی حقیقت ہی کیا تھی جو کوئی دم مار سکیں ان دنوں ان کی یتیمی کس بیرسی اور بیچارگی، واقعہ یہ ہے کہ اہل نظر کے لئے تماشائے عبرت بنی ہوئی تھی۔ میں نے معتمد نشر و اشاعت مولوی ابو یوسف صاحب کے متعلق کچھ کہا اس لئے ضروری ہوا ہے کہ ان کی معتمدی تو دراصل ان کی راتب بندی کی دوکان تھی۔ انہوں نے ایک نفس شناس ماں کی طرح صرف عہدہ کے نام کو اپنے لئے ہمیشہ کافی سمجھا۔ دفتر کی پابندی، عہدہ کی ذمہ داری جناب جیسوں کی سنجیدہ کاری سے انہیں کوئی مطلب نہ تھا ان کے لئے یہ بس تھا کہ مشل سابق اب بھی معتمدی کا طغرائے مقدس ان کے نام کا زینت افزا ضمیمہ لاحقہ بن سکتا ہے اس کے علاوہ اپنے مخصوص جناب ملا

اور اسی قسم کے اور بھی اسباب و محرکات اس کے متقاضی ہیں کہ ان لوگوں سے بغیر کسی
ناخوشگواری کے کسی تدبیر نجات حاصل کیجائے۔

یہ مقصد نہایت اہم اور طے شدہ پروگرام کا ازبس ضروری جزو تھا۔
لیکن جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ اس کا حصول خود نہایت اہمیت طلب تھا
اس لئے اس کا حل بہت کچھ غور و مشورت کے بعد یہ سوچا گیا کہ دفتر جمعیت پر
کسی ایسی غیر معمولی شخصیت کو مسلط کر دیا جائے جس کے سامنے سوائے چند حاشیہ
نشیناں خاص کے (جو ہر چند کہ ظاہری طور پر کسی عہدہ اور ذمہ داری کے حامل نہ
تھے لیکن در حقیقت جمعیت کا پورا نظام انہیں کے وجود کے اطراف گردش
کرتا تھا) کسی دوسری قسم کے اجنبی اور عامی کو بار پانے کا دم روا نہ رہے۔ چنانچہ
حضرت مولوی شاہ صاحب چشتی کی خدمات (جو ایک طرف مشغلہ اہتمام اور مشغلہ
بیان و وعظ تھے تو دوسری طرف بحیثیت ایک شیخ کے بہت سے ارادتمندوں
اور عقیدت مندوں کا انبوہ بھی اپنے ساتھ رکھتے تھے مزید یہ کہ تلاش معاش
سے بے نیاز اور ایک ذاتی موٹر اور ڈرائیور کے مالک تھے) ایک اعزازی
آفس سکریٹری کی حیثیت سے حاصل کر لئے گئے اور شاہ صاحب کے بھی وفا
و خصائص دل کھول بیان کر کے انہیں تنظیمی و [illegible] اور [illegible] کا ایک معتبر جانشین
کے ہو میر بنا دیا گیا۔ لیکن اس خصوص میں بنیادی غلطی یہ ہوئی کہ ایسے کار
دشوار کے لئے ان کے انتخاب اور حلقۂ تحریمات [illegible] سے پہلے
اس کا اندازہ نہ کیا جا سکا کہ شاہ کی باتیں معلوم ہونے کے بعد بھی
یہ ہمارا ساتھ دے سکیں گے یا نہیں۔ اور جس عقیدت مندی کا ڈھونگ رچا کر
ان کی جذباتی ہمنوائی حاصل کی گئی ہے۔ اور یہ بد قماش اور بد دیانت جماعت

طلسمِ باطل کی شکست

نوری شاہ صاحب کے اس ہمہ گیر عروج و اقتدار کا آفتاب عالم تاب سرعت کے ساتھ ترقی کے منازل طے کرتا ہوا اس نقطہ نصف النہار پر پہونچ چکا تھا کہ اس کی تابناکیوں اور ضیا فشانیوں کے سامنے معتقدین تو ایک طرف خود ان لوگوں کا وجود بھی سایۂ ناچیز و تاریک بن کر رہ گیا جو شاہ صاحب کو اپنے آلۂ کار کے طور پر استعمال کرنے کی دور رس توقعات کے ساتھ اس مقام بلند تک پہونچانے کا باعث ہوئے تھے دستور کی تبدیلیاں یا بدلیاں، ٹیکس و محصولات کے لئے نوشتہ ... کے مقدس و معصوم اور بلند آہنگ دعوؤں اور دین و دیانت کے معیار و میزان میں پورے نہ اترنے والوں کی سرکوبیوں کے جناب خطا حریوں سے شاہ صاحب کے ذہن و دماغ کو اس لئے مسلح کر کے لایا گیا تھا کہ وہ انھیں مخالفوں، معترضوں وغیرہ کے خلاف استعمال کر کے فضائے جمعیت کو ان کے وجود سے پاک و صاف کر دیں گے۔ اور انھیں بہرحال ان تکلیفات و رسمیات سے مستثنیٰ اور بالاتر سمجھا گیا۔ شاہ صاحب اپنی سادہ لوحی سے یہ تفریق و امتیاز ان بعض لوگوں کے اس لئے ملحوظ نہ رکھ سکے کہ ان کا دماغ جماعتی نہ تھا۔ اور انھوں نے ان اسلحے سے خود اپنے کمانڈر و لیڈروں کو مجروح کرنا اور نشانہ بنانا شروع کر دیا حتیٰ کہ صدر مکرم بھی ان پابندیوں سے مستثنیٰ نہ رہ سکے۔ چنانچہ اس طرح غضب کا ہاتھی نے غنیم کے بجائے اپنے ہی لشکر کو پامال کرنا شروع کر دیا۔ یہ صورت حال ان معتقدین کے حق میں ایک بشارت حیات بن گئی جو انتخابی صاحب ایمان کا "ان کمیٹیٹ" کے ارکان (غوث بیر صاحب بغدادی، رونق صاحب دکن، ہیوز منظر صاحب نوجوانانِ ملت وغیرہ) کی نظر میں مردود و ملعون اور قابل اخراج تھے بالخصوص

رجحانات کے لحاظ سے جو ناسازگاری حالات کے باعث پہلے دبے دبے اور گھٹے گھٹے سے تھے، اب بوقت ضرورت بے سبب اور بسہولت تمام سے ان کے اظہار کی آزادی کا پروانہ بھی انہیں میسر آچکا تھا بہرحال شاہ صاحب کے بارہ میں جو پہلا حکم نامہ بارگاہ صدارت سے جاری ہوا اس کے نمونہ ملاحظہ فرمائیے

نقل آرڈر ۱۰ اکٹوبر ۱۹۵۱ء

صدارت جمعیت کا آفس آرڈر بنام جنرل سکریٹری صاحب جمعیت علماء حیدرآباد

دفتر جمعیت کا آفس سکریٹری مولانا نوری شاہ صاحب کو قرار دیا گیا ہے روزمرہ اخراجات صدری کی رقم مولانا موصوف کے پاس پچاس روپیہ کی حد تک رہے گی اور جب یہ رقم قریب الختم ہو تو بمنظوری صدر جمعیت خازن صاحب سے منگوالیا کریں گے اور میرے پاس جو کاروائیاں بھی پیش ہوا کریں گی وہ بتوسط آفس سکریٹری پیش ہوں گی فقط

سید شاہ نوراللہ حسینی افتخاری

دستخط صدر جمعیت

صرف یہی نہیں بلکہ دہلی میں جو اعلی بورڈ مشاورت مرکزی جمعیت کا تشکیل پایا تھا اس میں مصلحت ظاہر فرما کر کہ کوئی غیر جماعتی اس بورڈ کا ممبر ہوگا تو کسی اشتباہ کا موقع نہ پیدا ہو سکیگا۔ صدر صاحب نے شاہ صاحب کو اس کا دائمی رکن بورڈ منتخب کرایا۔ علاوہ اور ضلع گلبرگہ کی تنظیم براہ راست ان سے متعلق کی۔ جمعیت کے شعبۂ امور مذہبی کا صدر بھی انہیں نامزد فرمایا گیا۔ بہرکیف الطاف و عنایات کی بارش سے باہم جن اثرات و نتائج کی تخلیق کرسکتی تھی وہ سب کے سب بہرحال پیدا ہو کر رہے۔

جس پہ مسلم لیگ کی آرزو مندیوں اور کامرانیوں کے قصر بلند کی بنیادیں قائم تھیں۔
تو صدر محترم نے اول تو شاہ صاحب ہی کو گذشتہ اصلاحات آئندہ اور احتیاط کے
وعدوں کے سہارے بنام تحریک کے ایسے گرتے ہوئے ایوان اقتدار میں روڑا لگانے کی کوشش
کی اور چونکہ شاہ صاحب کے پیش نظر تحریک کے بجائے محض اصلاح حال تھی اس
لئے انہوں نے گذشتہ سے ان لوگوں کے توبہ و استغفار اور آئندہ کے لئے اصلاح حال کے محکم
و پائیدار عہد و میثاق کو کافی سمجھ کر اپنی تحریک اصلاح کو ملتوی کرنے پر آمادگی
ظاہر کر دی۔ لیکن وعدہ اصلاح حال کی عملی صورت گری کے لئے انھوں نے حسب ذیل
شرائط پیش کئے۔

(۱) اور کیبنٹ کے تمام ارکان چونکہ نہ عہدہ دار ہیں نہ ارکان عاملہ
اس لئے وہ نہ دفتر میں قدم رنجہ فرمائیں اور نہ جمعیت کے کسی معاملہ میں دخیل ہوں

(۲) تمام کاموں میں دستور و آئین کی پابندی کی جائے۔ اور اس سے
کوئی اپنے آپ کو مستثنیٰ اور بالاتر نہ سمجھے۔

(۳) عہدہ داروں کو حاضری کا پابند کیا جائے تاکہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو
محسوس کریں غیر آئینی اور غیر دستوری حرکات اور ان بدخواہیوں کو جمعیت میں
جن کے وہ خوگر ہو چکے ہیں۔ اور جن کے باعث وہ اس کے مستحق ہیں کہ ان سے ان
کے عہدے چھین لئے جائیں ورنہ اخص الوطنس سے محروم کر دیا جائے پھر جس یا نہ
نہ مانیں تو عہدوں سے ہٹا دیا جائے۔ بعض مخلصان و ہمدردان جمعیت نے
بھی شاہ صاحب کے معقول شرائط و مطالبات کی تائید کی اور منظوری مطالبات
نوٹس تراغ کو رفع دفع کرنا چاہا، صدر صاحب نے اسے مان بھی لیا چونکہ
انکار و مدافعت تو وہ کسی بات کی کرنا جانتے ہی نہیں تاکہ ان کی رفیب پسندی کی

مسٹر انوجان نے اسی اثنا کیبنٹ سے بھر رابطہ منافقانہ پیدا کرکے کہ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا شاہ صاحب کو چاروں شانے چیت کرنے کے تمام ضروری اسباب و آلات مہیا کر لئے، شاہ صاحب کی داستان عروج و زوال نہایت ہی دامن دراز و عبرت انگیز ہے۔ اور ناظرین کو توقع کرنی چاہئے کہ مستقبل قریب میں خود شاہ صاحب اس کی تفصیلات اور ان تمام رموز و اسرار کی وضاحت کے جواب پر منکشف ہوئے شائع فرمانے کی زحمت گوارا کریں گے۔ ہمارے لئے اس کا مختصر ترین خلاصہ پیش کرنا بھی سخت دشوار طلب ہے بہر کیف شاہ صاحب کی نگاہ باطل شکن و حقیقت نگر کے سامنے جب جمہور ہی کے اندر صاحب اقتدار گروہ کے اس تقدس و طہارت جدیدہ قدامت اور احساس ملت کے طلسم کی دھجیاں بکھر کر رہ گئیں جس کا واسطہ دے کر انہیں ان کے ہزار ہا روپے کے کاروبار سے لے تعلق کرکے لا باگ تھا اور جس سے متاثر ہو کر انھوں نے اپنے گراں مایہ وقت اور اپنے تمام ذرائع و وسائل اور صلاحیتیں جمعیت کے لئے وقف کر دی تھیں تو انہوں نے اس صورت حال سے چند نہایت ہی مخصوص سرپرستان و ہمدردان جمعیت کو باخبر کرنا اپنا فریضہ سمجھا۔ لیکن چونکہ اس سے خداوندان جمعیت کا ہمنوؤں کی شبانہ روز محنت و کاوش سے تعمیر کیا ہوا قصر فریب و عیاری دھڑا دھڑ لٹنے لگا گویا وہی و فسوں کاری کے دبیز نقاب چہروں سے اٹھنے لگے۔ مسلسل سعدہ کاریوں سے ہوس آرائیوں کی جو شکلیں سجائی گئی تھیں وہ درہم و برباد ہوتی ہوئی نظر آنے لگیں۔ اور ان تمام سنہری تو الکاریوں اور منصوبہ بندیوں کے تار و پود چند ہی مہینوں کی مختصر سی مدت میں بکھر جانے کے سامان مہیا ہو گئے۔

نقل مکتوب معتمد عمومی جمعیت علمائے حیدرآباد

(رسالہ نمبر ۲) مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۵۲ء

جناب مولوی نوری شاہ صاحب آفس سکریٹری جمعیت علمائے حیدرآباد

براہ کرم حسب ذیل امور کا جواب اندرون یوم بلیس ساعت دیا جائے۔

کیا یہ صحیح ہے کہ آپ نے (۱) نواب مقصود جنگ بہادر (۲) نواب احمد نواز جنگ بہادر (۳) مولوی امیر علی خاں صاحب (۴) مولوی سید محمد عسکری جعفری صاحب (۵) مولوی حبیب الرحمٰن صاحب (۶) مولوی منور علی صاحب (۷) مولانا حمید الدین صاحب قمر (۸) مولوی ابو الحسن سید علی صاحب (۹) ڈاکٹر عبد اللطیف صاحب (۱۰) مولوی مرزا محمود الراشد بیگ صاحب (۱۱) مولوی عثمان سبحانی صاحب (۱۲) ڈاکٹر شوکت اللہ شاہ انصاری صاحب (۱۳) مولوی ابو الحسن قیصر صاحب وغیرہ سے جماعتی امور سے متعلق گفتگو کی اگر یہ صحیح ہے تو کن امور سے متعلق بات چیت ہوئی اور آپ نے کس جذبات کے تحت اپنی رائے کا اظہار کیا۔ فقط

سہر صد دستخط محمد انور خاں

معتمد عمومی جمعیت علمائے حیدرآباد۔

شاہ صاحب نے آفس آرڈر نمبر ۶ نافذ کردہ معتمد عمومی صاحب کے متعلق اپنی میز کے دراز سے کاغذات قفل توڑ کر نکال لئے جانے کے سلسلہ میں اور معتمد عمومی صاحب کے مکتوب کے جواب میں جو کچھ صدر صاحب کو لکھا اُن کی ہو بہو نقل علی الترتیب ہم درج ذیل کر رہے ہیں۔

اور دو داڑانہ پالیسی کا بول بالا رہے۔ لیکن (ائیر کیبنٹ) اس پر سخت برہم ہو گئی
اور اس نے بہر قیمت شاہ صاحب کو اپنی راہ کا بے پناہ روڑا سمجھ کر جمعیت سے
بے تعلق کر دینے سے کم کسی چیز پر آمادگی ظاہر نہ کی چنانچہ ۴ر نومبر ستمبر ۱۹۵۲ء کو ایک
آفس آرڈر کے ذریعے سے معتمد عمومی صاحب نے ان کے تمام اختیارات سلب کر لئے
ان کی نشست گاہ پر معتمد صاحب نے جن کی در اصل وہ نشست گاہ تھی قبضہ
کر لیا۔ ان کے عہدہ (آفس سکریٹری) صاحب کا جو بورڈ تھا اتار کر اپنا بورڈ
آویزاں کر دیا۔ میز کی درازیں ان کے جو ضروری کاغذات متعلق تھے قفل شکنی
کر کے انہیں بھی قبضہ میں لے لیا گیا۔ اور یہ صرف یہ بلکہ ان سے ایک اسلحے کے ذریعہ
سے سخت باز پرس بھی کی گئی آفس آرڈر اور خط کا متن یہ ہے

(ضروری نقل آفس آرڈر نشان ۶ مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۵۲ء)

جناب آفس سکریٹری صاحب منتظم صاحب محاسب صاحب و معتمدین جمعیت

چوں کہ صدر جمعیت مسلسل تنظیمی دورے کر رہے ہیں اور عنقریب باز
آباد کاری کے سلسلہ میں انہیں بیدر و عثمان آباد کے دورے کرنا ہے اور میلاد
النبی کے جلسہ اور دیگر کمیٹیوں کے سلسلے میں بھی مصروف رہیں گے اس لئے کل
کاغذات معتمد عمومی کے پاس پیش ہوں البتہ ضروری مسائل کو معتمد عمومی جناب
صدر کے پاس پیش کریں گے۔ نیز کل خط و کتابت جو حکومتوں یا جماعتوں سے
ہو وہ بلا منظوری معتمد عمومی نہ ہو۔ اور کل ڈاک (ٹپہ) معتمد عمومی کے پاس پیش ہوا
کرے اور ان کی عدم موجودگی میں جناب صدر کے پاس یا جناب صدر کی ہدایت
کے مطابق کسی اور معتمد جمعیت کے پاس پیش ہوا کرے۔ بعد توثیق اس آفس
آرڈر کو عمل میں لایا جائے فقط دستخط معتمد عمومی

حسب عمل ہو
صدر جمعیت علما

حال میں بعض واقعات ایسے ہوئے جن کی تفصیلات میں اس وقت جانا
نہیں چاہتا۔ البتہ مجلس عاملہ اور مجلس منتظمہ میں یا جس طرح مناسب خیال فرمائیں
ان مسائل پر گفتگو کرنے پر ہر وقت آمادہ و تیار ہوں۔
لیکن بتاریخ   میری میز کا قفل شکست کر کے میری
خانگی، ذاتی اور دفتری اشیاء کاغذات و اسناد وغیرہ نکال لئے گئے ہیں ہیں میرے
لئے باعث منت ہوگا اگر جناب والا اس عمل پر روشنی ڈالیں کہ کس طرح کس غرض
کے لئے اور کس لئے یہ عمل کیا ہے۔ اور جناب نے اس صریح خلاف قانون اور خلاف
دیانت عمل کے لئے کیا تجویز صادر فرمائی۔ چونکہ میرے اجلاس کا بورڈ بھی علیحدہ کر دیا
گیا ہے اس لئے مجھے اپنی جگہ بیٹھ کر کام کرنے میں دشواری ہونے سے حرج کار ہو رہا ہے
اور کام کار زیادہ حصہ دفتر سے باہر انجام دے رہا ہوں چونکہ بعض غیر متعلق لوگ
جو عامل کے رکن یا کوئی عہدہ نہیں رکھتے دفتر جمعیت میں دخیل ہو کر عجیب رویہ
اختیار کئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا مفاد ملت و وقار جمعیت کی خاطر اپنے اختیارات
صدارت کو کام میں لانے کے لئے فوری انتظام فرما کر ممنون فرمائیں۔ چونکہ تحریرات
درمیان سے غائب کر دی جاتی ہیں، اس لئے یہ تحریر میں جناب کی خدمت میں
ذریعہ رجسٹری رسید طلب گذران رہا ہوں۔
مثنے ہٰذا اطلاعاً بغرض انکشاف حالات عالی جناب ناظم اعلیٰ جمعیت علماء
مرکزی ہند کی خدمت میں مرسل ہے فقط

سرحد دستخط نوری شاہ

معتمد عمومی صاحب کے خط کے جواب میں

بخدمت جناب جنرل سکریٹری صاحب السلام علیکم
آپ کا مرسلہ خط مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۵۲ء

آفس آرڈر نمبر ۶ کے جواب میں گذارش

جناب صدر جمعیۃ علماء حیدرآباد دکن

آپ کا آفس آرڈر نشان نمبر ۶ مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۵۲ء میری نظر سے گذرا جس کے ذریعہ سے انتظامات دفتر میں ایک غیر معمولی تبدیلی کی گئی ہے۔ اور یہ آفس آرڈر مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۲ء کی بالکل ضد ہے یعنی بعد کے آفس آرڈر کے ذریعہ سے آپ نے جو فرائض میرے سپرد کئے تھے وہ مجھ سے بغیر کسی سبب یا استفسار ان فرائض کے ادا کرنے سے مجھے روک دیا گیا ہے، آپ کو معلوم ہے کہ میں خالص خدمت کے جذبہ کے ساتھ اپنے تمام ضروری ذاتی کاروبار کو متاثر کر کے بغیر کسی کوتاہی و سستی کے خوشی کے ساتھ کام انجام دیتا رہا ہوں اور یوں کہ عاملہ نے بھی مجھ پر اعتماد کر کے ان فرائض کے انجام دینے کا اہل سمجھ کر اس کی توثیق کی تھی۔ اس لئے میری گذارش ہے کہ اس نئے آرڈر کی بھی توثیق فرمائی جائے اور جب تک عاملہ کی توثیق نہ ہو مجھے حسب سابق خدمت کا موقع دیا جائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ جس وقت عاملہ اس مسئلہ پر غور کریگی تو مجھے بھی اظہار خیال کا موقع دیا جائے گا۔ فقط

سر رشتہ دستخط نوری شاہ۔

میز کی قفل شکنی کی اطلاع ملنے پر

خدمت جناب محترم صدر صاحب جمعیت العلماء ہندستان شاخ حیدرآباد

جناب نے مجھکو آفس سکریٹری و صدر شعبہ امور مذہبی و دینی و تعلیم و تنظیم و انتخابی بورڈ و صدر تنظیم شہر حیدرآباد و ضلع گلبرگہ منتخب فرما کر منظوری مجلس عاملہ آغاز کار فرمایا

صدر صاحب نے میرے ساتھ جا کر ان حضرات سے اس ضمن میں ملاقات اور گفتگو کر کے
اطمینان حاصل کر لیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ ایسا استفسار فرما رہے ہیں
اگر میری بجائے آپ صدر محترم سے دریافت فرما لیتے تو غالباً مطمئن ہو جاتے
اور یہ خط لکھنے کی نوبت نہ آتی۔ فقط

دستخط نوری شاہ

شاہ صاحب کے ان تینوں خطوط کا حوالہ دینے کی بجائے ۲۸ نومبر ۱۹۵۲ء
کو ممبر عاملہ کے مستعفی ہونے اور اطلاع کے آفس آرڈر بک میں ایک آرڈر ریکارڈ کر کے
رکھ لیا گیا جس کا ماحصل یہ تھا "ـــــ چونکہ نوری شاہ صاحب مخالف جمعیت علماء
در مخالف جمعیت عناصر کون تھے آپ ناموں سے اندازہ فرما لیجئے یعنی
جمعیت کے اراکین عاملہ اس کے عہدہ دار اس کے بانی اس کے ایسے سرپرست،
جنھیں مخالفت کرتے ہوئے بھی ان کے آگے دست سوال ہمیشہ دراز رہتا ہے

ع بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

کے ساتھ مل کر جمعیت کو نقصان پہنچانے کے مرتکب ہوئے ہیں اس لئے انھیں جمعیت
سے ہر جہت سے لاتعلق اور علیحدہ کیا جاتا ہے" اس ضمن میں یہ امر بھی سنجیدہ غور و فکر
کا محتاج ہے کہ یہ آفس آرڈر صرف دفتر میں رہا اس کی اطلاع خود اُس شخص
(نوری شاہ صاحب) تک کو نہیں دی گئی جس کے متعلق یہ آفس آرڈر نافذ
ہوا تھا۔ اور شاید کسی کو بھی معلوم نہ ہوتا۔ اگر ۱۶ دسمبر کی عاملہ کے فیصلہ کے
مطابق اس معاملہ کی تحقیق کے لئے ایک بورڈ نہ تشکیل دیا گیا ہوتا۔ اور اثنائے
تحقیق حالات میں اس کی نظر اس پر نہ پڑتی۔ انتہا یہ ہے کہ ۱۶ دسمبر کی عاملہ میں
بھی یہ آفس آرڈر پیش نہیں کیا گیا۔ اور یہ محض اس لئے کہ اگر اسے عاملہ کے سامنے

بوقت شام ساعت (۷) وصول ہوا مجھے حیرت ہے کہ اس دریافت کی جناب کو
ضرورت کیوں لاحق ہوئی۔ تاہم گذارش ہے کہ حسب ذیل حضرات سے تو میں ہرگز ملا
ہی نہیں (۱) جناب احمد نواز جنگ صاحب (۲) جناب امیر علی خاں صاحب (۳) جناب
سید محمد عسکری جعفری صاحب (۴) جناب حبیب الرحمٰن صاحب (۵) جناب مولانا
حمید الدین قمر صاحب (۶) جناب مولوی ابوالحسن سید علی صاحب (۷) جناب
ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب (۸) جناب محمود الراشد صاحب (۹) جناب ڈاکٹر
شوکت اللہ انصاری صاحب، البتہ جناب معظم جنگ صاحب جناب
منور علی صاحب، جناب عثمان سبحانی صاحب اور جناب ابوالحسن قیصر صاحب
سے ضرور ملاقات ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ حیدر آباد میں رہتا ہوں تو ان حضرات
سے کسی نہ کسی تعلق سے ملنے کا موقع تو ملتا ہی رہتا ہے۔ اور ان حضرات سے
جو بھی گفتگو کی گئی ہے وہ جمعیتہ کے مفاد کے تعلق سے ہی کی گئی ہے۔ مجھ جیسے
مخلص رکن سے اس کے خلاف کوئی گفتگو ہو بھی کیسے سکتی ہے۔ اب چونکہ یہ سوال
اٹھایا گیا ہے۔ اور مجھے شبہ ہے کہ آپ کے دل میں کوئی شک و شبہ پیدا ہو گیا
ہے۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس شبہ کو زائل کرنے کے لئے آپ کے خط کی اور
میرے اس جواب کے نقول ان تمام حضرات کی خدمت میں بھیجوں اور ان
کے جو جوابات وصول ہوں آپ کے اطمینان کے لئے آپ کی خدمت میں پیش
کردوں فقط

شرح دستخط نوری شاہ

مکرر

مجھے بڑی حیرت ہے کہ جن حضرات سے میری ملاقات ہوئی تھی جناب

عزیمت سے کام لے کر بعجلت مجلہ انکو ختم کرنے کی کوشش کیجئے۔ عاجلانہ
فیصلہ کا ہمیشہ نیک انجام نہیں ہوتا اس سے احتراز کیجئے۔ اور سب سے زیادہ اس کا
لحاظ رکھئے کہ جمعیت کے مسلسل چہار سالہ جدوجہد کا جو نتیجہ اور ثمرہ بازآباد
کاری وغیرہ کی شکل میں حاصل کرنے کے امکانات پیدا ہو رہے ہیں اس کشمکش اور
تشتت کے طفیل میں انہیں ٹھیس نہ لگ جائے۔ میں اول دن سے بالواسطہ طور پر
برابر اس کی کوشش کرتا رہا ہوں کہ یہ فتنہ آگے نہ بڑھنے پائے لیکن میری یہ
بالواسطہ کوشش افسوس ہے کہ ناکام رہی اس لئے اب براہ راست آپکو
لکھ رہا ہوں

میرا مطلب زیادہ واضح الفاظ میں یہ ہے کہ مولانا نوری شاہ صاحب کے
سلسلہ میں جو اقدامات جلد بازی کے ساتھ کئے جا رہے ہیں ان پر نظر ثانی
کر لیجئے کسی شخص کو قلت تدبر کے ساتھ آسمان کی بلندیوں تک پہنچا کر
پھر اچانک بغیر کسی ایسی وجہ کے جو ارباب دانش و بینش کے نزدیک قرار
خود پذیرائی ہو اسے تحت الثریٰ کی گہرائیوں میں پھینک دینا ملوکیت
آمریت کی دنیا میں تو روزمرہ کی بات ہو لی ہے۔ لیکن عوامی جماعتوں میں
جنکا تعلق اشخاص کے بجائے عوامی اور اجتماعی خیر و صلاح سے ہوتا ہے
یہ ناممکن ہے اور اس کے نتائج جماعت کے حق میں ہمیشہ مضرت اثر ہوا کئے
ہیں۔ بالخصوص جمعیت علماء جیسی جماعت کو تو بہرحال ایسے امور سے
دامن کش رہنا چاہئے۔ فقط

احقر
حمید الدین قمر فاروقی

لایا جاتا تو لازماً وہ تمام ناگفتہ بہ حالات و تفصیلات بھی سامنے آتے، وہ تمام اسرار بھی منکشف ہوتے جن کا انکشاف و اظہار ذمہ داران جمعیت اور ان کے ہم کاروں کی اخلاقی موت تھی۔ اور ارکان عاملہ ان سے واقف ہونے کے بعد اپنی ذمہ داری پر انھیں کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے تھے چاہے اس سازشی گروہ سے انہیں کتنی ہی دلچسپی و ہمدردی کیوں نہ ہوتی

ایک مخلصانہ انتباہ شاہ صاحب کے مسئلے نے جب غیر معمولی طوالت اختیار کی اور صاحب اقتدار گروہ کسی عنوان سے صلح و مصالحت پر آمادہ ہوتا نظر نہ آیا تو مولانا قمر نے جو متعدد ذرائع سے مفاہمت کر چکے تھے براہ راست انتخابی صاحب کو ایک خط لکھا جس کا متن حسب ذیل ہے

مولانا قمر کا خط صدر جمعیت کے نام

۳۰ نومبر ۱۹۵۳ء

سلام و رحمت! مکرمی جناب صدر صاحب جمعیت علمائے حیدرآباد!

گزشتہ چند روز سے میں دیکھ رہا ہوں کہ جمعیت کے تعلق سے کچھ ایسے حالات سخت ناخوشگوار انداز میں بروئے کار آ رہے ہیں اور انہوں نے فضائے جمعیت کو اس بری طرح متلاطم کر رکھا ہے جو ہر بہی خواہ جمعیت کے لئے تاسف و ملال کا موجب ہے۔

آپ محسوس فرما سکتے ہیں کہ جماعتی امور میں افراد و اشخاص کے مفادات بہرحال ناقابل اعتنا ہوتے ہیں۔ اس لئے میں آپ سے باصرار تمام مخلصانہ درخواست کرتا ہوں کہ جو کچھ ہو چکا ہے وہی بہت کچھ ہے۔ خدا کے لئے ایسے مزید اضافہ و انتشار سے بچانے کے لئے ماؤ شما کی رائے پر چلنے کے اپنے عزم و

بھی اس کی معقولیت کو تسلیم کر کے اس سے اتفاق کر لیا ہے۔ اس لئے عاملہ کو اس
میں اعتراض نہ ہونا چاہئے۔ اللہ رے عقل گمراہ کی کرشمہ سازیاں اور
جنوں سامانیاں۔ حسرت مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ؎

جنوں کا نام خرد پڑ گیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

بہرکیف! جب عاملہ میں یہ مسئلہ پیش ہوا تو وہ جھوٹ بولے گئے جس
میں سبھی عہدہ داروں نے متفقہ طور پر حصہ لیا۔ پہلے جمعیت مرکزیہ دہلی
کی طرف سے بورڈ کی نوٹس کا جو لفافہ عاملہ کو انھیں لوٹا دیے۔ لہٰذا اس سے
انکار کیا گیا۔ دوسرے جب یہ اعتراض ہوا کہ مولانا سید سبحان نے عاملہ کے اس
جلسہ میں کیوں اعتراض نہ کیا جس میں اس کی توثیق ہوئی تھی اور وہ بھی
خود موجود تھے اپنا یہ حق تو انھیں اس وقت جتانا چاہیے تھا۔ تو ان کی اس
کی حاضری سے انکار کیا گیا۔ لیکن روداد کے رجسٹر سے اس کا صفحہ ہی علیحدہ کر
ڈالا۔ اور وہ حاضر پائے گئے۔

المختصر! سبھی پہلوؤں کا جب یہ کام نہ چلا تو معاملہ کو پہلے صدر، پھر صدر و معتمد کے
حوالہ کرنے کی تحریک کی گئی۔ گویا ظلم عالم کا فیصلہ خود اسی سے متعلق کیا جانے
لگا۔ جب یہ بھی نہ چل سکی تو آخر کو رسالت ارکان کا ایک بورڈ بنا جس
میں صدر و معتمد صوبائی کو بھی زبردستی گھسیٹ دیا گیا جو دراصل مدعی علیہ
کی پوزیشن میں تھے۔ باقی ارکان میں مولوی انیس الدین صاحب ایڈیٹر
مولوی فضل اللہ خان صاحب، قاری عبدالکریم ازہری صاحب
مولانا محمد صاحب اور راقم الحروف شامل تھے۔ اس بورڈ کے سامنے

لیکن اس خط کا کوئی اثر ہونے کی بجائے صدر صاحب نے اس کا
جواب دینا بھی جو ایک معمولی اخلاقی فریضہ تھا ضروری نہ سمجھا

تحقیقاتی بورڈ

بہرحال چونکہ ضمیر مجرم ... رہنما حضرات متقی اور
لئے ۱۶ دسمبر ۱۹۵۱ء کی عاملہ میں شاہ صاحب کا
مسئلہ بجائے اس کے کہ وہ احکام سرکلر میں پیش کرکے جو ۲۸ نومبر کی آخری
آرڈر ریکارڈ میں درج کر لئے گئے تھے اس سے گلو خلاصی حاصل کی جاتی واہی
عقیلی رروا ... سے داخل کا طریقہ اختیار کیا گیا ملا عبد السبحان صاحب دہلی
کے ہسپتال سے بلائے گئے۔ جہاں وہ ایک لائق سپیشلسٹ کے زیر
علاج تھے۔ اور ان سے بحیثیت معتمد شعبہ تنظیم کے یہ درخواست پیش کرائی
گئی کہ تنظیم و انتخاب جمعیت کے لئے جو بورڈ بنا ہے اس کا
کنوینر مجھے ہونا چاہئے کیونکہ یہ شعبہ مجھ سے متعلق ہے اگر کسی وجہ سے مجھے
ایسی حیثیت ہی مطلوب ہے تو کسی رکن عاملہ یا منتظمہ کو دیا جائے۔ ایک
ایسا شخص (شاہ صاحب) جو اس کا رکن جمعیت بھی نہیں ہے اس کا مستحق
نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ دہلی میں یہی دلیل پیش کرکے کہ ایک غیر جماعتی
اور صاحب الرائے و وجاہت کو کنوینر (دائمی) بنایا جانا مناسب ہوگا
تاکہ کسی کی جنبہ داری کا شبہ نہ کیا جا سکے شاہ صاحب کو اس عہدہ کا مستحق
قرار دیا گیا تھا۔ پھر جس جلسہ عاملہ میں اس بورڈ کی توثیق کی گئی تھی اس
میں ایک رکن نے جب یہ اعتراض اٹھایا تھا کہ ایک غیر شخص کو کس طرح
یہ کام سونپا جا رہا ہے۔ تب بھی یہی جواب دیا گیا کہ "ان کی یہی خوبی اس
عہدہ کے لئے ان کے انتخاب کا جواب پیش کرتی ہے۔ اور چونکہ مرکزی جمعیت نے

کہنے کے بجائے ان سے کہدیا کریں اسے فوراً رفع کر دیا جائے گا۔ لیکن جو عناصر
ان پر خائف تھے اور جن کے ذریعہ سے انھیں آئندہ عہدہ صدارت پر برقرار
رہ سکنے کی توقع یا محروم ہو جانے کا کھٹکا تھا۔ اُن کے اصرار کے سامنے ہاوتی
جو اسلحہ سپر انداز ہو کر شاہ صاحب کی علیحدگی کا حکم نامہ جاری کرنا پڑا تھا
اور ان عناصر کو جیوں کہ شاہ صاحب کے موجود رہنے سے اپنے منصوبوں
میں ناکامی کا یقین ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ اپنے اس اصرار علیحدگی سے دست
بردار نہ ہو سکے۔ لیکن بورڈ نے حقائق کے اس انبار سے دامن بچاتے
ہوئے یہ کہہ کر شاہ صاحب کی علیحدگی کی سفارش عاملہ کے سامنے پیش کر دی
کہ بہر حال مولانا مولوی شاہ صاحب کا جمعیت کے ساتھ اشتراک عمل
ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ اس رائے سے صدر صاحب (محمد محمود) اور باقی
ارکان متفق تھے سوائے مولانا عمر صاحب اور راقم الحروف کے۔ اس
لئے آخر الذکر دونوں ارکان نے اپنے اپنے نوٹ علیحدہ پیش کئے اور ان
خطرناک اور فساد انگیز اسباب و علل کو تفصیل سے بیان کر کے شاہ
صاحب کی بے قراری اور جمعیت کی اصلاح حال کی طرف سنجیدگی سے متوجہ
ہونے کا عاملہ کو مشورہ دیا تھا جو شاہ صاحب کی علیحدگی کو اپنے مفادات حاصلہ
کیلئے ناگزیر سمجھتے تھے۔ اور اگر اس وقت اس پر توجہ کی جاتی تو غالباً حالات
آج وہ نہ ہوتے جو ہیں۔ اور نہ ہمیں اس نامہ فرسائی کی زحمت
اُٹھانا پڑتی

(۳)۔ بورڈ نے پانچ دن کا کام کیا پہلے دن طریق کار متعین ہوا دفتر
کے ضروری ریکارڈ کا مطالعہ کیا گیا۔ دوسرے دن صدر صاحب اور معتمد۔

کیا کچھ آیا اور اس نے کیا کچھ کیا؟

ع۔ وسعت چاہئے اس بحر بیکراں کیلئے!

یہاں ہم اس کا خلاصہ بھی پیش کرنے سے قاصر ہیں البتہ اس کے ضمن میں جو یہاں سے لطائف و ظرائف مشاہدہ میں آئے ان میں سے چند عبرت آموز و بصیرت افروز لطیفے آپ بھی سماعت فرما لیجئے تاکہ آپ بالکل ہی مایوس و محروم نہ رہیں

(۱) تحقیقاتی بورڈ کے ضمن میں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ صدر محترم مولوی شاہ صاحب کو اس جرم میں علیحدہ کر چکے ہیں کہ "انہوں نے مخالف جمعیت عناصر کے ساتھ مل کر مفاد جمعیت کے خلاف کام کیا ہے" لیکن اس کے بارہ میں ان کے اس تین سطری بیان کے سوا جو صدر صاحب کو تحریر سے مستقل دلچسپی نہ ہونے کے باعث نائب صدر محمد احسن صاحب کا لکھا ہوا تھا۔ اس کا کوئی ثبوت برائے نام بھی نہیں پیش کیا گیا۔ اور اس کے متعلق یہ بھی معلوم ہو سکا ہے کہ صدر صاحب نے شاہ صاحب کے ساتھ ان حضرات ذی استعداد و جنگ بہادر حضرت عثمانی، سبحانی وغیرہ سے مل کر اس کی تحقیق فرمائی تھی کہ شاہ صاحب نے کسی سے کوئی بات ایسی نہیں کہی جو مفاد جمعیت کے لئے مضر ہو اس سے وہ مطمئن بھی ہو گئے تھے اور کئی بار مولوی منظور علی صاحب اور مولوی حبیب حسن صاحب بالخصوص کے سامنے علیحدہ علیحدہ شاہ صاحب کی کارگزاریوں کا اعتراف مانہ اور آئندہ کے لئے حسب سابق ان کی خدمات کو برقرار رکھنے کا وعدہ فرما چکے تھے۔ بلکہ حبیب صاحب سے تو یہاں تک کہہ چکے تھے کہ شاہ صاحب کو آئندہ جو شکایت ہو وہ مجھ سے براہ راست

رہ گیا۔

۴۔ بورڈ کو اثنائے تحقیقات میں صدر معتمد کے حسب ذیل کارناموں کا مزید علم حاصل ہوا جن کا مطالعہ اہل نظر کے سامنے بہت کچھ سامان عبرت پیش کرے گا۔

(الف) شاہ صاحب کو ملزم قرار دینے کے لئے ایک رسید میں اپنے قلم سے کچھ عبارت اضافہ کی، یہ مفسدانہ اور ایماندارانہ مشورہ اصلیں دلوکا میں ناظم صدر طلعت کے قانونی دماغ ہی نے غالباً دیا۔ لیکن روشنائی کے اختلاف اور شاہ صاحب کی بے پناہ گرفت نے سارا راز فاش کر کے رکھ دیا۔

(ب) شاہ صاحب نے "آفس آرڈر بک" پر کچھ عبارت نوٹ کر دی تھی جس سے ان کی پوزیشن صاف ہوتی تھی، اس ورق ہی کو مع اس عبارت درج بھی معتمد عمومی صاحب نے چاک کر ڈالا۔ شاہ صاحب کے اس کی طرف متوجہ کرنے پر بورڈ نے جب سخت بار برس کی تو کسی فائل میں منتقل کیا ہوا وہ ورق دستیاب ہوا

(ج) ایک آفس آرڈر کے بین السطور میں معتمد عمومی صاحب نے اپنے کسی مفاد کے مقصد کی خاطر کچھ عبارت ان تحقیقاتی ایام میں بڑھا دی لیکن وہ تھی دوسری سیاہی سے تھی اس لئے یہ جعل سازی بھی پکڑی گئی

المختصر حیل و فریب دجل و دسیسہ کاری کی اس ہما ہمی اور گرما گرمی سے بھر پور فضا میں جہاں دین و دیانت اور ایمان و امانت کا دم گھٹا جا رہا تھا بورڈ نے پانچ دن تک کام کیا۔ ایک درجن سے زیادہ

اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کا عزم محکم کر رکھا ہے۔ چاہئے اس کے نتیجہ میں جمعیت کا دامن ٹکڑے یا پارہ پارہ ہو کر کیوں نہ رہ جائے! اور یہ محض اس لئے کہ انہیں جمعیت سے درحقیقت کوئی دلچسپی نہیں۔ ان کو تو اپنے وہ منصوبے عزیز ہیں جن کی خاطر انہوں نے جمعیت کا نقاب اپنے چہرے پر ڈال کر بے خبر دنیا کو دھوکہ میں مبتلا کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔

اس کے بعد شاہ صاحب کے واقعہ میں جو دھاندلیاں دروغ بافیاں جعل سازیاں اور فریب کاریاں دیکھی ہیں انہیں اور وہ مقاصد جو علم میں آئے جن کی حصول کی خاطر یہ سب کچھ بے تکلف کیا جا رہا تھا۔ تو یہی خیر خواہان جمعیت کے لئے ضروری ہو گیا کہ کوئی سخت قدم اٹھایا جائے اور اس فتنہ کے مار سیاہ کا سر ابھی منزل پر کچل دیا جائے۔ اس سلسلہ میں تدریجی طور پر جو کچھ کیا گیا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

اصلاح کی کوشش

۱۔ حسب ضابطہ (۳۰) ارکان منتظمہ کے دستخطوں سے ایک تحریک مرتب کر کے بھیجی گئی کہ "۴ جنوری ۱۹۵۳ء کو مجلس عاملہ نے منتظمہ کا جو اجلاس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے وہ معینہ تاریخ پر طلب کیا جائے۔ اور جس طرح کہ عاملہ کے پہلے فیصلہ کے باوجود ۲۳ نومبر کو جلسہ منتظمہ طلب نہیں کیا گیا تھا ایسا نہ ہو ورنہ ہم کسی مناسب اقدام پر مجبور ہوں گے" لیکن چونکہ افتخاری صاحب کو معلوم ہو چکا تھا کہ اس جلسہ میں ان کے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش ہوگی اس لئے ۲۳ نومبر کی طرح ۴ جنوری کے اجلاس کو بھی لایعنی بہانوں سے ملتوی کر دیا۔ لیکن

شہادتیں حاصل کیں، اور نوٹ تیار کر کے عاملہ کے سامنے پیش کرنے کے لئے دئے گئے۔ عاملہ کے سامنے جب بورڈ کی رپورٹ پیش کی گئی تو باوجود چند ارکان عاملہ کے شدید اصرار کے رپورٹ میں سے کوئی نوٹ بھی پڑھکر نہیں سنایا گیا بلکہ کثرت آرا سے یہ طے کر لیا گیا کہ رپورٹ اور اس کے تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بورڈ کی صرف رائے معلوم کر لیا جانا کافی ہے۔ اور چونکہ کثرت آرا شاہ صاحب کی علحدگی کے حق میں ہے لہٰذا انھیں جمعیت سے علحدہ اور بے تعلق کر دیا جائے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

عاملہ کی اکثریت نے ایسا کیوں کیا، اس کو ناظرین کی فہم و بصیرت خود ہی محسوس کر سکتی ہے۔ ہمارے لئے یہ کہنا ضروری نہیں۔ البتہ شاہ صاحب کے اس عبرت آموز عروج و زوال کے بارہ میں ہم اتنا کہہ سکتے ہیں

ع خوش درخشید ولے دولت مستعجل بود!

مذکورہ بالا واقعات پر ایک نظر شاہ صاحب کے قصۂ نامرضیہ کے بیان کرنے میں باوجود ہر سعی اختصار کے اتنی طوالت محض اس لئے ضروری سمجھی گئی کہ جمعیت کی اصلاح حال کی جو مسلسل کوششیں بعد میں کی گئیں ان سب کی بنیاد دراصل یہی واقعہ ہائلہ ہے اور اسی کے ضمن میں وہ تمام واقعات ہمدردان و بہی خواہان جمعیت کے علم میں آئے جنھوں نے انھیں سخت تشویش و تردد میں مبتلا کر دیا۔ اور جن کے بہت سے تفصیلات کو ابھی تک منظر عام پر لانا مصلحت نہیں ہے۔ تاہم اسی آئینہ میں قارئین کرام جمعیت کے ارباب اقتدار کی اس تصویر ذہنیت کو بے نقاب دیکھ سکتے ہیں۔ جو کسی بھی جمعیت سے بچنے اقدام ذلیل و فریب میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتی ان لوگوں نے بہر قیمت

قرارداد

۲۰ جنوری ۱۹۵۳ء

جمعیت علما حیدرآباد کے متعلق گذشتہ دو تین ماہ سے بعض حلقوں میں ... پریس کے ذریعہ سے بھی بعض ایسے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے جن کے بارہ میں اگر جمعیت کی پالیسی نہایت صاف اور غیر مبہم الفاظ میں واضح نہ کی گئی۔ تو اس سے جمعیت کے مفاد پر اور اس کی نیک نامی کو سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اس لئے جمعیت علمائے حیدرآباد کی مجلس منتظمہ کا یہ اجلاس یہ اعلان کرتا ہے کہ۔

۱۔ جمعیت اپنے مزاج اپنے دیرینہ روایات اور طریق کار سے انحراف کا کوئی ایسا ارادہ نہیں رکھتی جس کا نتیجہ حکومت وقت سے تصادم یا رجعت پسند اور فرقہ پرست عناصر سے کسی قسم کا ربط و تعلق سمجھا جاسکے۔ مزید وضاحت کے لئے یہ بھی اعلان کیا جاتا ہے کہ جمعیت کا مجلس اتحاد المسلمین یا کسی اور خاص جماعت کی سابقہ یا حالیہ سرگرمیوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر جمعیت کے بعض ارکان کسی جماعت سے مربوط تھے یا ہیں تو یہ ان کا ذاتی فعل ہے ایسے ارکان کو جمعیت کی پالیسی میں یا اس کے دوسرے کاموں میں دخیل نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ جمعیت علمائے حیدرآباد مقامی اخباروں اور نیوز ایجنسیوں سے بھی کسی دفتری یا مالی اعانت کے تعلق کو پسند نہیں کرتی اور نہ کسی اخبار کو جمعیت کے "آرگن" کی حیثیت حاصل ہے۔

۳۔ مولوی قاسم رضوی صاحب کی قیادت کے متعلق بعض افراد اور حلقوں کی طرف سے جو اخباری پروپگنڈہ ہوا اور ہو رہا ہے اس سے جمعیت

زیادہ مدت تک ٹالا جانا ممکن نہ تھا۔ اس لئے بالآخر ۲۰ جنوری ۱۹۵۳ء کو منتظمہ کا جلسہ رکھا گیا۔ تاہم تحریک علم اتحاد کا خدشہ بدستور موجود تھا۔ اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی آمد پر ان کی حمایت کی جو توقع تھی اس سے مایوسی ہو چکی تھی اس لئے اصلاح پسندوں کو اس سے باز رکھنے کے لئے مولانا قمر کو اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کی گئی بعض مقامی اور بیرونی عمائد کو جو آل انڈیا کانگریس کے سلسلہ میں بلائے آئے ہوئے تھے واسطہ بنایا گیا۔ مولانا قمر کے نام اس اثنا میں پہلے سے مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا ایک خط بھی آچکا تھا جس میں انھوں نے یہ خواہش کی تھی کہ "وہ حالات کو بگڑنے سے بچائیں"۔ اس لئے انھوں نے دوسرے اصلاح پسند حضرات سے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ "چوں کہ مجلس منتظمہ ہی دراصل جمعیت کی پالیسی اور طریقہ کار کی تعین کرنے والی ہیئت حاکمہ ہے اس لئے اس سے ایک قرارداد منظور کرالی جائے جس کے ذریعہ سے جو کچھ مفاسد اب تک پیدا ہو چکے ہیں آئندہ کے لئے ان سے احتراز و اجتناب کا تیقن حاصل ہو جائے"

۲۰ جنوری کو شام کے ۶ بجے یہ قرارداد انصاری صاحب کے حوالے کی گئی مولانا رؤف پاشاہ صاحب مدراسی کے مواجہہ میں جو مفاہمت کیلئے نہایت سرگرم تھے صدر جمعیت نے بجائے کسی اور کے خود کرسی صدارت سے اس کو پیش کرنے کا وعدہ کیا تاکہ تائید وغیرہ کی ضرورت بھی پیش نہ آئے لیکن ۹ بجے جلسہ کے آغاز کے وقت وہ قرارداد اپنے مخصوص حلقہ کے سامنے پیش کی۔ انھوں نے شدت کے ساتھ اس سے اختلاف کیا۔ اور اسی کو بہانہ بنا کر اس کی پیش کشی سے نجات حاصل کرلی۔ یہ ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا تاکہ تحریک عدم اعتماد کے پیش کرنے کا جو کھٹکا ہے وہ باقی نہ رہے قرارداد کا متن یہ ہے

نذدنی ہے اس پر جلسہ میں سخت ہوٹنگ اور افرا تفری مچی اور جب حالات قابو سے
باہر ہونے لگے تو مولانا قمر اور مولانا رؤف پاشاہ صاحب کی مداخلت پر وہ
تحریک روک دی گئی یہ امر حلقۂ خاص کے نوجوانوں کو نہایت شاق گذرا اور
وہ اپنے صدر صاحب کو ان کی اس بزدلی پر دھمکیاں دیتے ہوئے جلسہ سے
واک آؤٹ کر گئے۔ جنہیں بعد میں صدر نے کس کس طرح خوشامد درآمد کرکے منایا
گیا ہوگا۔ پھر جو آبا نگا رہا ہے گئے طے یہ ایک قرارداد اعتماد پیش کرا کر جمعیت
مٹانے کی سعی لاطائل کی گئی اور اگرچہ منتظمہ میں تادیبی کارروائی روک دی
گئی تھی، لیکن اب محبوب آرکس (ہمارا اقدام) میں تادیبی کارروائی کی جھوٹی
خبر چھپوا کر بھڑاس نکالی گئی۔

۲۔ ۲۰ر جنوری کے جلسہ منتظمہ میں فریب کاری و عیاری سے جو سابقہ
پڑا اس سے اصلاح پسند حضرات کو سعی اصلاح کی طرف سے سخت مایوسی ہوئی
اور انہوں نے متعدد اجتماعات منعقد کرکے اپنے ۶ر فروری ۱۹۵۴ء کے ایک
غیر رسمی اجتماع میں صدر جمعیت مرکزیہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی مدظلہ
العالی اور دفتر جمعیت مرکزیہ دہلی کو ایک قرارداد معہ ایک تفصیلی یادداشت
کے روانہ کی جس میں جمعیت حیدرآباد کے تشویش انگیز حالات بیان کرنے
کے بعد یہ خواہش کی گئی تھی کہ "چونکہ جمعیت حیدرآباد نے اب تک تنظیم کی طرف سے
نہ آئندہ وہ اس کا ارادہ رکھتی ہے اس لئے اسے تحلیل کرکے ایک ایڈہاک کمیٹی
قائم فرما دی جائے جو ایک مفصل و مکمل پروگرام کے مطابق تنظیم وغیرہ کام انجام دے اور
اس کے بعد انتخابات باقاعدہ طور پر کئے جائیں اس کے سوا کوئی دوسرا حل جمعیت
حیدرآباد کو خطرات لاحقہ سے محفوظ کئے جانے کا نہیں ہے" جمعیت مرکزیہ کے

انجا کامل برأت کا اعلان کرتی ہے۔ پیر جمعیت کے عہدہ داروں اور مجلس عاملہ سے یہ توقع رکھتی ہے کہ آئندہ پالیسی اور طریق عمل کے متعلق ہر فیصلہ مذکورہ بالا اصول کو مدنظر رکھ کر کافی غور و فکر اور کامل تعاون ذاتی و باہمی کے ساتھ کیا جائے گا۔ اخباری بیانات اور پبلک تقا[illegible] بھی ایسی پالیسی کو ملحوظ رکھا جائے گا"

اس جلسہ میں صرف یہ قرارداد دعدہ کے [illegible] پر کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ مرزا محمود الراشد بیگ اور راقم [illegible] کے متعلق ان دو ارکان منتظمہ ہی سے جو اسی جلسہ میں [illegible] کی منتظمہ یا مزد[illegible] سے ایک صاحب نے بالکل خلاف قاعدہ تادیبی کارروائی کی قرارداد پیش کرا دی حالاں کہ یہ بتایا گیا کہ یہ طریق عمل خلاف آئین ہے۔ کسی کے خلاف تادیبی کارروائی کرنا ہوتی ہے تو اس کا ذکر ایجنڈے میں کیا جاتا ہے۔ اور آپ نے ایسا نہیں کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اجازت دی گئی اور جب راقم الحروف نے اس پر احتجاج کیا کہ اگر آپ پیش کرنا چاہتے ہی ہیں تو جو الزام (ملاپ میں مضمون شائع کرنے کا) مجھ پر لگا کر اس کی سزا میں مجھے خارج کرنا چاہتے ہیں اس کے متعلق مجھے بولنے اور صفائی پیش کرنے کا موقع دیجئے لیکن کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ ملا عبد الباسط صاحب کے اس استفسار کی بھی کوئی پرواہ نہ کی گئی کہ آخر ملاپ کا مضمون سیں تو سن لیں [illegible] بیا ہے" یہ وہ اس لئے رکی گئی کہ اس میں تو کچھ تھا وہ جنہ کی باتیں تھیں اور خالی الذہن ارکان کے نزدیک یقیناً موضوع بحث و نظر اور محل سوال و جواب بن سکتی تھیں اس لئے کہا گیا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ محض ملاپ میں جمعیت کے خلاف (مجبوروں کے خلاف نہیں) کسی مضمون کا شائع کرنے والا کشتنی و گردن

سے جلسہ مجلس عاملہ اس کی مقرر کردہ تحقیقاتی کمیٹی اور ۲۰ جنوری ۱۹۵۳ء کے جلسہ مجلس منتظمہ کے ضمن میں اور ان کے پہلے اور بعد جو طرز و روش اختیار کی گئی وہ ہمارے نزدیک جمعیت علماء جیسے ادارہ کے کسی طرح شایان شان نہ تھی براہ کرم اس تحریر کو ہمارا استعفیٰ سمجھا جائے اور اس کی منظوری سے ہمیں باقاعدہ مطلع فرمایا جائے۔

اس کی ایک کاپی مع ایک نقل نوٹ کے جمعیت علمائے مرکزیہ ہند کی خدمت میں روانہ کر دی جائے گی۔

اور ایک کاپی اطلاع عام کی غرض سے پریس کے حوالہ کر دی گئی ہے۔

اس پر بھی مرکز حسب عادت خاموش رہا جمعیت حیدرآباد نے عاملہ کے مشورہ کے بعد ایک کمیٹی استعفوں پر غور کرنے کے لئے تشکیل دی جس کے ارکان ملاحظہ فرمائیے [illegible] صاحب صدر سید محمد احسن صاحب نائب صدر۔ مولوی انیس الدین صاحب ایڈوکیٹ اور [illegible] ارکین نے استعفیٰ شائع کرنے کی بجائے حسب ذیل خبر شائع کی:-

جمعیت علماء کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنے والے اراکین کا اخراج

حیدرآباد ۱۲ فروری [illegible] بذریعہ [illegible] ہمارے [illegible] کو معلوم ہوا ہے کہ جمعیت کی مجلس منتظمہ نے پچھلے دنوں جس طرح دو رہنمائے زمانہ اراکین کے خلاف تادیبی کارروائی کی تھی اسی طرح اور پانچ ارکان کو نوٹس دیا تھا کہ کیوں نہ ان کی [illegible] جمعیت کی سرگرمیوں [illegible] ان کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے۔ اطلاع ملی ہے کہ مولانا محمد جو صدارت جمعیت کے عہدہ سے [illegible] جمعیت کی مخالفت پر تل گئے ہیں اور مسٹر شیخ احمد [illegible]

صدر محترم مولانا مدنی مدظلہ العالی کو یہ یادداشت اور قرارداد بمبئی بھیجی گئی
جب کہ وہ مجلس عاملہ مرکزیہ کے اجلاس بمبئی کی صدارت کے لئے وہاں تشریف لائے
تھے۔ تاکہ اگر عاملہ میں اس تجویز کو پیش کرنے کی ضرورت محسوس کی جائے تو اس
کے سامنے بھی پیش کی جاسکے لیکن بعد میں حضرت مولانا مدنی سے ملاقات ہونے پر معلوم
ہوا کہ موصوف تک یہ قرارداد کیا کوئی چیز نہیں پہنچنے دی گئی۔ اور انہیں قطعاً
تاریکی میں رکھا گیا۔ اس کے بعد ہی ۱۱ر فروری کو پانچ ارکان عاملہ (مولانا
قمر نائب صدر، شیخ احمد صاحب خازن، حبیب حسین [illegible]، مولانا [illegible]
صاحب بی کام ایل ایل بی اور پروفیسر محمد علی صاحب) نے ایک مشترکہ استعفیٰ
جمعیت حیدرآباد و جمعیت مرکزیہ دہلی اور پریس کو بھیج دیا۔ استعفیٰ کا
متن یہ ہے۔

پانچ ارکان کا مشترکہ استعفیٰ

۱۱ر فروری ۱۹۵۳ء

بخدمت جناب سید شاہ نور اللہ حسینی [illegible] صاحب
صدر جمعیت علمائے حیدرآباد دکن۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہم نہایت ہی افسوس اور دلی اندوہ و قلق
کے ساتھ اس امر کے اظہار پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں کہ جمعیت علمائے حیدرآباد
کے تعلق سے آپ کی تشویش انگیز و تردد آفریں پالیسی، غلط طریقہ کار، گراوٹ
اور تماشائی طرز عمل کے باعث جس نے جمعیت کے وقار و متانت، دیانت
و ثقاہت کو مجروح و مطعون کر ڈالا ہے۔ جمعیت کی مجلس عاملہ کی
رکنیت سے اپنے آپ کو علیحدہ کریں اور جس انداز پر اس کے کاروبار انجام
پا رہے ہیں ان کی ذمہ داریوں سے اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھیں۔ ۱۰ر دسمبر ۱۹۵۲ء

کارروائی کی تھی ؟

کیا مستعفی ہونے والے ارکان کو تادیبی کارروائی کرنے کی نوٹس دی گئی تھی ؟

کیا آپ کے کسی معتمد نے مسئلہ استعفیٰ سے اطمینان کرتے ہوئے دخیل کم جہاں پاک ہیں کہا تھا لوگوں سے معذرت چاہتے ؟

اگر یہ تینوں باتیں صحیح نہیں ہیں (اور یقیناً دو تو یقیناً صحیح نہیں ہیں) لوکن آپ ایسا اصلاحی فریضہ محسوس نہیں فرمائے کہ ان کی تردید اسی اخبار میں شائع فرمادی جائے ؟ تاکہ اس خبر سے ناواقف جمال سلکی ارکان کے بارے میں جو تاثرات طاری ہوئے ہیں ان کا ازالہ ہوجائے یہ چیز دراصل آپ کے خود محسوس کرنے کی تھی لیکن مجھے افسوس ہے کہ آپ نے اس کا کوئی احساس نہیں فرمایا اور اپنے مسلسل سکوت سے اس سراسر غلط اور بے بنیاد خبر پر مہر تصدیق ثبت فرمائی فقط

احقر

حمید الدین احمد فاروقی

اور جب سب کمیٹی بہ تحقیق حالات کے لئے مولانا قمر کو دعوت دی گئی تو انہوں نے اس کے جواب میں مندرجہ (۱) معذرت نامہ روانہ کیا .

مولانا قمر کا خط تحقیقاتی کمیٹی کے متعلق

۳۱ فروری سنہ ۱۹۵۲ء

محترم المقام جناب صدر صاحب جمعیت علمائ

حیدرآباد دکن .

آپ کے دفتر سے جاری شدہ مراسلہ مجھے کل ملا جس میں ایک ذیلی کمیٹی کی تشکیل اور اس کے مسئلہ استعفیٰ کی سماعت کی اطلاع دی گئی ہے میرے

ایڈوکیٹ نے اس کی معقولیت تسلیم کی اور اس کی تجویز کے مطابق ایک دوسری
غیر جانبدار سب کمیٹی مقرر کئے جانے سے اتفاق کیا۔ لیکن چونکہ یہ بات
نہیں مانی گئی اس لئے صدر موصوف کے بعد انھوں نے بھی گذشتہ عاملہ سے استعفیٰ
دے دیا ادھر سب کمیٹی میں صدر و نائب صدر رہ گئے اور ان دونوں نے ملکر
بے چون و چرا استعفیٰ منظور کر لیا لیکن باوجودیکہ استعفیٰ میں اس کی بہ اصرار
خواہش کی گئی تھی کہ نتیجہ کارروائی سے مطلع کیا جائے مگر کوئی جواب آج تک
استعفیٰ دینے والے ارکان کو نہیں دیا گیا۔ البتہ مقامی پریس میں بجائے استعفیٰ
کی منظوری کے ایک بات ہی رنگ میں حسب ذیل خبر شائع کرائی گئی جس میں استعفیٰ
کا ذکر تک نہیں ہے۔ وہ خبر ملاحظہ ہو۔

جمعیت العلماء حیدرآباد سے (۴) عاملہ کے اراکین کا اخراج مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کے خلاف سرگرمیوں میں حصہ لے رہے تھے

حیدرآباد ۱۰ مارچ جمعیت العلماء حیدرآباد کے (۴) ارکان عاملہ
کو ان کی مرکز گریز اور مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کے خلاف سرگرمیوں میں
حصہ لینے کی وجہ سے جمعیت سے خارج کر دیا گیا ہے جمعیت کی عاملہ نے ان
چاروں ارکان عاملہ کی سرگرمیوں کی چھان بین کے لئے ایک ذیلی کمیٹی تشکیل
دی تھی جس نے مسلم مفاد کے تحفظ کی خاطر ان چاروں ارکان کے اخراج
کی سفارش کی تھی جسے جمعیت العلماء حیدرآباد کی عاملہ نے اپنے حالیہ اجلاس میں
منظور کیا جمعیت سے خارج کئے جانے والے ارکان میں فاضل ذکر مولانا
حمید الدین قمر اور مولوی حبیب یار الحقیقہ کے نام ہیں۔ ملاحظہ اخبار رہنمائے دکن

نزدیک مسائل متنازعہ فیہا کی تحقیق و تنقیح کے لئے کمیٹیوں کی اس نوع کی تشکیل کہ جن کے خلاف شکایت ہو انہیں کو مناط تحقیق اور مدار فیصلہ ٹھیرا جائے نہ شرعی اصول کے مطابق درست ہے۔ اور نہ کسی غیر شرعی آئین و قانون کی حیثیت سے ایسا اقدام کوئی اور ادارہ یا جماعت کرے تو شاید صرف نظر کیا بھی جاسکے۔ لیکن جمعیت کے لئے تو یہ کسی طرح بھی زیب نہیں دیتا۔

کیا یہ مستحکم طریقہ کی راستہ نہیں ہے کہ تین ارکان کمیٹی میں سے دو رکن خود صدر صاحب اور نائب صدر صاحب ہیں اور ایک اور صاحب کو برائے نام شریک کیا گیا۔ میرے نزدیک اس قسم کی غیر آئینی کوششیں مسائل کو سلجھانے کے بجائے اور الجھا دینے کے مترادف ہے چنانچہ پہلی تحقیقاتی کمیٹی (نوری شاہ صاحب والی) کا جو حشر ہوا وہ میرے اس دعوے کی بین دلیل ہے اگر تحقیق واقعات حقیقتہً مطلوب ہے تو یہ کمیٹی عاملہ کے علاوہ بالکل آزاد اور ایسے معاملہ فہم اصحاب پر مشتمل ہونی چاہئے جن کے فیصلہ پر فقط جانبین ہی نہیں بلکہ سبھی اعتماد کرسکے۔ اس خصوص میں نواب حبیب جنگ بہادر ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب نواب مقصود جنگ بہادر مولوی حبیب الرحمٰن صاحب اور مولوی ابوالحسن سید علی صاحب کے نام پیش کرتا ہوں۔ ان بزرگوں یا ان میں سے کسی تین اصحاب پر مشتمل ایک کمیٹی بنا دی جائے۔ ان حضرات کا جو فیصلہ ہوگا وہ سبھی کے لئے شائستہ پذیرائی ہوسکے گا

احقر

حمیدی قمر فاروقی۔

لیکن صدر جمعیت نے حسب عادت مستمرہ کسی تحریر کا جواب نہیں دیا البتہ معلوم ہوا ہے کہ مولانا قمر کے خط کو پڑھ کر مولوی انیس الدین صاحب

اور ڈاکٹر شوکت اللہ صاحب سے رواروی میں ملاقات فرمائی تاکہ بالکل ہی
بے مروتی نہ ہو جائے۔ پھر بھی ان حضرات نے "اڈہاک کمیٹی" کے قیام کو ناگزیر
بتایا۔ اور نظم کے بوگس ہونے کو وضاحت کے ساتھ ظاہر فرمایا۔ لیکن جواب یہ ملا
کہ تنظیم تو بڑے سے بڑے ادارہ کی عموماً بوگس ہوتی ہے۔ ۵۰ فیصد بمشکل حقیقی ممبر شپ
ہوا کرتی ہے عرض ہوا کہ "آپ ۲۵ فیصد کی حد تک ہی تنقیح کرکے دیکھ لیں
یہاں تو ۵ فیصد کا بھی ٹھکانا نہیں ہے" اس پر تو ارشاد ہوا کہ "یہ دور
جمہوریت ہے اضلاع اور بلدہ کے ارکانِ منتظمہ اگر جمع ہیں تو انہیں کیوں کر
مایوس کیا جا سکتا ہے"

ادھر یہاں دفتر جمعیت میں منتظمہ کے جلسہ کا ۱۰½ بجے سے آغاز تھا۔
اور حضرت مولانا چونکہ حیدرآباد میں پہلی مرتبہ تشریف لا رہے تھے، اس لئے
جمعیت نے ایک استقبالیہ کمیٹی بھی تشکیل دی تھی۔ اس نے اپنے مہمان عزیز کے
لئے "ویلکم" کا نگارِ جسم و ہوش کو خیرہ کر دینے والا "طلسم سوت پیکر" پورے
زور و شکوہ کے ساتھ قائم کر رکھا تھا۔ ممنون کن ساز و برگ، تزک و احتشام
اور دل و دانش رُبا گلبوسی کا اہتمام اس حد و نہایت کو پہنچا ہوا تھا کہ
بقول ایک صاحب فراست و مبصر یہ رنگ کے "مولانا پھولوں کے خوش
آئین و دل کشا، فرحت آگین و روح آسا، لطافت بہ آغوش و نزاہت انداز
بوجھ میں دب کر رہ گئے"

اسٹیرنگ کمیٹی کو جب یہ معلوم ہوا کہ مولانا بجائے ۱۸ کے ۱۹ جولائی کو
تشریف لا رہے ہیں اور آتے ہی سیدھے جلسہ انتخاب میں تشریف لے جائیں گے
اور اس طرح جن نقشوں کی تیاری اور مفصل گفتگوؤں کے بعد کسی نظم جدید

صورت حالات پر غور کر کے صدر جمعیت کے سامنے ضروری تجاویز رکھیں انہوں
نے حسب عادت ان کی تکمیل کا وعدہ بھی کیا کہ اگر ایسا کرنا تو وہ چاہتے ہی ہیں۔ لیکن
عملاً راہ اصلاحات میں ایک قدم بھی نہ اٹھایا اور نہ کبھی کوئی وعدہ پورا کیا۔
اسٹیرنگ کمیٹی کی آئینی کوششیں جمعیت تک نہ آئیں اور جمعیت مرکزیہ سے متعلق
رہ کر اس وقت تک جاری ہیں۔ جب ملک کے خدا خدا کر کے مولانا حفظ الرحمن
گذشتہ جولائی میں یہاں تشریف لائے اور اگرچہ مولانائے محترم جیسے اشک
اپنے ہر قول و عمل سے انتہائی ہی صاحب ایڈ ہاک پارٹی کی ہر حد تک باور سے متجاوز ہو کر غلط
حمایت و حوصلہ افزائی کی تھی لیکن چونکہ اصلاح پسندوں کے سامنے کوئی ذاتی
غرض یا ہوس جاہ و اقتدار نہ تھی اس لئے انہوں نے پھر اپنی دانستہ قریب
علیحدگی کی عادت کا اعادہ کیا

مولانا حفظ الرحمن صاحب بنگلور جاتے ہوئے اچانک ۷ر جولائی کو
ایک دن کے لئے حیدرآباد میں ٹھہرے اور اسی ایک دن میں نواب سعید جنگ
نواب مقصود جنگ ڈاکٹر شوکت اللہ مولوی شیخ احمد اور مولوی حبیب حسین
بالفقیہ سے بطور خاص خود جا کر ملاقات کر لی۔ مولانا محترم سے اسٹیشن پر جاتے
وقت ملاقات ہوئی اور سب سے یہی کہا کہ "میں ۱۷ر جولائی کو واپس آ رہا ہوں
اس عرصہ میں آپ حضرات جمعیت کا آئندہ کا لائحہ عمل تیار کر کے رکھیں مناسب
ہو تو ویسا کیے جداگانہ کے مطابق عمل ہوگا اور موجودہ ڈھانچہ بدل دیا جائے گا
آنے کے بعد دو تین دن تک اہم پہلوؤں پر غور و خوض کر کے سب کچھ طے کر لیں گے
لیکن جیسا کہ سب ہی کو معلوم ہے وہ بجائے ۱۷ر کے ۱۹ر جولائی کی صبح کو
۹ بجے بذریعہ طیارہ بنگلور سے تشریف لائے راستہ میں نواب سعید جنگ بہادر

نہ رہنا چاہئے کہ مولانا کا خلوص حق۔

تکلف برطرف و قصہ مختصر مولانا نے "آزردن دل دوستاں جہل است و کفارۂ یمین سہل" کی گہرائیوں گمبیر آئینوں میں گم ہو کر عندلیب بوستان بارگاہ اور آرزومندان لطف نگاہ کی دل شکنی اور مایوسی" کو رقاحت خیال فرماتے ہوئے صدارت کے واحد امیدوار علامہ افتخاری حفظ الرحمٰن البارئ عن القوارع و الطوارئ" کی فراخ پیشانی کو صدارت جمعیت کی "کلاہ کیانی" کے طرۂ عز و افتخار سے بے تامل معزز و مزین فرما دیا۔" اس تقریب مسعود و مسرت آمود پر شاعر سیراد کے الفاظ میں:

؎ حوریاں رقص کناں ساغر شکرانہ زدند

ویسی بہ تحقیق معلوم ہوا ہے کہ مولانائے محترم نے مولانا قمر کے خط کو جلسہ گاہ میں داخل ہونے سے پہلے تمام و کمال مطالعہ فرما لیا تھا چنانچہ اسی خط میں ارکان منتظمہ کے مخصوص انتخاب اور انتخاب تنظیم کے تمام ترسیمائی جلووں کو نازک تر از حباب ثابت کرنے کی جو گستاخی کی گئی تھی اس کی تغلیط و تردید حاصل کرنے کے لئے ارکان منتظمہ سے جو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے بلا واسطہ استفسار فرمایا کہ "آپ لوگوں کا انتخاب صحیح طریقہ پر ہوا ہے یا نہیں؟" ارکان منتظمہ کی طرف سے ظاہر ہے کہ چاہے وہ غلط طریقہ پر ہی منتخب ہو کر کیوں نہ آئے ہوں یہ توقع نہ ہو سکتی تھی کہ وہ اپنے انتخاب و نمائندگی کو بالخصوص جبکہ وہ نمائندہ حیثیت میں اپنے صدر کو منتخب کرنے کے لئے مجتمع ہوئے تھے بھری محفل کے اندر غلط تسلیم کر لیں گے اور اسی یقین کی بنا پر یہ استفسار غالباً کیا بھی گیا ہوگا، لیکن بعض "اہل جنت" نے سادگی سے اپنے انتخاب کی صحیح صورت حال بیان کر دی اور اس کا سلسلہ

سنا ہے کہ قمر صاحب نے مولانائے محترم کی گفتگو خاموشی کے ساتھ سنی، لیکن غالباً مطمئن نہ ہو سکے ورنہ وہ آج تک نائے رسوائے زمانہ اور بدنام عالم لوگوں کے با اقتدار گروپ کے ساتھ ان ذمہ دار عہدوں پر فائز نہ ہوتے جن کی پیشکش بالواسطہ اور بلاواسطہ انھیں کی گئی تھی اور جس کا سلسلہ اب تک جاری اور متوالی ہے۔

مولوی شیخ احمد صاحب خازن شیخ صاحب ایک کاروباری انسان ہیں لیکن اسی کے ساتھ اپنے پہلو میں ایک دردمند دل اور خدمت ملک و ملت کا جذبہ بھی رکھتے ہیں۔ جمعیت علمائے حیدرآباد کے کم و بیش چار سال تک خازن رہے ہیں۔ اور باوجود ایک کاروباری انسان ہونے کے تقریباً آٹھ ہزار روپیہ کی خطیر رقم نقد ضروریات جمعیت پر قرض حسن کے عنوان سے خرچ کر چکے ہیں اور صرف پیسے ہی نہیں آدمی موٹر اور دوسرے ان تمام ذرائع سے بھی انہوں نے خدمت جمعیت سے دریغ نہیں کیا۔ جو ان کے تحت اقتدار تھے اور بہ خدمت انہوں نے اس زمانہ میں کی جب کہ جمعیت کا مالی و سیاسی کوئی استحکام نہ تھا، اور جو لوگ آج جمعیت پر قابض ہیں وہ اس سے قریب ہوتے ہوئے بھی ڈرتے تھے جمعیت کے موجودہ نام نہاد صدر صاحب کو اس میں ابتداً لانے والوں میں سے شیخ صاحب بھی ہیں۔ لیکن بدقسمتی یہ ہوئی کہ اختیاری دور صدارت کے چند روز بعد ہی سے کچھ اچھے آثار انھیں جمعیت کے نظم و نسق میں نظر نہیں آرہے تھے۔ جس کے سبب سے انہوں نے متعدد خطوط لکھ کر مولینا حفظ الرحمن صاحب سے دلی چھوڑ کر حیدرآباد آنے کی استدعا کی کہ شاید ان کی تشریف آوری کے بعد حالات کچھ سدھر جائیں اور جمعیت کسی صحیح راستہ پر

متعدی اور متوالی ہونے ہی والا تھا کہ مولانائے محترم نے یہ کہہ کر اسے منقطع اور مسدود فرما دیا کہ بڑے اداروں میں اس قسم کی ٹیکنیکل غلطیاں ایسے معاملات میں ہو ہی جایا کرتی ہیں، بہرحال ان کی اصلاح کر لی جانی چاہئیے!! لیکن سوال یہ ہے کہ ایسی بنیادی غلطیوں کی اصلاح کی دستوری و آئینی شکل میں دراصل ہو بھی سکتی ہے۔ یعنی جہاں سرے سے رکن، بازی ہی نہ ہوئی ہو محض نامزدگی پر تمام امور کا مدار کار ہو وہاں انتخاب کا لفظ استعمال کرنا کہاں تک درست اور قرین صواب ہو سکتا ہے؟

الحاصل مولانا نے قطعی آمرانہ انداز میں ایک نامندلی چیز کو بغیر عواقب و نتائج پر نظر کئے ہوئے تبدیلی بنا دیا۔ اور ایک بالکل ہی بے بنیاد چیز کو بنیاد بنا کر نظام جمعیت حیدرآباد کے قصر و ایوان کی سر بہ ثریا عمارت بزعم خود تعمیر فرما دی ایسا کیوں اور کیسے ہوا اوسکی کوئی معقول توجیہ و تاویل پیش کیا جانا ہمارے دائرۂ فہم و دانش سے قطعاً باہر کی چیز ہے۔ قارئین کرام جو ان کا جی چاہے تاویل فرما سکتے ہیں۔

بہرکیف! اس انتخابی مہم کو سر کرنے کے بعد مولانا نے اسٹیرنگ کمیٹی (حزب مخالف) کی فی الجملہ دلجوئی کیسر بھی ضروری سمجھی مولوی حبیب حسین صاحب نالغقید سے گفتگو فرمائی۔ لیکن اس گفتگو کا اعادہ ہمارے لئے واقعات کے اس انتہائی حد تک پہنچ جانے کے بعد بھی ممکن نہیں ہے مولانا قمر سے بھی مولانائے محترم کی گفتگو ہوئی۔ اس توجیہ کے ساتھ کہ "میں نے جو کچھ کیا ہے اسکی وضاحت کے بعد ممکن ہے آپ مطمئن ہو جائیں۔ اگرچہ اپنے خط میں آپ جلسہ منتظمہ ملتوی نہ کئے جانے کی صورت میں گفتگو کو بے سود سمجھنا ظاہر کر چکے ہیں۔ ہم نے

ملاقات میں نہ صرف خود بڑی امید نظر آنے لگے بلکہ دوسرے قنوطی قسم کے حضرات کو بھی پر امید بنانے کی کوشش فرمانے لگے لیکن ۱۹ر جولائی کو جو کچھ ہوا اس نے ان کی بھی آنکھیں کھول دیں اور ان کی امید بھی یاس و قنوط سے بدل گئی تاہم انھیں یہ توقع پھر بھی باقی رہی کہ حسابات کی حد تک ممکن ہے کہ کچھ احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں چنانچہ ۱۹ر کو تین بجے جب ان کی طلبی ہوئی تو بے چارے سب کام چھوڑ کر دوڑے ہوئے گئے۔ لیکن ملا عبد السبحان نے جو اس وقت دربانی کے فرائض انجام دے رہے تھے، دروازہ ہی سے ایک غلامی انسان کی طرح انھیں یہ کہہ کر بڑھا دیا کہ "مولانا آرام فرما رہے ہیں اس وقت ملاقات نہیں ہو سکتی" انتظار میں بیٹھنا چاہا تو اس کو بھی گوارا نہیں کیا گیا مجبوراً "پھر درویش بچارے درویش" کی تسبیح پڑھتے ہوئے واپس آگئے۔ پھر شام کو دوبارہ طلبی ہوئی لیکن پھر دوسرے دن صبح آٹھ بجے پر گفتگو موقوف رہی۔ شیخ صاحب اب بھی جبکہ ہم کچھ ابتدائی ممبر بھی باقی نہ رہے تھے بعض اصلاح حال کے جذبہ کے ساتھ دوسرے دن صبح کے آٹھ بجے پھر پہنچے تو ایک گھنٹہ تو معتمد عمومی انور جان صاحب کے انتظار میں گزرا۔ خیر سے نو بجے وہ تشریف لائے لیکن اس بار بار کے تقاضوں کے باوجود کیدی نہیں لائی گئی بلکہ اس کے بجائے جان صاحب غالباً بخیال ادائے جواب وہ اعتراضات نوٹ کرنے لگے جن کا نوٹ شیخ صاحب لے گئے تھے۔ بہر حال کیدی نہیں لائی گئی اور موقع کی نزاکت کو محسوس فرما کر مولانا نے ان سے فرمایا کہ "شیخ صاحب آپ کی حیثیت محض ایک خازن کی ہے عاملہ کی رکنیت سے آپ مستعفی ہو چکے ہیں اس لئے دستوری حیثیت سے سوائے خاموشی کے ساتھ رقمی لین دین کے آپ کو اعتراض کا کوئی حق نہیں پہنچتا حسابات کے سلسلہ میں ایک

چلنے کے قابل ہو جائے

لیکن شیخ صاحب کے کسی خط کا جواب جمعیت مرکزیہ نے دینا ضروری نہ سمجھا، البتہ مولانا کے سفر جولائی سے چند روز قبل انہیں تاریخ آمد حیدرآباد سے مطلع کیا گیا اور گذشتہ خطوط کے متعلق کہا گیا کہ سب کا جواب دیا گیا ہے ڈاک کی خرابی کی وجہ سے وہ خطوط آپ کو نہ ملے ہوں گے۔" بہرحال ۱۷؍ جولائی کو ایک ایک دن کے لئے ورود حیدرآباد کے موقع پر شیخ صاحب سے مولانا کی جو ملاقات ہوئی اس میں شیخ صاحب نے دفتری معاملات میں جو مسلسل شکایات پیش آتی رہی تھے۔ سادگی کے ساتھ مولانا کو سنا دئے یہاں تک کہدیا کہ آج ۱۸؍ جولائی ہے ذرا کارروائی منگا کر دیکھ لیجئے! اواخر مئی سے آج تک ایک حرف اس میں نہیں لکھا گیا۔ پھر اس سے پہلے جو کچھ لکھا گیا اور جو کچھ آئندہ کے لئے لکھنے کی تدبیریں اور منصوبے پختہ کئے جا رہے ہیں۔ ان پر بھی ایک نظر ڈال کر اندازہ فرمائیے کہ صورت حالی کتنی افسوسناک بلکہ شرمناک ہے۔" یہ بھی کہا کہ "مارچ ۱۹۵۲ء سے میں رقمی لین دین سے بالکل بے تعلق ہوں صرف (۱۱ روپیہ) میرے پاس سلک میں باقی ہیں۔ اور مجھے "سابق خازن" کا خطاب بھی جمعیت نے دیدیا ہے حالانکہ ابھی تک جدید خازن کا انتخاب نہیں ہوا ہے اور نہ مجھے علحدہ کیا گیا ہے۔" مولانا نے جواباً فرمایا میں حسابات ضرور دیکھونگا۔ اور اس میں کسی گڑبڑ کو معاف نہیں کیا جائیگا نہ صرف یہ بلکہ آئندہ جمعیت کا نقشہ کیا ہو، اس کے بارہ میں غور و فکر کی دعوت دوسرے چند حضرات کی طرح شیخ صاحب کو بھی دی گئی تاکہ بنگلور سے واپسی کے بعد شیخ صاحب کا تیار کیا ہوا نقشہ بھی سامنے رہے۔ شیخ صاحب نے اپنی سادہ مزاجی سے ان اشارات کو جمعیت کے حق میں فال نیک سمجھا اور نتیجہ

اسباب رسوائی سے محفوظ ہو جائے۔ تاہم وہ شائع اب تک نہیں کیا گیا۔ نہ جانے
اس کے حقیقی اسباب و علل کیا ہیں، اور کیا مصالح اس میں کار فرما ہیں
یہ حقیقت یقیناً دلچسپ ہے کہ جدید خاران صاحب کو عاملہ کا رکن
نہیں بنایا گیا۔ ہم سمجھتے ہیں انہیں یہ شرف غالباً اسی تلخ تحریر کے سبب سے
نہیں عطا کیا گیا کہ رکن عاملہ بن کر کہیں وہ بھی شیخ صاحب کی طرح اعتراضات
بڑے کی گستاخیاں نہ کرنے لگیں۔

یہاں پھر ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولانا حفظ الرحمن صاحب
کی طرف سے خلاف توقع ایسا کیوں ہوا؟ بادی النظر میں تو ایسا معلوم ہوتا
ہے کہ ان تمام "اصلاح پسندوں" کی طرف سے انھیں کچھ اس بری طرح متاثر
کیا گیا تھا کہ ان کی ہر بات مفاد جمعیت کے لئے مضر سمجھ کر رد کر دی جاتی تھی!
لیکن اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو مسئلہ اتنا صاف و سادہ نہیں نظر آتا
اور نہ مولانا حفظ الرحمن صاحب! ایسے بھولے بالکل ذہن کہ سب کچھ سنائے
اور سمجھائے جانے کے بعد بھی اپنی ضد اور ہٹ پر اڑے رہیں اور ایسے کھلے ہوئے
حقائق کو پس پشت ڈال دیں کیا وہ اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ کوئی جماعت لفظاً
اپنے ماتحت افسر کار افراد کا نام نہیں ہوتی۔ بلکہ جماعت نام ہوتا ہے اس کے اصول
و مقاصد اور نصب العین کا۔ وہ اچھے ہیں تو بیشک جماعت بھی اچھی ہے۔ اور
یہ کہ مجرموں کی پردہ پوشی اور ان سے درگذر اصل میں انھیں کھلے میدان
ارتکاب جرائم کی دعوت دینے کے مترادف ہے"! پھر مولانا جیسے تجربہ کار اور
صاحب نظر کے لئے یہ بھی کچھ دشوار نہ تھا کہ ان لوگوں کی معصوم گفتگوؤں اور
تقدس نما صورتوں کے دبیز نقاب الٹ کر دیکھ لیتے کہ یہ کتنے متقی

بورڈ سن چکا ہے وہ ایسی رپورٹ مرتب کر کے شائع کرے گا۔ آپ ایسا ہرگز گفتگو نہ فرمائیں" اس طرح شیخ صاحب کی شاندار بیانی یا رجعت قہقری عمل میں آئی۔

حاصل کلام گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب شیخ صاحب نے استعفیٰ دیا تھا تو ان جیسے لوث و باصفا خادم جمعیت کو محسن جمعیت بھی ٹھاٹھاٹا اور برلا بنا دیا گیا تھا۔ اور جائے استعفیٰ کی منظوری کے ان کے نکالے جانے کا اعلان کرایا گیا تھا، اور اب اسی دردمند ملت کی مرکز کے ذمہ دار ترین عہدہ دار کی طرف سے جو عزت افزائی ہوئی وہ بھی آپ نے ملاحظہ فرمالی اور یہ سب کچھ اس جرم کی پاداش میں کہ اس شخص نے جمعیت کی نیک نامی اور اس کے وقار و مفاد کے تحفظ کی خاطر حق گوئی اور صدق بیانی سے کیوں کام لیا۔ اور عہدہ داران جمعیت کی ہر قسم کی بدعنوانیوں پر عفو و اغماض کا پردہ کیوں نہیں ڈالا۔ قوم کے مجرموں سے بغاوت کی جسارت کیسے کی اور ملت کے نام کا استحصال کرنے والوں کی نافرمانی کا تصور ذہن میں کس طرح آنے دیا

ہم اظہار حقائق میں قاصر سمجھے جائیں گے اگر یہاں اتنا اور نہ بیان کر دیں کہ شیخ صاحب سے ایک ناقابل عفو قصور یہ بھی ہوا کہ انہوں نے حسابات کے متعلق ایک نوٹ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے مرتب کیا تھا۔ لیکن جب ان کا آنا ۱۷ کے بجائے ۱۹ جولائی پر جا پڑا تو انھوں نے اسے طبع کرا ڈالا تھا۔ تاکہ مولانا کے علاوہ ارکان منتظمہ بھی اس سے مطلع ہو جائیں۔ اور ہو سکے تو اصلاح حال کی سعی فرمائیں اور جمعیت کا مزید

کو جمعیت کی نظر فریب قبا پہنانے کی رسم اصطباغ ادا فرمائی تھی آپ کا قول ملاحظہ فرمائیے۔

ایک مشورہ

"لیکن میں ایک بات آپ سے بھی کہوں گا کہ احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ جو لوگ مسلم لیگی یا مجلسی سیاست میں پیش پیش رہے ہیں۔ انھیں اب کام تو کرنا چاہئے۔ لیکن پیش پیش آنے کی سعی نہ کریں تو ملت کی بڑی خدمت ہوگی۔" (رہنمائے دکن مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۵۳ء) سے

یہ مولانا کی اس تقریر کا اقتباس ہے جو جلسہ انتخاب میں اراکین منتظمہ کے سامنے کی گئی تھی اور جو مقامی اخبارات میں ۲۰ جولائی ۱۹۵۳ء کو شائع ہوئی تھی!!

ہم سمجھتے ہیں کہ ہم ہی نہیں ہماری طرح ہر شخص مولانا کے اس قول و عمل کے مغالطہ آفریں تضاد سے واقف ہو کر سوائے تحیر و استعجاب کے سمندر میں غرق ہو جانے کے کوئی تاویل و توجیہ اس کی نہ کر سکے گا، یا پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ "مولانا کو انسانی ذہن و فکر کے "کایا کلپ" کا کوئی ایسا مجرب و تیر بہدف نسخہ معلوم ہے۔ جس کا استعمال ایسی کیمیا اثری سے حقائق کا عاجلانہ تغیر و استحالہ عمل میں لا سکتا ہے۔ اور بیک جنبش زبان "مس بے مایہ کو زر جعفری بنایا جا سکتا ہے"۔ اب رہی یہ بات کہ "یہاں مولانا کا وہ تجربہ ناکام رہا" تو مولانا فرما سکتے ہیں کہ اس میں ان کے عمل و تجربہ کا کوئی قصور نہیں تھا، خرابی جو کچھ ہے اثر قبول کرنے والوں کی نا سعید استعداد و نا اہلی کی ہے حکیم شیراز سعدیؒ نے بھی تو آخر یہی کہا ہے؎

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ✤ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

لیکن اگر کوئی یہ جواب دے کہ اسی حکیم شیراز کا یہ قول بھی تو ہے کیا

اور قسی القلب واقع ہوئے ہیں۔ اور یہ کہ یہ اپنے بھیانک جرائم و معاصی کے لحاظ سے کسی رعایت و مروت کے مستحق نہیں ہیں۔ اور نہ ان کی بدنامی جمعیت کی بدنامی ہو سکتی ہے بشرطیکہ ان کے ناسزا وجود سے اسے پاک کر دیا جائے لیکن ان تمام تلخ اور ناخوشگوار حقائق سے باخبر ہونے کے باوصف بھی نہیں کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اس کے متعلق لوگوں کو مغالطہ میں مبتلا کرنے کی سعی ناکام بھی کی۔ اور اس دھن میں انھیں اس کا خیال بھی نہ رہا کہ میرے اس طرز عمل کو دیکھکر خود میرے بارہ میں دنیا کیا رائے قائم کرے گی؟ ایک مثال ملاحظہ ہو

مولانا کا قول و عمل

حیدرآباد کا بچہ بچہ اس حقیقت سے واقف ہے کہ افتخاری صاحب ایڈیٹر ٹی نامی گرامی قسم کے کامدین اتحاد المسلمین میں سے ہیں۔ پھر جمعیت کے اورنگ صدارت پہ مستقل مسند جمانے کے سلسلہ میں انہوں نے اپنے چاروں طرف تمام تیسرے درجہ کے بچے کھچے اور منتشر اتحاد المسلمینوں کو جمع کر کے اور اس گلدستۂ اقتدار کو ہر قسم کی بیشاشت یا غیر مجلسی اشخاص کے خار و خس سے پاک کر کے اپنی دانست میں سکون و اطمینان کا مستقل سامان اپنے اور اپنی پارٹی کے لئے مہیا کر لیا ہے۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اس حقیقت سے ناواقف تھے تو حیدرآباد آنے سے پہلے اور یہاں آنے کے بعد عین انتخابات کے وقت تک ان کے سامنے یہ حقیقت نکھر ہی گئی۔ لیکن انہوں نے تنظیم و انتخاب کا عنکبوتی تار و پود بکھیر کر "اڈھاک کمیٹی" کے قیام کی طرف اقدام کرنا ضروری نہ سمجھا۔ اور بغیر کسی تامل کے افتخاری صاحب کو مسند صدارت سے مستفید بنا دیا۔ یہ ہوا مولانا کا عمل جس سے سبھی واقف ہیں۔ اب اسی جلسہ کے اندر جس میں مجلس اتحاد المسلمین

جمعیت سے مستقبل کی صورت گری کی کوشش کی جائے گی" یہ پارٹی وہی صورت گری کرنے والی پارٹی تھی۔ لیکن حسن اتفاق سے "صورت گری" اس سے پہلے ہی ہو چکی تھی اسلئے یہ اجتماع اس زحمت سے تو بچ گیا۔ لیکن اس اجتماع میں مولانا نے مختصر سی تقریر فرمائی۔ اور اس کے ضمن میں جمعیت کے انتخابات پر جو اعتراضات مختلف گوشوں سے ہو رہے تھے۔ یا ہو سکتے تھے انکی صفائی پیش کرنا مناسب سمجھا۔ قاعدہ کے مطابق جوابی تقریر فرزند دکن بیرسٹر اکبر علی خاں صاحب نے کی" اور دیانت داری کے ساتھ [illegible] جمعیت حیدرآباد کی اس پالیسی کا تجزیہ کر کے دکھلایا جو مآل کار مسلمانان دکن کے لئے سخت خطرات کا موجب ہو سکتی ہے" جواب الجواب میں [illegible] کا لہجہ تلخی اور ناگواری سے محفوظ نہ رہ سکا اور اسی فضا میں یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا

یہاں یہ تمثیل بیشک ختم ہو گئی۔ لیکن اس کے اور کردار

کے بارہ میں ہمیں ابھی آپ سے کچھ کہنا ہے اور ان سے ان کے شاہکار کارناموں کے ذریعہ سے آپ کے متعارف ہونے کی رسم انجام پانا ہنوز باقی ہے اور اسی پر ہمارا کنایہ تحریر یہ سردست ختم ہو جائے گی

جمعیت حیدرآباد افتخاری دور صدارت میں چند شاہکار خدمات

حکومت اور کانگریس سے ربط و تعاون

یہ بات ابتداء ہی میں بیان کر دی گئی ہے کہ جمعیت کو ملک کی کسی جماعت سے اس قسم کا کوئی ربط و تعلق اصولاً نہیں ہے جس کے سبب سے اسے کسی جماعت کا ضمیمہ یا کاسہ لیس کہا جا سکے۔ یہ اپنے اغراض و مقاصد اور

مولانا اس سے واقف نہ تھے کہ ؎

زمین شور سنبل بر نیارد ٭ درو تخم عمل ضائع مگرداں
نکوئی با بداں کردن چنانست ٭ کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

المختصر حقائق واقعات کا یہ تضاد و تصادم بظاہر ناقابل رفع نظر آتا ہے۔ لیکن در اصل ایسا نہیں ہے تاہم اس مرحلہ پر اس سے زیادہ کچھ عرض کرنا ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ٭ ورنہ در محفل رندان خبرے نیست کہ نیست

قارئین کرام انتظار فرمائیں اگر ہماری یہ پہلی کوشش خدا نا کردہ ناکام رہی تو مجبوراً ہم اُن تمام مصلحتوں اور مضرتوں سے قطع نظر کر کے جو مولانا کے اس طرز عمل سے صرف جمعیت اور بالواسطہ مسلمانان حیدرآباد ہی کو نہیں تمام نظام جمعیت اور مسلمانان ہند کے مفاد عامہ کو احاطہ کئے ہوئے ہیں بے کم و کاست واضح کر دیں گے کہ پھر اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں رہے گا سردست اسی پر قناعت کی جاتی ہے!

نواب احمد نواز جنگ کی ٹی پارٹی

مولانا کے زیر نظر دورہ حیدرآباد سے جس ڈرامہ کا آغاز ہوا تھا اس کا آخری سین وہ عصرانہ تھا جس کی مختصر روداد یہ ہے کہ جمعیت حیدرآباد کے مستقبل کی صورت گری کے لئے جن نقشوں کی تیاری مولانا نے مختلف حضرات سے متعلق کی تھی ان میں نواب مقصود جنگ بہادر بھی تھے۔ نواب صاحب نے مولانا کے سامنے یہ تجویز رکھی تھی کہ "آپ کی بنگلور سے واپسی کے بعد دوسرے دن عمائد شہر کا ایک اجتماع منعقد کر کے سب کی رائے مشورہ سے

بے اتفاقیوں پر دوستانہ و مخلصانہ گلہ و شکوہ، نقد و تبصرہ کرنے کی جمعیت
سے بڑھکر شاید ہی کوئی جماعت بیباکانہ حق رکھتی ہو۔ جمعیت حیدرآباد نے کبھی
اس میں کبھی کم نگاہی نہیں برتی تھی۔ اور نہ کبھی اس نے مسلمانوں کے حقوق
و مفادات کے تحفظ میں کسی کوتاہی کو جائز رکھا تھا کہ اس طرح حکومت کو خوش
اور کانگریس کو مسرور کیا جاسکے ۱۳ر اکتوبر ۱۹۴۸ء سے ۵ر اکتوبر ۱۹۵۲ء کے چار
سالہ طویل زمانہ میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں بتایا جاسکتا جو جمعیت حیدرآباد
کو کسی کوتاہی، مداہنت اور فرض ناشناسی کا مجرم ثابت کرسکے

لیکن ۵ر اکتوبر ۱۹۵۲ء سے آج تک (مجاری انڈ پارٹی) نے اس خصوص
میں جو کچھ کیا اور کہا ہے اس سے غالباً حیدرآباد کا ہر پڑھا لکھا انسان واقف
ہے۔ تاہم چند موٹی موٹی مثالیں محض تکمیل ضابطہ کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ سب سے بڑی اور مہلک غلطی محض ہوس شہرت و نام آوری میں
یہ کی گئی کہ مشہور مسلم دشمن فرقہ پرست نیوز ایجنسی (دکن نیوز) کو جمعیت کے شعبہ
نشر و اعلان کا مختار کل بنا دیا گیا۔ اور اس نے حکومت و کانگریس کے خلاف
اظہار عناد و شقاق میں کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھی۔ اپنے اس طرز عمل سے اس نے
اگر ایک طرف حکومت کے خلاف جو کینہ و عداوت کے جذبات اس کے دل میں
تھے ان کی آگ کو ٹھنڈا کیا تو دوسری طرف جمعیت علماء کی اینٹ سے اینٹ بجا دی
جو اس کی زندگی کا ایک مخصوص مشن تھا اور جس کا اظہار اس کے کار پرداز بہ
اوقات مختلف کرتے رہے تھے۔ دکن نیوز کے اس طرز فکر و اسلوب عمل کا ایک
طویل و مسلسل پس منظر ہے۔ مستقل اسباب و عوامل اس کے محرک ہیں جن کی
تفصیلات میں افسوس ہے کہ اس وقت ہم نہیں جاسکتے

حقیقی نصب العین کے لحاظ سے اپنا مستقل اور منفرد وجود رکھتی ہے اور آزادی
کے ساتھ اپنے اغراض و مقاصد کی تکمیل میں ہمیشہ سرگرم عمل رہتی ہے لیکن
اسی کے ساتھ ساتھ اسے کسی جماعت سے کوئی حریفانہ اور معاندانہ ادعا بھی نہیں
ہے اس لئے کہ یہ خالص اسلامی اور مذہبی جماعت ہے۔ اور اسلامی اصول
کے لحاظ سے اس کا طریق کار تمام جماعتوں کے ساتھ صلح و آشتی اور باہمی تعاون
واشتراک عمل کا ہے۔ بالخصوص ملک کے تمام عمومی اور مشترک امور میں البتہ
کانگریس نے چونکہ آزادی وطن کی جنگ میں سب سے زیادہ نمایاں حصہ لیا ہے
اور دوسری ہر غیر فرقہ پرست جماعت (سوشلسٹ یا کمیونسٹ وغیرہ) اس وقت
کانگریس ہی سے وابستہ رہ کر کام کر رہی تھی اس لئے جنگ آزادی کی حد تک
جمعیت نے بھی کانگریس ہی کے ساتھ مل کر ساطران فرنگ کے خلاف اپنی بساط
سے کہیں بڑھ کر حصہ لیا۔ اور اسی قدیم تعلق کی بنا پر اور اس لئے بھی آج کل یہی
جماعت برسر اقتدار ہے۔ اور مسلمانوں کے مخصوص ملی مسائل میں کانگریس حکومت
ہی سے نہیں خود کانگریس سے بھی قدم قدم پر تعاون کی ضرورت محسوس ہوتی
ہے خاص طور پر حیدرآباد و بالخصوص اس کے اضلاعی علاقوں میں تو کانگریس
کے تعاون کے بغیر عموماً کوئی کام کرنا سخت دشوار ہے۔ اور اس حقیقت سے
اضلاعی مسلمان بخوبی واقف اور باخبر ہیں اور یہ وقتی حالات ہی کا تقاضہ نہیں
بہرحال و بہر جہات اس کی ضرورت ناگزیر و ناقابل انکار ہے۔ یہ ایسی ضرورت
ہے کہ دوسری جماعتیں حتی کہ کمیونسٹ جیسی حریف مقابل کی حیثیت رکھنے
والی جماعت بھی حکومت وقت کے ربط و تعاون کے بغیر اپنے نظام کار کو
برقرار نہیں رکھ سکتی۔ البتہ حکومت کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے بے پروا

فطرت آشنا روشہرت ناپائیدار حاصل ہوسکتی ہے۔ اور ہلدی پھٹکری لگے بغیر ہی رنگ چوکھا آسکتا ہے۔

۳۔ ان دو بنیادی خرابیوں کے علاوہ ان کے بعض افتراقات ملاحظہ فرمائیے۔ "اخبار "ہمارا اقدام" مورخہ ۱۴ر فیبوری ۱۹۵۳ء سے"

جمعیت علمائے حیدرآباد ــ کانگریس کے اشارے پہ ناچنے والی عورت نہیں!

جمعیت کے ایک ذمہ دار ترجمان کا بیان

حیدرآباد۔ ۱۴ر فیبروری "ماڈرن نیوز" کے خصوصی نامہ نگار نے جمعیۃ العلماء کے ایک ذمہ دار ترجمان سے آج استفسار کیا کہ مستعفی شدہ ارکان کے استعفیٰ کا پس منظر کیا ہے ترجمان نے بتلایا کہ جمعیۃ العلماء کی نئی قیادت کے خلاف ایک منظم سازش کا سلسلہ جاری ہے چنانچہ مولینا راشد بیگ نے کانگریسیوں سے گٹھ جوڑ پیدا کر کے ایک نئی انجمن جماعت المسلمین کا قیام عمل میں لایا جس کے وہ بیک وقت صدر معتمد اور عاملہ بھی ان ہی کی شخصیت میں ضم ہے۔ جمعیت کے موجودہ صدر مولینا افتخاری کانگریس کے جو کھٹے ہیں نہیں بیٹھ سکتے ان کا قصور صرف یہ ہے کہ انہوں نے "امن کمیٹی" کے کئی جلسوں کی صدارت کی ہے اس لئے یہ اندیشہ کیا جا رہا ہے کہ مولینا افتخاری جمعیۃ کو "محاذ" کی طرف جھکا نہ دیں۔ ترجمان نے بیان کو ختم کرتے ہوئے بتلایا کہ مولینا نور اللہ حسینی افتخاری کا صدارت پر انتخاب مولینا حفظ الرحمن کی موجودگی میں عمل میں آیا ہے اور جمعیۃ العلماء ہند کی پالیسی کے مطابق ہے نہ کہ کانگریس کے اشارے پہ ناچنے والی جماعت ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ مستعفی شدہ ارکان اس قسم کا انتشار پیدا کر کے

۲۔ حکومت کے خلاف کھلم کھلا اور بے عنان ہو کر لکھنے والا اور جمعیت
کی موجودہ روش کے ساتھ دینے والا کوئی سنجیدہ و فہمیدہ اخبار بنا ہے
کہاں ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس نے ایک نوزائیدہ اخبار "ہمارا اقدام" کو اپنایا
اور اس نے جمعیت کے مخصوص آرگن کی حیثیت اختیار کر لی۔ یہ اخبار چند ایسے
نوجوانوں کے ہاتھ میں ہے جو اس "سستی گرم بازاری" کے لئے اشتعال انگیز سرخیوں
اور "کسی زید کی للکار" "کسی عمر کی گھن گرج" جیسے نعروں کے سوا کوئی مطمح نظر
نہیں رکھتا۔ ہر رنگ حکومت کے خلاف چیخ پکار اس کا شیوہ ہے اور سرکار کو
گالیاں دینا اس کا مرغوب و دلچسپ مشغلہ۔ مسائل کو سنجیدہ اور تعمیری انداز
میں بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔ لیکن بے شعور پبلک کو وہ تسکین ذوق کیونکر
حاصل ہو سکے گی جس کا اسے مدت سے چسکا لگا ہوا ہے اور اخبار کیونکر بکے گا
جیسا کہ اس کے بکنے کا یہ مال مسالہ اس میں نہ ہوگا۔ افتخاری صاحب بھی اس
سے زیادہ کچھ نہیں چاہتے کہ پبلک کو ایسے ہی نعروں اور للکاروں سے بے وقوف
بنایا جاتا رہے۔ اور انہیں کی طفیل میں اس سے استحصال کا سلسلہ برقرار رہے
لیکن اس طرح مسلمانوں کے مسائل کو وہ کہاں تک آگے بڑھا سکیں گے اور اس کے
نتیجہ میں وہ حکومت سے کیا پا سکیں گے، انہیں اسے کوئی غرض و مطلب
نہیں۔ انہیں ناموری، شہرت اور پیسہ، وہ سمجھتے ہیں کہ اس کے بغیر انہیں میسر
نہیں ہو سکتا یا پھر سخت کاوش و مشقت کے بعد اس کا حصول ممکن ہے اسکے
واسطے وہ اور ان کے ساتھی مسند عیش و تنعم چھوڑ کر کیسے آمادہ ہوں گے؟
بگڑی ہوئی عادتیں یکدم کیسے اصلاح پذیر ہو جائیں؟ سہل انگاری و راحت پسندی
کو کس طرح مفاد ملت پر قربان کر دیا جائے جب کہ اس کے بغیر بھی سستے داموں

کانگریس سے اپنی بیزاری کا اظہار ضروری سمجھا گیا ہے اور ترقی پسندوں کی طرف اپنا رجحان بھی ظاہر کیا گیا ہے۔

حالاں کہ ترقی پسندوں سے ان تنگ نظر تنگ حوصلہ غرض کے بندہ اور موقع پرست آرام طلب انسانوں کو کیا تعلق ہے۔ پھر جو کچھ کہتے ہیں یہ بھی نہیں سمجھتے کہ اسی میں اس کی تردید بھی موجود ہے۔ کہتے ہیں کہ "مستعفی ارکان جمعیت کو کانگریس کا ضمیمہ بنانا چاہتے تھے" کب؟ جب کہ آپ کا دور صدارت ہے اور جب ان کا دورِ صدارت تھا اس وقت انھیں ایسا کرنے کا خیال نہ آسکا۔ اس لئے کہ اگر انھوں نے ایسا کیا ہوتا تو دلیل و شاہد کے طور پر اس دعوے کے ساتھ وہ بھی پیش کیا جاتا۔ کتنے ناسمجھ اور کم نظر تھے یہ مستعفی ارکان بھی کہ اپنے زمانہ میں جو نہ کیا یا نہ کر سکے اب افتخاری دور میں کرنا چاہتے تھے لیکن شاید اس کا سبب ان کا یہ خیال ہو کہ افتخاری صاحب اینڈ پارٹی نے انتخابات منعقدہ کے زمانہ میں کانگریسی امیدواروں کے لئے کافی ڈھول پیٹ کر پروپگنڈہ کیا تھا۔ اس لئے یہ تو پکے کانگریسی ہیں لاؤ جو اپنے زمانہ میں نہ کر سکے تھے ان کے زمانہ میں کر ڈالو۔ ایسے بہرے کے ذمہ دار یہ ہوں گے۔ ہم ملوہ بیچ جائیں گے" لیکن ان کم عقلوں نے اتنا نہ سوچا کہ وہ پروپگنڈہ کانگریس کے لئے کس احمق نے کیا تھا وہ تو محض ذوقِ قیادت کی تکمیل تھی جس کے ساتھ ہزاروں کی تھیلیاں مالِ غنیمت کے طور پر لازماً حاضر ہو ہی جایا کرتی ہیں۔ اور ایسے مواقع پر ترقی پسندانہ خیالات کے دعوے بھی کچھ دنوں کے لئے خوابِ پریشاں اور گلدستۂ محراب نسیاں بن ہی جایا کرتے ہیں۔ آئندہ بھی انتخابات آنے دیجئے! پھر کانگریس کے لئے رضاکارانہ خدمات حاضر کر دی جائیں یہ خدمات ترقی پسندوں کو بھی مل سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کے بجٹ اور بینک بیلنس

اپنی جماعت کو کانگریس کے پیروں میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ جس کے مولانا اختیاری مخالف ہیں (ماڈرن نیوز)

"اخبار "ہمارا اقدام" ۳۱ر مارچ سنہ ۱۹۵۳ء سے

جب تک میں صدر ہوں جمعیۃ العلماء کانگریس کا ضمیمہ نہیں بن سکتی

جمعیۃ سے الگ ہونے والے ارکان جمعیۃ کو کانگریس کا ضمیمہ بنانا چاہتے تھے مولانا اختیاری کا بیان

حیدرآباد۔ ۳۰ر مارچ صدر جمعیۃ العلماء حیدرآباد مولینا نوراللہ حسینی اختیاری سے ماڈرن نیوز کے نمائندہ نے استفسار کیا کہ آئے دن جو استعفے پیش ہو رہے ہیں اس کا پس منظر کیا ہے۔ مولانا نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ جمعیۃ العلماء مظلوم مسلمانوں کے مسائل کو حل کرنے کے لئے ہر وقت کوشش کرتی رہی ہے حکومت یا کسی جماعت سے اس کے ٹکراؤ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا لیکن مستعفی شدہ ارکان کی اکثریت اس خیال کی حامی ہے کہ جمعیۃ العلماء کانگریس کا ضمیمہ بن کر رہ جائے لیکن جمعیۃ العلماء حیدرآباد کی موجودہ پالیسی یہ ہے کہ وہ جماعتی سیاست سے بالاتر ہو کر مسلمانوں کی خدمت کرے۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ یہ ہو سکتا ہے کہ میں جمعیۃ العلماء کا صدر نہ رہوں۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ جب تک میں صدر ہوں جمعیۃ العلماء کانگریس کا ایک ضمیمہ بن کر رہ جائے (ماڈرن نیوز)

یہ گمان غالب ذمہ دار ترجمان ملا علیہ السبحان نے سوائے اس سفید جھوٹ کے کہ اختیاری صاحب کا صدارت پر انتخاب مولینا حفظ الرحمٰن صاحب کی موجودگی میں عمل میں آیا ہے جو بے ضرورت و بے محل بھی ہے وہی کچھ کہا ہے جو اختیاری صاحب نے خود کہا ہے۔ یعنی مستعفی ارکان کے استعفوں کا سہارا لیکر

لیکن عام طرز فکر چوں کہ اس سے کوئی لگّا نہیں کھاتا اور عوام غریبی
کے لئے کوئی دوسرا اس سے سستا اور زود اثر نسخہ ہاتھ نہیں آتا اس لئے
اخلاص و تعاون کا کوئی جذبہ جانبین کے دلوں میں باقی نہیں ہے اور نہ ان
حالات میں حکومت اپنے اعتماد و تعاون کو ان ناعاقبت اندیش لوگوں پر
ضائع کرنا پسند کرتی ہے اس کا افسوسناک حاصل و نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں
کے مسائل و مشکلات کے حل اور حقوق و مفادات کے تحفظ و صیانت کا
جو چھوٹا موٹا سہارا اس ادارہ (جمعیت) کی شکل میں انھیں حاصل تھا،
اب وہ اُس سے بھی محروم ہو چکے ہیں۔ اور یاس و حرماں گویا ان کی تقدیر بن
کر رہ گیا ہے۔

ہمارا یہ بیان واقعات و حالات کے اس موڑ پر غالباً کسی دلیل کا
محتاج نہیں ہے۔ اور نہ اس کی کوئی مزید وضاحت ضروری ہے۔ ہر عالم
و عامی اس کو بخوبی سمجھنے لگا ہے۔ اور اگر کچھ لوگ اب تک بھی نہیں سمجھ
سکے تھے تو وہ اب ہماری اس مختصر سی گزارش کے بعد اچھی طرح سمجھ جائیں گے

تنظیم جمعیت

۵ر اکتوبر ۱۹۵۲ء کو جمعیت کی عنان اقتدار ہاتھ میں لینے
کے بعد دو کام افتخاری صاحب کو انجام دینا تھے، تنظیم
اور فراہمی مواد باز آبادکاری۔ تنظیم جمعیت کے نام سے تین ہزار کلدار (۳۰۰۰)
حالی کی رقم مرکز جمعیت دہلی سے وہ بعنوان قرض لائے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ ہنگامی
حالات میں شبانہ روز مشغولیت کے باعث اب تک اس کی تنظیم نہ ہو سکی
تھی، مولانا قمر کے دور صدارت میں بھی شعبۂ تنظیم کے نائب صدر افتخاری صاحب
اور داعی ملا عبدالسبحان تھے تنظیم ایک مشقت طلب کام ہے ان دونوں حضرات

میں ان مقدس اور بے ریا و دولتانہ خدمات کے مذکورہ بالا حقیر معاوضہ اور ہدیہ اور نذرانہ کی ارادت مندانہ گنجائش نکل سکے لیکن افسوس ہے کہ ایسا ہونا ذرا دشوار ہی نظر آتا ہے یعنی وہ جو کسی نے کہا ہے "تیلی کے گھونسلے میں ماس کہاں ہوگا" کا مصداق اس سے بہتر اور کہاں ہو سکتا ہے۔ اور جہاں میکسیملسٹس کی دیگ ہی سرے سے غائب ہو وہاں ہر دو کی چمچوں کا کیا کام؟

پھر ترقی پسند لوگ ایسا روگ عموماً نہیں پالتے اور نہ ایسی تیغ[عسہ] اپنے پیچھے لگانا انھیں پسند ہے۔ یہ تو کانگریس ہی ہے جس کے کیمپ میں ہر جنس بھی کھپ جاتے ہیں۔ اور جس کے "دہ در دہ" تالاب میں ناپاک بھی پانی کا پیدا اور فاضل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

بہرحال کانگریس اور حکومت کے تعلق سے خداوندان جمعیت کا جو رویہ ہے وہ اگرچہ کسی سیاسی کردار و اصول کی بنیاد پر استوار نہیں ہے۔ اور اسی لئے اس میں کبھی کبھی الفاظ و عبارت کی حد تک حکومت کی وفاداری و عقیدت شعاری کے جھول بھی پڑ جایا کرتے ہیں۔ تمرد و فرقہ پرستی کے عمیق سمندر کی ساکن سطح پر دو چار موجیں اطاعت و نیشنلزم کی بھی کبھی کبھی نظر آ جایا کرتی ہیں۔

عسہ۔ محبی نواب کراچی کے ایک ثقہ بزرگ نے بتایا کہ: وہاں گدھا گاڑیوں کا عام رواج ہے جن میں دو گدھے جوتے ہیں، ایک گاڑی کو کھینچتا ہے اور دوسرا یوں ہی کوتل اس کے ساتھ ساتھ دوڑتا ہے اس "یونہی والے کوتل گدھے" کو وہاں تیغ کہتے ہیں یہ ایک قدیم لغت کی بہ جدید تشریح کس قدر دلچسپ و دل آویز ہے۔

سے انتخابی بورڈ کی بلا بھی مسلط کر دی تھی۔ اس بورڈ کے پروگرام کے مطابق
اور اس کی نگرانی میں تنظیم و انتخاب تو اور بھی اندیشہ ناک تھا۔ اس لئے
انھوں نے تنظیم کے پروگرام کو ذہن و فکر سے بالکل ہی خارج کر دیا اور
اس کے بجائے ایسے کسی سہل ذریعہ شہرت و کار فرمائی کی جستجو کی جس کی
ہما ہمی میں تنظیم وغیرہ کا تصور نابود ہو کر رہ جائے اور وہ چیز انھیں
"باز آباد کاری" کے عنوان میں حاصل ہو گئی اور چونکہ تنظیم ایک بھولا بسرا
خواب بن چکی تھی اس لئے مرکز سے جو روپیہ اسی مقصد کے لئے لائے تھے
وہ نومبر کے آخر تک یعنی ڈیڑھ ماہ کے اندر ہی تمت بالخیر کر کے رکھ دیا۔
اسی اثنا میں نوری شاہ صاحب کا سانحہ جانگزا پیش آ گیا اور انکے
وجود سے انصاری صاحب کو اپنے استقلال صدارت کے جو توقعات وابستہ
تھے وہ بھی نسیاً منسیا ہو کر رہ گئے۔ البتہ پریس پلیٹ فارم اور نجی ملاقاتوں
میں تنظیم کے عنوان سے دھاک بٹھانے کے لئے رکنیت کے فارم ضرور چھپوا کر
جہاں تہاں تقسیم کرا دئے جن کی تعداد ۱۲ ہزار سے ۲۵ ہزار تک سننے
میں آئی ہے۔ اس سلسلہ میں دو چار سرسری باتیں عرض کیجاتی ہیں انکی
سماعت پر اس مسئلہ کو موضوع بحث سے خارج فرما دیجئے۔

۱۔ تنظیمی بورڈ جو دلی میں بنا تھا نہ اس کا کوئی جلسہ ہوا نہ اس کے
بجائے کسی دوسرے بورڈ کے تشکیل دئے جانے کا کوئی اعلان ہوا کوئی
خانہ ساز بورڈ ممکن ہے برائے نام بنا ہو جو قابل اعتبار نہیں سمجھا
جا سکتا۔

۲۔ تنظیم بلدہ کے سلسلہ میں دو ایک اجتماع دفتر جمعیت میں ہوئے

نے اس کی طرف ادنیٰ توجہ بھی مبذول نہ کی اور ایک گوشہ تنظیم کے نام سے کرسیٔ صدارت حاصل کرنے کے جوڑ توڑ کرتے رہے لیکن سوئے اتفاق سے اس میں اس وقت کامیابی نہ حاصل ہو سکی۔ اب جب کہ خود صدر ہو چکے تھے اور ایک معقول و معتد بہ رقم بھی اس مقصد کے لئے مہیا ہو چکی تھی ان کا فرض تھا کہ کشادہ دلی کے ساتھ پراگندہ و منتشر مسلمانوں کی شیرازہ بندی کرتے اور ایک مناسب پروگرام بنا کر ضروری لٹریچر طبع و تقسیم کرا کر مسلمانوں کو تنظیم و اشتراک عمل کی دعوت دیتے۔ جمعیت کے اغراض و مقاصد اور اس کے پروگرام کی اہمیت وافادیت سے انھیں واقف کرتے اور اس طرح جمعیت کے تعمیری پروگرام کی راہ ہموار کرتے جو تعلیمی اور معاشی حیثیت سے مسلمانوں کو مرکزیت اور وحدت فکر و عمل سے بہرہ مند کرنے کا موجب ہوتا۔ اور اس کے واسطے ان بارہ ۱۲ شعبوں کو متحرک و کارفرما بنایا جاتا جو مولانا قمر نے اپنے دور صدارت میں کافی غور و مشورت کے بعد قائم کئے تھے

لیکن یہ حقیقت نہایت افسوسناک ہے کہ "اختیاری ایڈ ہاک پارٹی نے غالباً پہلے ہی یہ طے کر لیا تھا کہ وہ کام کی زحمتوں میں مبتلا ہونے کے بجائے صرف کاموں کا نام لے لے کر پروپگنڈہ کریں گے اور اسی سے عوام الناس کے سامنے اپنا لوہا منوالیں گے۔

" ناقاعدہ اور بے روک ٹوک تنظیم میں اس کا بھی اندیشہ تھا کہ اپنے ڈھب کے ارکان منتظمہ شاید نہ آسکیں اور مستقل انتخاب صدارت کے لئے یہ اندیشہ بڑے خطرہ کی بات تھی۔ ادھر مرکز نے ایک نمائندہ وفد

وہ جمع ہوئے ان کے نام فارموں پر لکھ لئے گئے۔ اور تنظیمی مہم پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔

۱۴۔ ایک نادر تنظیمی لطیفہ

۱۸ جولائی ۱۹۵۳ء کو افتخاری صاحب مع اپنے اعوان و انصار کے سکندرآباد کی جامع مسجد پہنچے، پروفیسر محمد علی صاحب تفسیر کا درس دے رہے تھے، بیک واسطہ ان کا بیان ہے کہ ان آنے والوں نے حاضرین درس سے خطاب کیا کہ سکندرآباد میں ہماری شاخ نہیں ہے (حالانکہ تھی اور ہے لیکن اس کا صدر بدقسمتی سے راقم الحروف واقع ہوا ہے، اور یہاں سے نمائندگی کا حق دار ہی کیا ہے کیونکہ یہیں سے ارباب خیر اور اصحاب قصر و ایوان اسی میں رہتے ہیں) اس لئے آپ سب حضرات ہمارے ارکان ہیں اور مولانا (محمد علی صاحب) آپ کے صدر، پھر مولانا سے گزارش کی گئی کہ کل انتخاب صدارت کا جلسہ ہے آپ سکندرآباد کی شاخ کے صدر اور ہمارے رکن منتظمہ کی حیثیت سے جلسہ میں تشریف لاکر انتخاب میں حصہ لیں، چنانچہ مولانا جلسہ انتخاب صدارت میں تشریف لے گئے اور نہ صرف صدر جمعیت حیدرآباد کے انتخاب میں آپ نے حصہ لیا بلکہ نائب صدارت کا عہدہ بھی آپ کو تفویض کیا گیا۔

اس لطیفہ کا تتمہ یہ ہے کہ مولانا محمد علی صاحب نے اپنے تدین و تقدس کے تقاضے سے مجبور ہو کر اپنی رکنیت کی صورت حال جلسہ منتظمہ میں اس وقت بیان کر دینا چاہی جب کہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے تمام ارکین منتظمہ سے ان کی رکنیت کے بارہ میں یہ استفسار فرمایا تھا کہ وہ صحیح ہے یا غلط؟ لیکن مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے پروفیسر صاحب کو

لیکن ان میں صرف وہی مجلسی و رکریا خالی الذہن حضرات بلائے گئے جن کو بلانا بے ضرر سمجھا جا سکتا تھا۔ سابقہ کارکنوں یا قوم پرورانہ جذبہ رکھنے والوں کو بلانے کی غلطی کبھی سرزد نہیں ہوئی۔ لیکن واقعات شاہد ہیں کہ ان لوگوں نے بھی جنہیں بلایا گیا تھا کوئی کام تنظیم کا انجام نہیں دیا۔

۳۔ حفیظ الرحمٰن مجتبیٰ صاحب کو بمشورہ مرکز اسی مقصد تنظیم کی تکمیل کی خاطر بلایا گیا تھا۔ وہ کم و بیش چار ماہ یہاں رہے ماہانہ ۱۵۰ کلدار ان کی تنخواہ تھی لیکن بھول کر بھی ان سے کوئی کام تنظیم کا نہیں لیا گیا۔ اور ملت برباد کی گاڑھی کمائی کا سینکڑوں روپیہ ان کی تنخواہ کے نام پر بھینٹ چڑھا دیا گیا۔

۴۔ کسی بھی اخبار کے فائل اٹھا کر دیکھ لیجئے! اکتوبر ۱۹۵۲ء سے مارچ ۱۹۵۳ء تک رکنیت سازی کی مدت تھی اس مدت میں اضلاع تو کجا بلدہ میں بھی آپ کو دو چار اٹی سی خبروں کے سوا کوئی خبر تنظیم و رکنیت سازی کے متعلق نظر نہ آئے گی۔ پھر جولائی کے مہینہ میں علی ہذا اس وقت جبکہ انتخابات سر پر آگئے تھے بے موسم آپ کو مسلسل تنظیم و انتخاب کی خبریں اخبارات کے صفحات پر نظر آئیں گی جو ان کے پوکس ہونے کی واضح و روشن دلیل ہے۔

۵۔ اضلاع پر تنظیم کی جو شان رہی ہوگی اس کا اندازہ تو آپ خود فرمالیں! البتہ بلدہ کے اندر جس اسلوب بدیع پر دو ایک جگہ رکنیت سازی کی مہم چلائی گئی وہاں یہ ہوا کہ ایک جلسہ عام کا اہتمام کیا گیا کچھ حضرات لیڈروں کا تماشا دیکھنے جمع ہوئے اور اس جرم میں کہ

بہرحال اگر صداقت پر آ ذیب تو قتل عام کرنے والا ہوں از نور عجائب شاہ صاحب کے اس تحریری بیان کا ایک ٹکڑا جو انہوں نے تحقیقاتی بورڈ کے سامنے پیش کیا تھا۔ قتل عام کے ادہم سے تمام غیر مجلسی ارکان کو جمعیت کے رابطے سے قطع تعلق کر دینا تھا اور اس میں شک نہیں کہ انہیں انہوں نے اپنے وسائل و ذرائع سے پوری کامیابی حاصل کی۔ بالکل دوسری بات ہے کہ اس کامیابی کو کامیابی کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟

بازآبادکاری

حکومت حیدرآباد کے سیاسی انقلاب کے نتیجہ میں اضلاع حیدرآباد کے مسلمانوں پر جو کچھ گذری اور جس تباہی و بربادی سے انہیں دوچار ہونا پڑا اس کی تلافی و تدارک کے لئے جمعیت حیدرآباد ابتدا ہی سے کوشش کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ ستمبر ۱۹۵۲ء میں وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو نے اضلاع حیدرآباد اور عثمان آباد کا دورہ فرما کر تباہ شدہ حالات کا معائنہ فرمایا اور جو کچھ اب تک حکومت حیدرآباد کی طرف سے بعنوان امداد و اعانت ہو چکا تھا۔ اُسے ناکافی سمجھ کر ایک باقاعدہ اور منظم منصوبہ کے ساتھ تباہ حال مسلمانوں کی اعانت و بازآبادکاری کی ضرورت کا اعتراف کیا گیا اور مرکزی حکومت سے امداد کا وعدہ بھی ہوا

اس سلسلہ میں معتمد محکمہ منتظم حکومت حیدرآباد بھی بڑی توجہ اور کامل التفات کے ساتھ باقاعدہ بازآبادکاری کی طرف مائل تھے۔ اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے اگر ضرورت ثابت کی جا سکتی تو ان خصوصیات میں ایک ایسا آرڈیننس نافذ کرنے میں انہیں کوئی تامل نہ تھا جیسا کہ قبضہ سے ناجائز قبضہ برخاست کرائے جانے میں آسانی ہوتی اور بازآبادکاری کی مہم میں

نہیں چھپوایا گیا کہ اس کے ہاتھ میں آجانے کے بعد تنظیمی امور اس کے مطابق انجام پانے لگیں گے اور جو دھاندلیاں مدعیانِ بہتین نظر بقین ان کا موقع کم باقی رہے گا

۱۴۔ اس کے علاوہ اور بہت سے غیر ہمدردانہ اقدامات اور بنیادی نقائص اس تنظیم میں موجود ہیں جن کی تفصیل یہاں لکھی جائے تو وہ خود ایک کتابچہ کی شکل اختیار کر لے۔ البتہ اس کی کسی قدر تفصیل آپ کو مولانا ثمر کے اس خط سے مع دستوری دفعات کے حوالوں کے معلوم ہو سکے گی جب انھوں نے مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے نام ۱۹ر جولائی کو جلسۂ انتخاب میں مولانا کے شریک ہونے سے پہلے بھیجا تھا۔ اور جسے وہ مع دوسری مراسلت کے جو بہ تعلق جمعیت مرکز سے ہوئی ہے عنقریب اپنی تفصیلی نوٹ کے ساتھ اطلاع عام کی غرض سے شائع کرنے والے ہیں۔

ایک خواب پریشان کی مہلک تعبیر

افتخار علی صاحب بدایونی نے ایک پریشان خواب دیکھا تھا۔ ایسے خوابوں کی تعبیر عموماً الٹی ہوا کرتی ہے لیکن بدقسمتی سے اس کی مہلک تعبیر آج ہمارے سامنے ہے۔ وہ خواب کیا تھا مولانا فردی صاحب کے زبانی سن لیجیے۔ مسئلۂ تنظیم کا صحیح پس منظر آپ کو اس سے معلوم ہو سکے گا

میں نے جب فرید صاحب حقیقتِ حال کی نزاکت سے آگاہ کرنے کی کوشش کی اور انھیں یاد دلایا کہ آپ خود مجھے انور خاں صاحب اور سبحان صاحب کو جمعیت نکالنے کی غرض سے لائے تھے "اب آپ نے ایسی آپا پالیسی کیوں اختیار کر رکھی ہے تو فرمایا کہ شاہ صاحب آپ بہت جلد بازی کرتے ہیں آپ کا دماغ جماعتی نہیں ہے آپ کو ذرا حکمت عملی سے کام لینا ہے۔ انور خاں صاحب اور عبد السبحان کو تنظیم مکمل ہونے کے

مختلف قسم کی سہولتیں مل جاتی تھیں۔ مولانا قمر نے اپنے دورِ صدارت کے آخری ایام
میں ایک ایسا نوٹ مرتب کر کے حکومت کے سامنے پیش کرنے کی مسلسل
کوشش کی جس کے ذریعہ سے حکومت کو بتایا جاتا کہ پالیسی کی ضرورت واضح کیجئے
لیکن محمد انور خاں صاحب جیسے اسسٹنٹ سکریٹری کی نا اہلی جن کی نگاہیں ہمیشہ ایسے
مواقع کے ضائع کرنے کی خوگر رہی ہیں۔ پھر اس زمانہ میں تو انہیں اپنی ملازمت
کے چھن جانے کا خطرہ لگا ہوا تھا اور ان کی پوری توانائیاں جمعیت کے کاروبار کو
معطل کرنے میں مصروف تھیں۔ اس لئے وہ نوٹ مہینوں کی ٹال مٹول کے
بعد بھی پیش نہ ہو سکا۔ اسی اثنا میں مولانا قمر نے مستعفی ہو جانے کا فیصلہ کر لیا
اس کے بعد باز آبادکاری کے سلسلہ میں دفتر جمعیت میں درخواستوں کی وصولیابی
کا اعلان ہوا۔ چنانچہ بے بس مسلمانوں نے ہزارہا درخواستیں بھیج کر جمعیت
کے ہاتھ قوی کئے، لیکن ان بدقسمتوں کو جمعیت کی طرف سے سوائے جھوٹی تسکین و
تسلی اور اخباری بیانات بازی کے اور کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ ضرورت اس کی
تھی کہ پہلے جن ضلعوں ([illegible]) کی باز آبادکاری کا حکومت نے اعلان
کیا تھا۔ ان کی درخواستوں کی تنقیح و تحقیق خود ان کے مقامات پر جا کر کی جاتی
اور صحیح حالات اور بعض کی ضروریات سے مطلع اور مطمئن ہونے کے بعد بجائے اخباری
بیانات پیش کرنے کے خود حکومت کے سامنے اور باز آبادکاری کمیٹی کے آگے
وہ اعداد و شمار رکھے جاتے تب کوئی ٹھوس نتیجہ برآمد ہو سکتا تھا۔ لیکن یہاں کیا
ہوا؟ صرف درخواستوں کا ایک ڈھیر جمع ہو، جن کی تنقیح و تحقیق ان کے مقامات
پر جا کر کیا جاتا تو زحمت و کلفت کا کام ہے۔ وہ تو ان راحت پرستوں سے کیا ہوتا
دفتر میں بھی ان کی حیثیت ایک طومار حماقت آثار سے زیادہ نہیں۔ بلکہ اب

دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ "کیا ان کے لئے مناسب ہے بلکہ ضروری نہ تھا کہ
ایسی انقلاب انگیز اور غیر معمولی گشتی کے سلسلہ میں کوئی اعلان اور عملی
کارروائی کرنے اور ہزاروں بے روزگاروں کو حصول روزگار کا آرزومند
امیدوار بنانے سے پہلے حکومت کے متعلقہ محکمہ سے اس کی توثیق اور قطعیت کا
یقین حاصل کر لیا جاتا۔" ہمیں قطعی ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ بعض عاقبت
اندیش حضرات نے صدر صاحب کو اس کی طرف متوجہ بھی کیا اور گشتی کے
الفاظ و عبارت اور اسلوب تحریر کو اس نہج نگارش سے مختلف ظاہر کیا جو سرکاری
تحریروں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن ہر چیز کو نظر انداز کر کے اپنے بعض نئے
لفٹنٹوں کی نفع مندانہ ترغیب میں مبتلا ہو کر فوراً اشاعت کے لئے بھیج دیا
گیا۔ اور لطیفہ یہ ہوا کہ اپنی ان حماقت مآبیوں کا الزام بھی اخبارات کے
ذریعہ سے اصلاح پسندوں ہی کے سر تھوپ دیا گیا کہ انھیں کی شہ پر یہ
تلاشیاں ہوئی ہیں۔ "ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا" کی ضرب المثل غالباً ایسے ہی
ناکردہ کاروں کے لئے کہی گئی ہے۔ یہ مسئلہ ابھی اپنے بے پناہ تفصیلات رکھتا
ہے۔ افسوس ہے کہ ہم ان کا خلاصہ پیش کرنے کا بھی تصور نہیں کر سکتے

مذہبی تعمیری کاموں سے نفرت جیسا کہ ہم کہیں بیان کر چکے ہیں مولانا قمر نے اپنے دور صدارت میں بارہ
شعبوں پر جمعیت کے لائحہ عمل کو منقسم کر کے ہر شعبہ کو ایسے اشخاص کے حوالہ کر دیا
تھا جو اس شعبہ سے خصوصی شوق و دلچسپی رکھتے تھے وہ شعبے یہ تھے۔ تنظیم
جمعیت۔ تنظیم مساجد۔ تعلیم و تربیت۔ تنظیم بیت المال۔ تنظیم و تعلیم نسواں
امور مسجد بھی۔ اوقاف بازآباد کاری۔ ارتفاع بے روزگاری و معاشی بحالی

اور اسی لئے اعزازی الونس ان کے پیچھے ان کے گھر بھیجا جاتا رہا ہے ورنہ یہ کیسے ممکن تھا"

بازآبادکاری کا کام نہ کئے جانے کے سلسلہ میں یہ جواب دیا جاتا ہے کہ، "روپیہ ہی نہ تھا کام کیسے ہوتا؟" ہم عرض کریں گے کہ یہ غلط ہے اس لئے کہ خاص بازآبادکاری کے نام سے ہزاروں روپیہ حاصل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بعض اصحاب جنہوں ۱۵، ۲۰ ہزار روپیہ تک اس مقصد کے لئے فراہم کرنے کو آمادہ تھے چونکہ مولانا آزاد نے اسکی ضرورت اُن پر ظاہر فرمائی تھی۔ لیکن اس سے ان خداوندان جمعیت نے اس لئے استفادہ نہ کیا کہ وہ حضرات اس سرمایہ پر اپنی سرسری نگرانی کی شرط عاید کر رہے تھے تاکہ جس مد اور مقصد کے لئے وہ ہے اسی میں صرف ہو اور من مانی ضرورتوں اور مفروضہ مدوں میں اسے ضائع نہ کر دیا جائے جس کا احتمال قوی موجود تھا۔ اسطرح ملت برباد ان خودغرضوں اور مفاد پرستوں کی بدولت اُن تمام فوائد سے محروم ہو گئی جن کا حصول اس کے واسطے یقینی ہو گیا تھا۔

بحالی ملازمین اخباری کارگزاری اور سستی شہرت و ناموری حاصل کرنے کا ایک ذریعہ پولس ایکشن کے بعد علحدہ کئے ہوئے مسلمان ملازمین کی بازماموری کا وہ فتنہ بھی تھا جس نے بالآخر جمعیت کے وقار و اعتبار کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔ اور جو جمعیت دوسروں کو گرفتاریوں اور تلاشیوں سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ تھی خود اس کے دفتر اور عہدہ داروں کے گھروں کو تلاشیوں کا نشانہ بننا پڑا یہ گتھی کہاں سے اور کیسے دور جمعیت کے معصوم یا مقصوص تک پہنچی ہم اس بحث میں جانا نہیں چاہتے۔ البتہ ارباب جمعیت سے اتنا ضرور

نہ ہونے کے باعث مدرسہ نظامیہ کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے۔

۵۔ اوقاف پر تحقیق کی جائے کہ انگریز اور اس کے ایجنٹ ملک موروث کا گھٹنے
اور غاصب سے زیادہ ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں جو ضروری مستعدی و جہد
ہونا چاہئے وہ بعض دردمندوں کے مشوروں کے باوجود آج تک نہ ہو سکی
نہ ہو سکتی ہے

۶۔ دینی مدارس کا قیام وہ مقصد کل ہے جس کی خاطر جمعیت علماء کا قیام
ناگزیر حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس کے پروگرام میں اس سے زیادہ اہم کوئی
عنوان نہیں ہے۔ ملت اسلامیہ کی آئندہ نسلوں کو بے دینی اور مذہب
گریزی سے اگر محفوظ رکھنا ہے۔ تو ہر دردمند ملت کو صرف اسی کام کی
طرف متوجہ ہو کر اپنی تمام توانائیاں اس پر صرف کر دینا چاہیں۔ لیکن نورانی
شاہ صاحب نے اس سلسلہ میں جو اقدامات اس شعبہ کے انچارج کی حیثیت
سے کرنا چاہے انھیں شدت سے روکا اور دفنا کیا گیا اور ان کے بیان
کے مطابق ان کے دل میں ان لوگوں کے خدمت قوم و ملت کے دعووں کی
طرف سے جو کھٹکا اور شک پیدا ہوا وہ اسی طرز عمل کو دیکھ کر۔ واقعہ یہ
ہوا کہ جب بجٹ مرتب ہونے لگا تو شاہ صاحب نے خواہش کی کہ "مدارس
دینیہ" کی امداد و اعانت کے نام سے بھی (صہ) ماہانہ شریک کرنے چاہیں۔
جب کہ ہزاروں روپیہ دوسری مدوں کے لئے رکھے جا رہے ہیں اس پر کافی
بحث و تمحیص ہوئی۔ لیکن مشورہ قبول نہ کیا گیا۔ اور اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر
بجٹ ہی پیش نہیں کیا گیا۔ تاکہ آزادی سے خرچ کا موقع حاصل رہے۔ بجٹ
منظور ہونے کی صورت میں سینکڑوں اعتراضات ہوں گے نہ منظور ہونے کی

منا ورت قانونی۔ نشر و اشاعت۔ مالیات۔ جہاد میڈیا نے ان تمام شعبوں کو غیر ضروری قرار دے دیا اس استشہدی کا ثبوت دیا تو ایسے کسی انسان سے یہ متوقع رہتی ان شعبوں سے امور امداد اور تنظیم و ترتیب کا شعبہ جمعیت علما جیسی مذہبی جماعت کے لئے بہر حال جلیا کچھ نا کرہ ہو سکتا ہے ظاہر ہے اب ان شعبوں کی جو گت بنی اس کے چیدہ نمونے تفنن طبع کے طور پر عرض خدمت ہیں۔

۱۔ رمضان المبارک میں سیکڑوں روپیہ حصول عطایا کی اپیلوں وغیرہ پر خرچ کئے گئے قسم قسم کے درد مندانہ بیانات چھپوائے گئے۔ لیکن "مسائل عید و فطرہ" کا کتابچہ جو ہمیشہ چھپتا تھا نہ عید الفطر کو چھپوایا گیا نہ عید الضحیٰ کو بہانہ یہ سننے میں آیا کہ یہ تو سبھی کو معلوم ہوتے ہیں۔ حالانکہ حضرت صدر سے بھی کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو شاید ہی جواب ارشاد فرما سکیں۔

۲۔ "رویت ہلال" کے سلسلہ میں پریس کے اندر مباحث کا ایک طویل سلسلہ جاری تھا۔ لیکن جمعیت کے علماء کی طرف سے کوئی نہ ہماتی طمانیت کو حاصل نہ ہو سکی۔ حالانکہ بے صرفہ مسائل پر ان کی گل افشانیاں دیدنی ہوتی ہیں

۳۔ شعبہ مذہب و ثقافت جامعہ عثمانیہ سے حذف کر دیا گیا۔ مجلس علماء نے اس کے واسطے دلی تک نمائندگی کی۔ لیکن جمعیت کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی

۴۔ مذہبی فتاویٰ کا سلسلہ مدت سے جمعیت میں جاری ہے جمعیت کے فتاویٰ اضلاع میں خصوصیت کے ساتھ پبلک اور حکومت کے نزدیک قابل وقعت سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن اب انھیں غیر ضروری سمجھ کر یا بس کی بات

اور عیدگاہوں کے مقدس منبروں پر کھڑے ہوکر جو اپیلیں کرکے فضائے
ملک کے اندر ایک ہلچل مچادی تھی ان کی صدائیں اب تک آپ کے کانوں میں
گونج رہی ہوں گی۔ انتہا یہ ہے کہ جمعیت علمائے مرکزیہ دہلی کی تقسیم ہند کے وقت
سے جو اپیلیں ہر سال ہندوستان بھر کے اخباروں میں شائع ہوا کرتی ہے اور
جس میں علاوہ دوسرے اکابر ملک و قوم کے حضرت مولانا حسین احمد مدنی
اور مولانا آزاد مدظلہما کے اسمائے گرامی بھی درج ہوتے ہیں اسے بھی مقامی
اخباروں میں اس طرح شائع کرایا کہ "ترسیل زر کے سلسلہ میں" پتہ جمعیت
علمائے حیدرآباد کا درج کردینے کی عبارت بڑھا کر اس سے کام لیا آپ کے حافظہ
کو تازہ کرنے کے لئے ہم ان میں سے دو کی اپیلوں کے چند جستہ جستہ اقتباسات
ذیل میں درج کرتے ہیں

مسلمانان حیدرآباد سے صدر جمعیت علماء مولانا فتخاری کی رقت انگیز اپیل!

جماعت والا! اگر میرے پیش نظر ملت اسلامیہ کے منتشر افراد
کی شیرازہ بندی نہ ہوتی اگر صرف کمزور و پیش بینی صدارت جمعیت علما کا بار
گراں نہ رکھا ہوتا، اگر میری نظروں کے سامنے پولیس ایکشن کی قتل و غارت
گری اور اس کے نتیجہ میں ہزاروں بیواؤں یتیموں ناداروں مفلسوں
کے دردناک مناظر ہوتے اگر میں ان بے شمار کسانوں کو جن کی زمینوں اور
مکانوں پر غنڈہ عناصر کا ناجائز قبضہ ہے ایک ایک دانہ کو محتاج نہ پاتا۔
اگر ہزاروں مسلمان ملازمتوں سے نہ ہٹائے جاتے اور حصول معیشت کا
ہر میدان ان پر تنگ نہ کیا جاتا یا میں اور میری جماعت اور ارباب فکر و نظر

شکل میں ایک ہی اعتراض ہو سکتا ہے کہ اسے کیوں نہ منظور کرایا گیا۔ اور باقی تمام بدعنوانیوں سے مجبورانہ درگزر کے سوا کوئی کیا کرے گا؟

شاہ صاحب نے ایک مولانا کو محض اجر آخرت کا امیدوار بنا کر یعنی اعزازی حیثیت سے مدارس دینیہ کے قیام کی خدمت پر مامور کیا، انہوں نے دو تین رپورٹیں مدارس کے قیام کے سلسلہ میں پیش کیں۔ لیکن آج تک انہیں کسی رپورٹ کے سلسلہ میں کوئی جواب یا ہدایت دفتر سے نصیب نہیں ہو سکی۔ اور جو مدارس انہوں نے قائم کئے تھے کسی نہ کسی طرح چل رہے ہیں۔ البتہ تین اور سینکڑوں مدارس کے قیام کا امکان تھا اور ہے ان کے بارہ میں وہ بیچارے تن تنہا کیا کر سکتے ہیں؟

یہ ہے ہمارے ان خداوندان جمعیت اور خادمان ملک و ملت کی خدمات کا ہلکا سا لیکن حقیقی خاکہ جس میں آپ کا ذہن تصور خود ہی رنگ بھر سکتا ہے۔

بیوہ اور یتیموں کے حقوق کی امانت میں بیدردانہ خیانت

رمضان المبارک کو گزرے ہوئے کچھ زیادہ زمانہ نہیں گزرا اس متبرک و مقدس مہینہ میں جمعیت کے موجودہ سنگدل، سیہ قلب اور ظالم و بے درد عہدہ داروں نے جس دردمندانہ انداز اور پتھر کا دل موم کر دینے والے لہجہ میں بیواؤں، یتیموں، مسکینوں اور تباہ حال مسلمانوں کی امداد و اعانت کے نام پر خدا رسول، جگر گوشہ بتول (؟)، قرآن و حدیث کا واسطہ دے کر اخباروں میں، پوسٹروں کے ذریعہ، ہینڈبلوں اور مراسلوں کے پردہ میں، جلسوں کے پلیٹ فارموں، مسجدوں

اس نتیجہ پر پہنچنے کہ اس سلسلہ میں ہر کوشش قطعی بیکار ہے تو قطعی آپ کو
زحمت نہ دی جاتی!

اس کے بعد اپنے پیش الطویل پروگرام اور مرکز ملت کا ربوہ لائے جانے
کے اہمیت افراد حوالہ کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے "میں جانتا ہوں
کہ مالی حالات سبھی کے خراب ہیں مگر یہی وقت جماعت کو اور ہم سب کو سنبھالنے
کا بھی ہے نہ ہم عند اللہ و عند الناس جواب دہ ہوں گے۔ اس وقت کی غفلت
اور تساہل سے ایسے مسائل پیدا ہو جائیں گے جس کے دور رس اثرات
سے کوئی محفوظ نہ رہ سکے گا" اس کے بعد ایک دو قرآن کی آیتیں تحریر کیں اور
پتہ کی بات یہ "مجھے یقین ہے کہ آپ کی نظر کرم اور دست عطا سے ہماری مالی
مشکلات دور ہو جائیں گی۔ داعیہ ہمارا امیر [illegible] ۱۴ مئی ۱۹۵۳ء

امامت و دیانت کا مظاہرہ ملاحظہ ہو کہ اس اپیل کے آخر میں ایک نوٹ
بھی درج ہے جس میں زکوٰۃ وغیرہ کے علیحدہ حوالہ دئے جانے کی ہدایت کی گئی ہے

۱۴ [illegible] جمعیت کے ارگن "ہمارا اقدام" میں پورے صفحہ کی طویل
سرخیوں کے ساتھ [illegible] افتخاری صاحب کا پیام [illegible] تقریر شائع
ہوئی۔ ایسا [illegible] انسان ہوگا جو [illegible] سنئے!

عید کی خوشیاں منانے والو! غیرت ملی تمہیں آواز دے رہی ہے۔ ملت تمہیں پکار
رہی ہے۔ غیرت ایمان تمہیں للکار رہی ہے"
دیکھو! عثمان آباد اور ربوہ کی بیواؤں اور یتیموں کی طرف دیکھو
یہ ظلم اور بربریت کے شکار آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں

زیادہ سے زیادہ زکوٰۃ وصدقات دیکر ان لاکھوں ہزاروں تباہ حال خاندانوں کی مدد کرو
پانچ سال سے انکی زندگیاں بیچارگی کے شکنجہ میں جکڑی ہوئی دم توڑ رہی ہیں

معتمد جمعیت علما کی اپیل

حیدرآباد ۔ ۱۳ رمضان ۔ اضلاع کے ہزاروں خاندان جس خوفناک طریقہ پر تباہ و تاراج ہوئے اور طوفان بربادی کی زد میں آ گئے کہ بڑی تعداد یتیموں، بے گھروں اور بیواؤں کی زندگی پانچ سال سے جس قسم کے ناقابل بیان بیچارگی کے شکنجہ میں جکڑی ہوئی دم توڑ رہی ہے اس سے آپ بخوبی واقف ہیں

ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ اپنے تباہ حال بھائی بہنوں کی امداد و بحالی کے لئے زیادہ سے زیادہ زکوٰۃ و صدقات دے کر جمعیت کے فنڈ اور اسکے کارکنان کے ہاتھ کو اس قدر مضبوط بنا دیں کہ دل جمعی کے ساتھ اس کام کو انجام دیا جا سکے ۔ (ہمارا اقدام یکم جون ۱۹۵۳ء)

اس بیان کو تنقید کی حاجت نہیں، جو کچھ کہنا ہے وہی معتمد نے بھی کہا۔ البتہ "دل جمعی سے کام انجام دیا جائے" کا ٹکڑا دریچہ ہے جو بے ساختہ زبان سے نکل گیا۔ ایسے ہی موقع کے لئے کہا گیا ہے "جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے"

بیانات کا یہ سلسلہ ناتمام رہے گا۔ اگر ماہنامہ دکن کے طویل اداریہ کا ایک ٹکڑا یہاں نقل نہ کیا جائے جو زکوٰۃ اور فطرہ کی اپیلوں کی بھرمار دیکھ کر اس نے اپنی ۲۸ مئی ۱۹۵۳ء کی اشاعت میں لکھا تھا۔ اور اس کی اثر انگیزی اور افادیت دوچند ہو جاتی ہے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دوسرے صفحہ پر یہ اداریہ ہے اور تیسرے صفحے پر اس کے بالکل مقابل صدر جمعیت کی وہ اپیل ہے جو آپ سن چکے پہلے

کے مصیبت زدہ مسلمانوں کی مدد کی ہے لیکن جب ان پر مصیبت آئی تو کوئی
پوچھنے والا تک نہ رہا۔ میری آنکھوں کے سامنے کربلا کا نقشہ کھنچ جاتا ہے

میدان سے ہر ایک کو لائے شبیر
شبیر کا کوئی لانے والا نہ رہا

بہرحال اس دور رنج و غم میں عید آئی ہے۔ لیکن اہل عید ہماری
ہنسی اڑاتا ہے مظلوموں اور لاچاروں کے نالہ و شیون میں بے کسوں اور
ناداروں کی سرد آہوں میں، یتیموں کی آہ و بکا میں بیواؤں کی چیخ و پکار
میں دل کی سوزش اور آنکھ کے آنسوؤں کے ساتھ تم کو عید کی مبارکباد دیتا
ہوں سہ عید آمد و اغیار و دگر ماتم دیگر ماتم زدہ را عید بود ماتم دیگر
لیکن زندہ قوموں کی طرح حالات کا مقابلہ کرو۔ خدمت خلق کو شعار
بناؤ۔ ان شاء اللہ مستقبل روشن اور تابناک ہے (خلاصہ)"

ملاحظہ فرمایا آپ نے علامہ افتخاری کا سراپا درد و مجسم کرب پیغام عید؟
لیکن اس کے ساتھ یہ اور واضح رہے کہ جس وقت علامہ کی یہ رقت آمیز
للکار عید گاہ کے پاکیزہ و پاکیزہ فضا سے سننے والوں کی بے پناہ گریہ و زاری اور
چیخ و پکار کا خراج وصول کر رہی تھی، عین اسی وقت جمعیت کے چندے کے صندوق
ان کی صفوں میں مسلسل گردش کر رہے تھے اور عید گاہ کا یہ جگمگاتا پیامی
کن انکھیوں سے مخمور تقریباً حاضرین کے درمیان عطاؤں کا جائزہ لے رہا تھا۔ اور اس کی متلاشی
نگاہیں تیزی سے جیبوں کی طرف بڑھنے والے ہاتھوں کی جود و سخا کا حقیقی مسرت ناک منظر مشاہدہ
کر رہی تھیں۔ اس سلسلہ میں ریش و بروت سے بے نیاز مولانا ابو یوسف سعید
دست راست کی حسب ذیل اپیل کا خلاصہ بھی کچھ کم مسرت افزا نہیں

مطالعہ فرما چکے ہیں

ایسا ابھی طرح معلوم ہے کہ ان (پولیس ایکشن کے) مصیبت زدوں کے نام پر بعض اداروں نے عوام سے مدد چاہی ہے اور انھیں معقول مدد دی گئی مگر اس کے بعد بھی مستحقین کو کچھ نہ ملا۔ یہ بہت ہی افسوسناک بات ہے۔

اس قوم کی بدبختی کا کیا ٹھکانا ہوگا۔ کہ اس مصیبت و ابتلا کے زمانہ میں بھی وہ راہ راست پر نہیں آنا چاہتی۔ "قومی ہمدردی کا لباس پہن کر یہ لٹیرے قوم کو لوٹ رہے ہیں"

آخر میں اس سنجیدہ و فہمیدہ اخبار نے جو بعض اوقات فریب مروت میں مبتلا کر دیا جایا کرتا ہے عامۃ المسلمین کو شخصی طور بغیر کسی ادارہ کے توسط کے زکواۃ و فطرہ کے مصارف کی راہیں بتائی ہیں، بعض اداروں کا نام لے کر بھی ان کی اعانت کی ہدایت کی ہے لیکن جمعیتہ علماء کا نام افسوس ہے کہ ان اداروں میں نہیں ہے

ان ہنگامہ آرا اور تہلکہ نما بیانوں، بیانوں اور تقریروں کے سننے کے بعد بھی مسلمان ایسا گیا گزرا تو نہ تھا کہ پھر بھی غفلت، بے پروائی اور بے حسی کلنک گوارا کر لیتا۔ اس کا دست عطا اٹھا، اور اس کے جود و سخا کا سمندر متلاطم ہوا۔ اور ان قوم کے نام پر بھکاریوں کا بھیس بدل کر تماشائے اہل کرم دیکھنے والوں کی جیب و دامن کو سیم و زر سے بھر دیا۔ جلسوں میں بھی چیزاسے کا چھلا دست بدست بھی زکواۃ و فطرہ کا روپیہ آیا، منی آرڈروں کے ذریعہ سے بھی رقمیں وصول ہوگئیں۔ لیکن چندوں اور عطیوں کے ان پرانے شاطروں نے یتامیٰ اور ایامیٰ، مفلسوں اور ناداروں کے نام پر حاصل کئے ہوئے اس مال

حیدرآباد کے بیت المال کا سرسری جائزہ اور اس کی طرف سے یتیموں بے کسوں، بیواؤں اور ناداروں پر اپنے خزانہ سے باران داد و دہش کی اجمالی وضاحت یعنی بیواؤں کو ۸ روپے نقد اور ۸ گز کپڑا، مسکینوں کو انکی خوش نصیبی سے ۲ روپے امداد و اعانت اور ایک گروہ کے کفن دفن کی مادی ریلیف کی حاتمی سخاوت، جملہ رقمی میزان (للعہ) نقد اور آٹھ گز کپڑا۔

اب اس سے زیادہ آپ کو کیا چاہئے! ناک بھوں چڑھانے کی آخر اس میں کیا بات ہے، کیا قوم کے مدت العمری یتیموں اور لقابہ پوش بیواؤں کا مسلمانوں کے بیت المال میں کوئی حق ہی نہیں ہے۔ اگر کسی کا بیری مرید کا بازار ٹھنڈا پڑ جائے، کسی کی سرکاری غلہ کی دکانوں اور تنگبھدرا پراجکٹ کے ٹھیکوں کا دیوالہ نکل جائے کوئی ۵۶ ہزار نقد زیور لٹا بیٹھا ہو۔ اور کوئی اپنی سو ڈیڑھ سو مستقل ملازمت سے قوم کی رضاکارانہ خدمت کی بدولت محروم ہو چکا ہو تو اس کا کوئی حق آخر آپ کو کیوں نہیں تسلیم فرمالیتے۔ اب یہ جائز اور ناجائز طریقے لینے نہ لینے کا سوال تو یہ ایک معمولی انسانی لغزش ہے وہ بھی مقدس اور آستانہ کے لئے بلند مکانات اور کیوان آستانات تو۔ بہرحال اس سے بلند و بالا تر ہیں کیا آپ انھیں بھی صف عام میں لا کر گھٹا کر دینا چاہتے ہیں دیکھئے یاد رکھئے

ع۔ شریک دانہ تسلیم نہیں امام نہیں

کچھ لگے ہاتھوں جناب صدر سے — اگرچہ راقم الحروف کو اس کا شدید احساس ہے کہ ایسی گستاخانہ جسارت اپنے صدر جیسے عالی مقام اور قوم کے پیشوا و امام سے ناقابل عفو جرم کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ کبھی کبھی ایسے ناشائستہ حرکات سے کئے بھی انسان

محمد مہر شاہ جہاں بیگم صاحبہ ایم ایل اے کے پاس مشیر آباد جاؤ اور ان سے کہو کہ ہم نے بھیجا ہے۔ وہ ضرور تمہاری مدد کریں گی"۔ اس پر انہوں نے کہا کہ پیدل وہاں تک کیوں کر جائیں؟ تو انہیں وہاں تک جانے کا بس کا بیہ مرحمت کر دیا گیا۔ واپسی کا بیہ بھی نہیں۔ اس کے بعد یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہاں سے بھی انہیں کچھ مل سکا یا نہیں؟ اور انہیں وہاں سے بس میں آنے کا موقع ملا یا ان خادمان ملت کی جانوں کو دعا دیتے ہوئے پیدل ہی گھسٹنا پڑا۔

کپڑا بیواؤں کو۔ سہار بیواؤں کو ایک پانچ گز کی ساڑی سے چار لڑکیاں کے سوا سوا گز کپڑا اور اس کے ساتھ ۱۲-۱۲ گرہ چھپلوری۔ میزان کل (دو پانچ گز کی ایک ساڑی اور تین گز چھپلوری)

مسکینوں غریبوں کو: ایک صاحب کو بعنوان فاقہ کشی۔ ایک صاحب کو ۸ میزان کل (۸)

تجہیز و تکفین کے لئے: ستاخ حلقۂ سوم امداد دل کی تحریک پر۔ ۱۲ جون ۱۹۵۳ء (۱۲)

یہ بارہ روپے کسی کو ہرگز نہ دیئے جاتے! اچھا ہے۔ کوئی مرتا یا جیتا لیکن معاملہ ایک شاخ کی تحریک کا آپڑا تھا۔ اور شاخ بھی ایسی ہونہار جس سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔ ورنہ کس کی مجال تھی؟ اس شاخ کے ہونہار ہونے پر اخبار کے صفحات دلیل ساطع اور برہان قاطع ہیں یعنی اس کا ثبوت آپ کو وہاں مل سکتا ہے۔

یہ ہے ہماری واحد نمائندہ جماعت اور ہمارے معاشی، مذہبی، تعلیمی اور ثقافتی حقوق و مفادات کی ضمانت حفاظت کی کفیل جمعیۃ علما

سعادت و ثواب آخرت کا کیا کچھ سامان مہیا کر دیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ
جو کچھ ہوا یہ محض اتفاق ہوا اس لئے آپ کو اسکی تردید فرمانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں
ہے۔

۲۔ محترم ملا عبدالباسط صاحب نے جب ریلیف کمیٹی کا اعلان کیا تو
آپ نے اس کار خیر میں حصہ نہ لینا سخت نامناسب تصور فرما کر اپنا تعاون بھی
انہیں پیش فرمایا۔ لیکن ملا صاحب کے شرکا کار نے ۱۲ رسید بکوں کی گمشدگی
آپ سے منسوب کر کے جن کا پتہ آج تک نہیں چل سکا آپ کو دل برداشتہ
کر دیا۔ اور آپ "لعنت بکا شیطان" کا ورد فرماتے ہوئے ان ناشائستہ اور
مراتب ناشناس لوگوں کے زمرہ سے علیحدہ ہو لئے۔ اگرچہ پٹرول کے بلوں کا خرچ
بھی تھا۔ جو آپ نے اپنی جیب سے خرچ کیا تھا۔ لیکن وہ تمغے لا ادا کرنے کو آمادہ
نہ تھے۔ آپ نے اس پر بھی خاک ڈالی جو آپ کے نزدیک معمولی بات تھی
لیکن سخت توہین آمیز بھی

۳۔ آپ کی درد ملت اور جذبہ خدمت سے بھرپور طبیعت کو پھر بھی
نچلا بیٹھنا گوارا نہ ہو سکا۔ اور جیسے ہی کچھ لوگوں نے "انجمن امداد مصیبت
زدگاں" کی داغ بیل ڈالی۔ آپ نے بھی اپنے ایک لا دینی بیکار کے اس جماعت
سے ناطہ جوڑنا اگرچہ بہ حالات سمجھا۔ ملت برما دق تن ہمہ داغ داغ شد
کا مصداق تھا ہوئی تھی۔ آپ جیسے بے لوث ولے ریا معصوم وبا صدق
وصفا بزرگوں کی ہر جماعت میں مانگ تھی۔ آپ کو جذبہ حقیقی اور کشادہ
طبعی کے ساتھ خوش آمدید کہا گیا۔ لیکن ایک کرنیل وضع قطع کے خوش
طبع اور ظریف جو بزرگ کی ناقابل یقین سی روایت ہے کہ انجمن امداد

کو مجبور ہو جانا پڑتا [illegible] بعض [illegible] اور احترام تمہید نیاز مندانہ استفسارات
عرض خدمت ہیں [illegible] رسول اللہ [illegible] بحث بلند زیادہ [illegible] ادب

جمعیت میں آنے سے پہلے | ۱۔ ایک تاریخ [illegible] کے قدیم الایام بانگ دل [illegible]
رہ زرگار نہ ارشاد ہے۔ جیسے ہم کسی عنوان [illegible]
دافترا پر محمول نہیں کر سکیں گے کہ "پولیس ایکشن" کے بعد گلبرگہ واڑی کے مسلمان جو آپ کے
موروثی ارادت مند [illegible] سلسلہ [illegible] داخل ہیں۔ لٹ لٹا کر بلدہ آئے منجملہ
دوسرے ساز و سامان کے ان کا ۱۴ ہزار کا طلائی و نقرئی زیور بھی غارتگروں
نے ہتھیا لیا تھا۔ آپ اس زیور کی بازیابی کی دھن میں محض لوجہ اللہ وہاں
پہنچے [illegible] ناخواستہ ان [illegible] پولیس اور کانگریسی نیتاؤں کو بھی آپ اپنی
بیعت پناہی کے [illegible] ساتھ لے گئے تھے۔ جن کے نام سے آپ کو تسلی ہوتی
ہے۔ اور اگر اپنا معاملہ ہوتا تو یہ ان کی اعانت کا ننگ کبھی گوارا نہ کرتے۔
اس زیور میں سے دس ہزار کا یعنی زیور واپس ملا۔ آپ نے اپنی قلمی رسید دیکر
جو اب تک فائل میں محفوظ ہے۔ وہ زیور حاصل کیا۔ لیکن محض اس خیال سے
کہ اب یہ مریدان باصفا نذرانۂ عقیدت پیش کرنے سے تا بہ دیر قاصر رہیں گے
اس لئے ان کا اس سعادت سے محرومی آپ کو گوارا نہ ہو سکی۔ اور یہ زیور
نذرانہ عقیدت کے بدلے آپ نے پیشگی بغیر کسی رسید کے "حساب دوستاں
در دل" کہکر محسوب فرما لیا۔ اور جس سے "راقم تحریر سطور" ہذا وہ لوگ غالباً
واقف نہیں ہیں۔ ان کی ظاہری تسکین و تشفی کے لئے آپ کا ان سے یہ فرما دینا بالکل
کافی ہو گیا۔ کہ "حالات نہایت خراب ہیں مال ہاتھ کا میل ہے آج گیا کل آجائیگا
جان بچ گئی اس کی خیر مناؤ" کہ آپ نے براہ شفقت بزرگانہ ان کے واسطے

بھی محض ملت کی خدمت کے داعیۂ بیتاب سے مجبور ہو کر علٰحدہ ہونا نہ چاہتے تھے لیکن جب انہوں نے علٰحدگی کا مطالبہ کیا اور بصورت دیگر تادیبی کارروائی کی دھمکی بھی دی۔ تب باول ناخواستہ آپ نے انہیں خدا حافظ کہنے ہی میں عافیت سمجھی اور ان کی فہم و شعور کی کوتاہی پر سو بار "انا للہ" پڑھ کر مسلک طریقت کی طرف توجہ فرمائی اس کے بعد آپ نے جمعیت کے بالمقابل کبھی مسلم کنونشن کے نام سے اور بعض معاشی بورڈوں کے پیرایہ میں متعدد کوششیں بروئے کار لا کر "خلق خدا کی خدمت" کے اہم فریضہ کو بجا لانا چاہا اور ہر طرف ہاتھ پاؤں مارتے رہے۔ لیکن زمانہ کی قدر ناشناسی کے باعث کوئی تیر بدف ثابت نہ ہوا۔ پیرنہ بیٹھا اور کوئی سعی مشکور ہوتی ہوئی نظر نہ آئی اور اس عرصہ میں آپ کو یہ بھی محسوس ہو گیا کہ آپ جمعیت کے سوا کسی دوسرے ادارہ کا سینہ اور رنگ جمنا رسوخ حاصل کرنا ممکن نہیں ہے تو ہار تھک مار کر پہلے آپ نے اخبارات کے ذریعہ سے جمعیت علما کی ستائش ضرورت اور اہمیت کے بیانات شائع کر کے ایک ربط معنوی اس سے پیدا کرتے رہے پھر متعدد ذریعوں اور واسطوں سے اس کے کارپردازوں سے پینگ بڑھانے شروع کئے۔ خوش قسمتی سے جمعیت مرکزیہ کے اجلاس سالانہ کے موقع پر جمعیت حیدرآباد کو بہت سے کارکنوں کی ضرورت تھی۔ آپ نے بے تامل اپنی خدمات جسم جو ہر ادارہ کے لئے ہمیشہ بلا شرط وقف رہتے ہیں پیش کر دیئے اور دو تین وعدے بھی کر لئے گئے اس طرح ربط ضبط بڑھنے لگا یتیمی کے تاریک بادل چھٹنے لگے یہاں تک کہ اجلاس سے فراغت کے بعد آپ شیخ اپنی بوریہ بستر اپنے لی کار اور دو ایک توخیر پر ستاروں کے جن کا وجود آپ کے

مصیبت زدگان کی طرف سے مساکین و بیوگان کو تقسیم کرنے کے لئے کپڑے
کا ایک ذخیرہ آپ کے حوالہ کیا گیا۔ لیکن آپ نے "اول خویش بعدہٗ درویش"
کی صداقت پیرانہ تیر امثل پر عمل کر کے اپنی ذہانت و ذکاوت اور فہم
معاملت کا جو ثبوت مہیا کیا تھا۔ اسے ان لوگوں نے اپنی بلادت کم نظری
اور جہالت سے ایک قسم کی جسارت آمیز خیانت پر محمول کیا" نہ صرف یہی بلکہ
انہیں اس پر بھی اصرار ہے کہ" آپ مذکورہ بالا انجمن کی طرف سے اپنے آبائی
مریدوں کی بستی بادگیر تشریف لے گئے۔ انہیں سے عطایا وصول کئے رسیدیں
بھی دیں۔ لیکن چونکہ آپ بخوبی واقف ہیں کہ بادگیریوں نے جو خدمت
کی ہے۔ وہ دراصل آپ کی مرشدانہ گیرائیوں کے طفیل ہی ہے۔ اور اس
اصل حقیقت کے پیش نظر کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ آپ نے وہ عطیے
خزانہ انجمن میں داخل کرنے کے بجائے ان پر اپنا حق بزرگانہ مرجح اور مقدم
سمجھا۔ رہیں رسیدیں وہ تو برائے بیت رسیدی گئی تھیں۔ لیکن چونکہ انجمن
کے کج فہم اور بے شعور عہدہ داروں کے لئے ان امور کا سمجھنا سمجھانا آسان
نہ تھا۔ اس لئے ان کو مصیبت میں پڑنے کے بجائے آپ نے ان کی سمجھ کے
مطابق کلموا الناس علیٰ قدر عقولہم کے حکمت آموز ارشاد نبوت کی
روشنی میں رسیدوں کے لینے اور صرف ہو جانے کا عذر معقول فرما دیا
لیکن ان کم عقلوں نے اسے کافی نہ سمجھا اور ان کی تحقیق ضروری سمجھی اور
نتیجہ تحقیق میں جب یہ معلوم ہوا کہ رسیدیں دے کر چندہ حاصل کیا گیا ہے آپ
سے مواخذہ کر کے اپنی نالائقی کا ثبوت دیا۔ اور اگرچہ آپ ان کی اس
گستاخی اور نالائقی کو بھی نظر انداز فرما کر اس صحبت ناجنس کے تحمل کیلئے

وصیلت منزمین بیاہے۔

۳۔ (۳) تفصیل کا ایک تھوڑا سا صرف ۵۔ ۷ سو کا حادثہ تلنگ کے کسی
حاجت مند دسیمکہ کا بھی ہے آپ کو یاد بھی ہوگا

۴۔ عوامی جماعتوں سے چندوں اور عطیوں کی رسیدیں حاصل کرنا
آپ کو شغلاً نہایت مرغوب ہے۔ بنا بریں دفتر جمعیت سے بھی چار رسید
بکیں یہ ایام اسیدواری آپ نے حاصل فرمائی تھیں جو باوجود بار بار کے
تقاضوں کے کبھی واپس نہ ہوسکیں تاہم آپ کو فراموش تو نہ ہوا ہوگا۔

۵۔ ایک ایسے فنڈ سے جمعیت پر تسلط حاصل کرنے کی خاطر آپ مسلسل
رقمیں حاصل فرماتے رہے جس کے واسطے کم سے کم خطرناک کا لفظ استعمال
کیا جاسکتا ہے۔ جمعیت کے کاروبار کو معطل کرڈالنے کے صلہ میں اسی فنڈ
سے بعض چھوٹے جیبوں کو ان کے ظرف کے مطابق اور اسکے معتمد عمومی را نور
حاں) کو حصول صدارت کے چھ سات ماہ پہلے سے (ماہانہ) ماہانہ آپ نے
عطا کیا اور اس کا اظہار بھی آپ نے خود ہی بعض ثقہ لوگوں کے سامنے فرمایا
اور اپنی ساطرانہ چالوں سے غافل رکھنے کے لئے ایک ایسے صاحب خیر کے
نام سے جو نام بتانا اور پختہ رسید حاصل کرنا نہیں چاہتا دو بار مولانا قمر کو
بھی کچھ رقم آپ نے لاکر دی اور ان کی قلمی رسید حاصل کی۔ اسی قسم سے
آپ نے دلی کے [illegible] فرضی تھے اور ہماں معلوم ہوا ہے کہ اس رقم سے کچھ اور بھی
ناروا اقدامات پردہ پردہ ہی میں کئے گئے۔ اور اس طرح آپ نے جمعیت
کے پوزیشن کو مستقیم او [illegible] ختم کرنے کی جسارت کی)

عہدہ صدارت پر فائز ہوکر یہ قیادت قوم کی امانت ہے اس میں

وجود کے لئے لازم غیر منفک کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ دفتر جمعیت میں براجمان ہوگئے اور اب صبح سے لے کر رات کے بارہ ایک بجے تک دفتر کی حاضری آپ کا معمول بن گئی۔

کارپردازان جمعیت نے سادہ دلی کے ساتھ آپ کے ہر پیشکش کو قبول کیا اور بغیر کسی تامل کے جمعیت کے ہر کام میں آپ کی شرکت و مشورہ ضروری سمجھنے لگے۔ یہاں آنے کے بعد آپ کے چند کارنامے جو محض اس رابطہ جمعیت کے سہارے انجام پائے ان کی طرف بھی سرسری اشارہ تسلسل بیان کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے

جمعیت میں آنے کے بعد ۱۔ سیدر کے حادثہ کے سلسلہ میں ایک معتد بہ رقم مختلف عنوانوں سے

۲۔ کلیانی کے بعض مسائل کے تعلق سے کچھ ایسا ہی ہزار دو ہزار کا معمولی سا، عامہ جس کی حلفی شہادت آج تک بعض قاضی اور عالم قسم کے بزرگ باوجود اس واقعہ کے۔ استنباط یا رینہ بن جانے کے پیش کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ آپکی بعد آ باز گشت قمر صاحب کے زمانہ میں جلسۂ عاملہ تک میں کچھ بھی پوچھ گوچھ ہوئی۔ لیکن آپ کے معصومانہ انکار کے بعد اس سے درگزر کر دی گئی تھی اس کے متعلق بعض بے باک و حق گو حضرات نے آپ سے رُو در رُو بھی دریافت کیا تھا جس کا جواب آپ نے حسب عادت یہی دینا پسند کیا کہ وہ تو میرے ایک مرید کا ارادت مند انہ ہدیہ تھا۔ چندہ عطیہ ہے اس کو کیا مطلب یہ رسم نالیا اب تو پوری آزادی کے ساتھ جاری ہوگی کہ ان کا ب خارصدارت سے آپ کی دستار

ہم ان میں سے چند یہاں بیان کرتے ہیں تاکہ بے خبر دنیا کو اس آئینہ میں آپکی صحیح تصویر بے نقاب نظر آجائے اور وہ آئندہ کے لئے دامِ فریب میں پھنسنے سے محفوظ ہو جائے۔ اور خدا توفیق دے تو آپ کو تو سو کیا نو ہزار چوہے کھا چکنے کے بعد بھی ہندوستان سے [illegible] کر حج کے پکے ارادہ سے حجاز مقدس ہی جنوبی افریقہ، انڈونیشیا یا کسی ایسی نئی اسلامی حکومت میں چلے جائیں جو ابھی نئی وجود میں آئی ہو ہر سال ایک اسلامی حکومت وجود میں آتی ہی رہتی ہے اور جہاں وکالت قیادت جمنے اور ٹکنے کا یقین ہو۔ اس اپنے ماحول کی ہوگی حکومت آزاد حیدرآباد کے حال پر خدا کے لئے رحم کیجئے۔ اور اس کا پیچھا چھوڑیے جو زبان حال سے چیخ چیخ کر آپ سے کہہ رہی ہے

ع مجھ پہ احساں جو نہ فرمائیں تو احساں ہوگا۔

آپ اور دستور دستور جمعیت کی دفعہ (۳۲) کا آخری فقرہ بجنسہٖ یہ ہے (جمعیت علمائے صوبہ کے صدر اور ایک ناظم (معتمد) کا عالم ہونا ضروری ہوگا) جمعیت صوبہ کے عہدۂ صدارت کے لئے یہ پہلی اور بنیادی شرط ہے اور اس میں جو مصلحتیں مضمر ہیں انھیں بھی بغیر کسی ناگزیر مجبوری کے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ دین و دیانت اور ایمان و امانت کا ادنیٰ تقاضا بھی آپ کے دل میں موجود ہے تو جواب دیجئے کہ کیا آپ جیسا شخص جو قرآن کریم کی کوئی آیت بھی روز مرہ کی سورتوں کے علاوہ صحیح نہیں پڑھ سکتا جسکو معمولی اردو نوشت و خواند کی صلاحیت سے کوئی حصہ نہیں ملا، اس لائق ہے کہ اسے جمعیت علمائے حیدرآباد کی صدارت جیسا عہدہ بخش دیا جائے اور اگر کسی کی طرف سے ایسی غلط بخشی عمل میں آ بھی جائے تو کیا

سب سے پہلی خیانت تو آپ کے نقشوں نے آپ کی بزدلی سے آپ کو اپنے قابو کا سمجھ کر اور اپنی ڈکٹیٹری کی چوٹیاں سہہ سکتے ہیں آپ کی غیر معمولی صلاحیتوں پر بھروسہ کر کے آپ اپنی سادہ لوحی کا، وقتوں لیاقت مندیوں اور صلاحیتوں کو بخوبی جانتے مانتے ہوئے بھی مسند صدارت جمعیت پر کچھ اس طرح جم کر بیٹھ گئے کہ اب اس سے دست بردار ہونے کا نام ہی نہیں لیتے چاہے جمعیت برباد ہو جائے، قوم کے سر پر تباہی آ جائے، ملت کی جان پر بن جائے! غالب نے شاید آپ ہی جلیسوں کے ہٹیلے پن کی ترجمانی کی ہے سہ

اس فتنہ خو کے در سے اب اٹھتے نہیں اسد ❊ اس میں ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہ ہو

آپ کی یہی حرکت ایک مستقل مصیبت اور ناگہانی آفت سے کم نہ تھی کہ آپ نے سنا ہے صدارت سے ہم آغوش ہوتے ہی پیٹ سے، پاؤں اور مخملی نخوں میں چھپے ہوئے نشتر اثر ناخن نکالنا شروع کر دیئے اور جسد ملت کے انگ انگ کو زخمی اور پیکر جمعیت کے ایک ایک عضو کو مجروح کر ڈالا۔ دیانت کے نام پر تین طلاقیں بھیجیں اور صدق و امانت کو بیدردی سے روند کر رکھ دیا۔ پھر بھولے پن اور معصومیت کا یہ عالم کہ خود گویا کچھ کیا ہی نہیں سہ

کرے ہے قتل لگاوٹ میں تیرا رو دینا ❊ تیری طرح کوئی تیغ نگہ کو آب تو دے

مگر جانے کا قاتل نے عجب نقشہ نکالا ہے ❊ ہر ایک سے پوچھتا ہے کس نے اس کو مار ڈالا ہے

عیاریوں میں عمرو عیار کے کان کاٹے مکر و فن میں ہدف فرنگی کو سترہ ماتیں دے کر زچ کر دیا۔ دجل و فریب۔ کذب و افترا خیانت و غارت گری، بیدردی و قزاقی کا یہ سلسلہ شیطان کی آنت کی طرح اس قدر طول ہے

دراں حالیکہ اس سے پہلے چار سال تک جمعیت کے فنڈ سے اسے ایک پیسہ بھی اس غرض کے لئے نہیں دیا گیا تھا اور نہ اس کی کسی وقت کوئی ضرورت تھی یہ رقم تو وہ ہے جو کردی کی رو سے اسے دی گئی نہیں معلوم ہوا ہے کہ اپنی مخصوص فتوحات میں سے بھی حسین کی کردی کو ہوا تک نہیں لگتی اور بھی رقمیں اسے دیجاتی رہی ہیں کیا یہ مسلمانوں کے مال کی بربادی نہیں ہے اور کیا یتیموں بیواؤں کے نام پر حاصل کئے ہوئے روپیہ کا یہی صحیح مصرف ہے۔

ہمارا اقدام کی قربان گاہ پر | کیا ۸ نومبر ۱۹۵۲ء کو آپ نے اپنے چھیتے ترجمان "ہمارا اقدام" کے مینیجنگ ایڈیٹر کو جواب

محض رپورٹرین کر رہ گیا ہے دلہ، عثمان آباد کے دورہ کے نام سے نہیں دیئے حالانکہ دورہ محض ایک بہانہ تھا۔ اس کے علاوہ اتنک جمعیت کے بیت المال سے اسے اور کیا ملا کر دی تو اس سے ساکت ہے لیکن اسرار رہو پر بجیف کی گستاخی استغفر اللہ استغفر اللہ کیا نوری شاہ صاحب کا جو حشر اس روک ٹوک پر ہوا اس سے سبق عبرت نہیں ملتا؟

ایک مولوی صاحب کی جھولی میں | بسلسلہ تنظیم عامہ نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۲ء کو طے کیا تھا کہ ہر ضلع کی تنظیم کے لئے (۱۰۰) خرچ کئے جائیں

چنانچہ بتاریخ ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۲ء ایک مولوی صاحب کو (تمام) اضلاع کی تنظیم کے عنوان سے دیئے گئے۔ لیکن انھوں نے کریم نگر کے سوا کسی ضلع کا آج تک نہیں کیا۔ اور یہ محض اس لئے کہ انھیں یہ روپیہ دراصل ان کی ہمنوائی حاصل کرنے اور مرکز میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کو آپ کی کارگزاریوں سے دھوکہ میں رکھنے کے لئے دیا گیا تھا۔ چنانچہ یہ دونوں

آپ کا فرض یہ تھا کہ آپ ایسا نہیں [illegible] بھی محض امانت و جمعیت کی وفاداری کا
خیال کر کے صاف الفاظ میں اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیتے۔ کیا آپ کا
یہ خود غرضانہ جرم و جسارت عفو و درگزر کرنے کے قابل ہے۔

بے بسی کے شکنجہ میں

کیا اس امر واقعہ سے آپ انکار کر سکتے ہیں کہ اکتوبر ۱۹۵۱ء
میں صدارت پر فائز ہونے کے بعد آپ نے راقم الحروف
(احقر مقبول احمد جامعی) کے ساتھ اپنی صفائی پیش کرتے اور اتحاد المسلمین
سے کچھ تعلق نہ رکھنے کے سلسلہ میں [illegible] صاحب کو حیدرآباد سے
ملاقات کی تھی اور اس رازدارانہ ملاقات کی خبر آپ کے ایک ممبر اتحاد
المسلمین لفٹننٹ کو معلوم ہو گئی تھی تو اس نے برہم و مشتعل ہو کر آپ کو
نہ صرف مغلظات سنائیں بلکہ آئندہ انتخابات میں [illegible] سے محروم کر دینے کی دھمکیاں
بھی دیں اور آپ اس سے مرعوب ہو کر محض صدارت کے سیٹ پر
بیٹھے رہنے کی خاطر اپنی پالیسی بالکل بدل ڈالی۔ کیا جس شخص کی صدارت
اس طرح بازیچہ اطفال ہو اور جو محض ادنیٰ سی خود غرضی کی خاطر ملت
کے مفاد کو یوں پس پشت ڈالنے کے لئے آمادہ ہو جائے آپ ہی ایمانداری سے
کہئے کہ کیا آپ اسے صدارت کا اہل اور مستحق قرار دے سکتے ہیں۔

دکن نیوز پر بارش کرم

کیا یہ سچ نہیں ہے کہ آپ نے "دکن نیوز" کو ۲۳
اکتوبر ۱۹۵۱ء کو [illegible] اور [illegible] مارچ ۱۹۵۲ء
کو [illegible] محض اس لئے دیئے کہ وہ مقامی اخبار ہونے کے باوجود آپ کی
ذاتی شہرت و نام آوری کی دکان چمکانے کے لئے غلط سلط اور بے بنیاد پروپیگنڈہ
کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کرے اور آپ کی ہر حال میں [illegible] حمایت کرتا رہے

گھبرا رہے تھے۔ اس کے علاوہ کچھ بلیوں کی بھی اٹل ضرورت پیش آگئی تھی
اس لئے آپ کے پیر نے (وصیت) میں ترمیم کر ڈالی ہے چونکہ بقول آپ کے
ان کے (وصیت) ابھی مشکل کوئی دینے کو تیار ہوا تھا۔ کردی ہیں یہ رقم اس
وقت ۱۰ ارمئی ۱۹۵۳ء کو جمع ہوئی ہے جب کہ دو ماہ کی کردی یکدم لکھی
گئی۔ اور ٹائپ مشینوں کا چرچا انیا تک پہونچ گیا۔ اور یہ آسانی اسکا
ہضم دشوار ہو گیا۔ ہماری گزارش صرف اس قدر ہے کہ یہ ٹائپ رائٹر کب
اور کس بازار کے کارخانہ میں فروخت ہوئے ہیں۔ اگر کسی نازک مصلحت کو ٹھیس
پہنچائے بغیر جواب کی معصومیت کی خاطر ہمیں گوارا نہیں ہے اتنا جواب
مرحمت ہو تو بڑی مہربانی

زکوٰۃ کے منی آرڈر غائب

آپ نے زکوٰۃ و فطرہ کی اپیلوں میں ہدایت کی تھی کہ منی آرڈر آپ کے نام
بھیجے جائیں چنانچہ خاطر خواہ رقوم بھیجے گئے۔ لیکن بعض آپ کے دشمنوں
اور حاسدوں کا کہنا ہے کہ آپ نے وہ سب ہضم کر لئے صرف چار منی آرڈر
جو آپ کی غیر موجودگی میں اتفاق سے دفتر والوں نے وصول کر لئے تھے
کر دی ہیں جمع ہو گئے۔ اتفاق سے اس لئے کہ جن دنوں ہیلنگ کا جرعلما
موجزن تھا آپ ڈاک کے وقت پوری پابندی سے دفتر میں حاضر رہتے تھے
بدخواہوں کی یہ بات ہمارے جی کو بھی لگی کہ ایک طرف آپ اخبار جمعیت ایک کے تھے
ترشائع صاحب اور اس سے بھی بڑھ کر ایک سید ابن سید ابن سید کو زکوٰۃ
کا روپیہ جو خالص بیواؤں یتیموں اور مسکینوں کا حق ہے اور جو بھیجا بھی
اسی مقصد کے لئے گیا تھا اور جس کا استعمال سادات کے لئے جائز بھی نہیں تھا

مقصد بدرجہ اتم حاصل ہوئے۔ اور ان دو اہم مقاصد کے سامنے اس حقیر رقم کی حیثیت ہی کیا ہے۔ جب کہ وہ بھی بیت سے بھی نہیں۔ رہی تنظیم تو وہ کس احمق کو مطلوب تھی۔

دورہ کا چکر

۲۰ر دسمبر ۱۹۵۲ء دورہ عثمان آباد بغرض [illegible] آباد کاری انور خاں و غوث یہ صاحبان۔ [illegible] ان دونوں حضرات نے یہ دورہ پاس کیا۔ یہ رقم آخر کہاں گئی؟ اور اگر ملا عبدالباسط صاحب کو بتاریخ ۲۳ر فروری ۱۹۵۳ء ان کے استعفیٰ کی دھمکی دینے پر دس ماہ(۳)، راسی میں سے دئے گئے مان بھی لئے جائیں تو باقی (۲ماہ) کا کیا بنا؟

۲۴ر فروری ۱۹۵۳ء دورہ عثمان آباد - دورہ گلبرگہ
۵ ماہ ۱۴/۶ ر — [illegible] ۱۲ ر

۴ر مارچ ۱۹۵۳ء - دورہ منچریال - دورہ کریم نگر
[illegible] ۴ر ۴ر — [illegible] ۱۰ ر

یہ تقریباً اٹھ سو روپے ہوتے ہیں۔

یہ دورے ضروری تھے یا غیر ضروری؟ یا اسی مقصد کے لئے تھے جس کے لئے بتائے گئے یا کسی اور مقصد کے لئے۔ یہ تو ہم بھی جانتے ہیں اور آپ بھی کو [illegible] مانے۔ البتہ آپ بات چپکے سے ہمارے کان میں کہہ دیجئے۔ اچھا خیر رہنے دیجئے پھر کبھی سہی اس وقت کوئی اور سن لے گا۔

ٹائپ رائٹر — دو ٹائپ رائٹر ۲۵ روپے میں

نوری شاہ صاحب نے اپنے زمانہ میں ۱۳۰ روپے میں دو ٹائپ رائٹر خریدے تھے۔ لیکن چونکہ آپ کے دوران سے عہدہ نشینی غوث الدین صاحب ناظم کی تو سو پچاس میں خرید لی تھی اس لئے یہ بے ضرورت ہو گئے تھے اور خواہ مخواہ دفتر دبا رکھا

اس طرح بغیر ڈکار لئے ہضم نہ کر لینا چاہئے تھا۔ کچھ تو خوف خدا لازم تھا لیکن ہو سکتا ہے کہ آپ کی ضرورتیں اور مجبوریاں اتنی شدید ہوں کہ اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہ ہو آخر متعہ کی حالت میں تو قرآن بجائے مردار تک کھانا روا رکھا ہے۔ آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ صدقہ میں سید اور غیر سید کی تفریق محض فقیہوں اور غیر تعبد یا کم از کم ہر زمانہ کی ناگزیر ضرورتوں سے ناواقف راویوں کی غیر دانشمندانہ اپج ہے ورنہ یتیم یتیم سب برابر مسکین مسکین سب یکساں۔ البتہ قرآن میں کہیں لکھا ہو تو کوئی دکھائے۔ اور اگر کوئی پھر بھی بیچارہ چھوڑے تو آپ جواب دے سکتے ہیں۔ ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

لیکن شاہ صاحب اس ضمن میں نہیں معلوم ہوا ہے کہ ایک عظیم نقصان سے آپ کو دوچار ہونا پڑا جو ایک حیثیت سے عظیم تر فائدہ سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ ان منحوس منی آرڈروں کے قضیہ میں آپکا ایک لفٹنٹ جو اپنے آپ کو جمعیت کا لیڈر بھی سمجھتا تھا اور آپ کی شان مقدس تک میں گستاخی کا مرتکب ہو جایا کرتا تھا۔ آپ سے ناراض ہو گیا اور اب اس لئے آپ کو آپکے کچھ ...... کے حوالہ کر کے دفتر تک آنا چھوڑ دیا ہے۔ یہ الم انگیز حادثہ دن رات کے ایک بجے دفتر جمعیت میں آپ کا ...... دربار برخاست ہو جانے کے بعد ظہور میں آیا۔ بات یہ تھی کہ مرکزی جمعیت کے ایک جنرل سکریٹری صاحب کی آمد کو دوچاروں باقی ختم کر دی دو مہینے سے مصری پڑی

آگے آئے گا۔ ہمارے پاس تمام منی آرڈروں کی تفصیل مع کوپن نمبر وغیرہ کی وضاحت کے محفوظ ہے۔ اور ہم قارئین کو کامل وثوق کے ساتھ اور کراسکتے ہیں کہ اپریل سے اواخر جولائی تک تیل جمعیت کی کروائی گئی تحریک کا سلسلہ حسب دستور ختم ہو جاتا ہے۔ اوپر کے منی آرڈر۔ ویسے کے علاوہ کوئی منی آرڈر (۳) ہمارے درج نہیں تھا

بعض دست بدستی رقوم کا حشر

سطور بالا کے مطالعہ کے بعد یہ اندازہ کچھ دشوار نہیں رہتا کہ جس شخص نے منی آرڈروں کے معاملہ میں جن کے وصول ہونے کی شہادت دستخطوں سے ہر وقت مہیا ہو سکتی ہے اس حبارت کا ثبوت دیا جس کی کہانی آپ سن چکے ہیں اس نے دست بدست حاصل شدہ رقموں کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہو گا۔ چنانچہ ایسی کوئی رقم کردی کے صفحات میں جگہ نہیں پا سکی جو کسی نے براہ راست صدر صاحب کو ادا کر دی اور اس کے حساب جمعیت میں درج پانے اور مستحقین تک پہنچنے کے سلسلہ میں ان پر اعتماد کیا۔ ایسی رقموں کے بارہ میں تحریری دستاویزی ثبوت بھی موجودہ قیادت کے مخلص کارگزاروں نے ہم تک پہنچایا ہے۔ لیکن چونکہ ہماری تحقیق و تصدیق کے معیار پر وہ ابھی تک پورا نہیں اتر سکا۔ اس لئے ہم اسے یہاں جگہ دینے کے بجائے یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ جن حضرات نے دست بدست صدر صاحب کو رقمیں دی ہیں۔ وہ خود دفتر سے اس کا اطمینان حاصل فرمالیں کہ آخر ان کی عطا کردہ رقوم کا حشر کیا ہوا؟ رسید کر دی میں جگہ مل سکی یا نہیں؟ اور وہ مستحقین تک پہنچیں یا نہیں؟ ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ متعدد رقمیں ایسی بھی ہیں جن کی

کے مخلصانہ و مشفقانہ مشورے نامنظور ہو۔ ان کے مطابق آئندہ کے لئے بہ سبب
کچھ بھی تو ذرا سلیقہ اور قرینہ کے ساتھ دیا کرو تاکہ اغیار و اعداء کو انگشت
نمائی کا موقع نہ ملے اور جگ ہنسائی کی صورت نہ پیدا ہونے پائے۔
فی الحال ان دشمنان عز و وقار کی زبان طعن سے بچ نکلنے کے لئے ہمارا مشورہ تمہیں
کی لاجواب الجھن سے آپ بھی ہماری طرح اچھا قائل ہو جائیں گے یہ ہے کہ آپ
مذکورہ بالا تمام الزامات و اتہامات کے بارے میں بیانگ دہل سب سے عالمانہ
مبلغانہ بلکہ مناسب یہ ہے کہ تفصیلات تمہارا شایان شان سے کہہ دیا کہ۔

اے حضرات!

ہم پر جو الزامات و اتہامات آج تک عائد کئے گئے ہیں وہ محض
کم نظری، کم علمی، ناپختگی اور معمولی مسائل دینیہ تک سے بے خبری کی بنیاد پر
کئے گئے ہیں، ہماری شخصیت ان تمام اتہامات و خرافات قسم کی چیزوں سے
وراء الوراء ہے۔ ہمارے لئے ان کا جواب دینا بھی ہماری کسر شان ہے اور اصل
ہے تاہم کوتاہ فہموں کی تنبیہ و سرزنش کے لئے صدقات و خیرات کے بارے
میں ہمارا جواب یہ ہے کہ صدقہ کا بیش از بیش ثواب اسی وقت حاصل
ہوتا ہے جب کہ اس میں اخفا اور پوشیدگی سے پورا پورا اہتمام کیا جائے
سیدھے ہاتھ سے دیا جائے تو الٹے ہاتھ کو خبر نہ ہونے پائے۔ بس جانو اور
دل سے مانو کہ ہم نے بحیثیت تمہارے وکیل کے تمہارے صدقات اتنی پوشیدگی
کے ساتھ مستحقین تک پہنچائے کہ اب خود ہمیں بھی یاد نہیں کہ کب اور کہاں
اور کس کو دئے گئے۔ کثرت حصول ثواب کے لئے اتنا اہتمام از بس ضروری
تھا۔ اور تمہیں ہمارا بطور خاص شکر گزار ہونا چاہئے کہ ہم نے انہیں کردیا

رسیدیں آ جد بدی لگی ہیں لیکن جو دو رسیدیں حسب عادت غائب کردی گئی ہیں۔ چنانچہ حساب کتاب کی جانچ کے لئے تو ایک نام نہاد بورڈ متعین کیا گیا تھا اس نے جن آڈیٹروں کے حوالہ یہ کام کیا انہیں اب تک بار بار کے اصراروں کے باوجود ایسی رسیدیں مہیا نہیں کی جا سکیں اور بھی کئی ضروری معلومات کے بارہ میں جن کی انہیں ضرورت ہے ٹال مٹول سے کام لیا جا رہا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ بیچارے کوئی رائے ظاہر کرنے میں سخت دقت محسوس کر رہے ہیں

اس خصوص میں ہمارا مشورہ

یہ جانتے اور مانتے ہوئے بھی کہ یہ محامد صفات اور مکارم عادات آپکی طبیعت ثانیہ بن گئے ہیں۔ اور کسی نے کہا ہے "دھوئے دھائے علت جائے عادت کہاں جائے"۔ پھر آپ سے عادت چھوڑنے کی توقع رکھنا تو ایک طرف آپ سے تو علت کے ازالہ کی توقع بھی منجملہ محالات عادیہ ہے۔ آپ شاید بجا طور پر اپنی "علت" بلکہ علتوں کو اپنی مخصوص شان و تمکنت کی زینت سمجھے ہوئے ہیں۔ وضع داری آپ کا دین ہے۔ اور جو اصول حیات ایک بار اختیار کر لئے انہیں بمصداق (الاستقامت فوق الکرامت) سختی سے قائم رہنا آپ کا ایمان۔ چچا غالب کے اس قول کا بھی آپ کو ضرور پاس و لحاظ ہوگا

؎ وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے
"مرے بت خانہ میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو"

یوں بھی ایام طفولیت سے بیچارہ سنیاسی اور آوان سہولت تک سنا خصائل و للہ لاشہ کا کوئی انسان پیہم و مسلسل تجو کر رہا ہو اس سے کوئی ایسی توقع زیادتی کے سوا اور کچھ نہیں۔ لیکن تاہم ایک جدید شرکیاں ہے

طاقت سے نیوز ایجنسی اور ایک اخبار کا سہارا لے کر بغیر کسی عمل خلوص و ایثار و صداقت کے ادنی شائبہ کے آپ کو کیسا کچھ مرعوب و مسحور کر رکھا تھا لیکن کتنا بچہ بتدریج کتابچہ کی شکل اختیار کرتا چلا جا رہا ہے اس لئے ہم اپنے پہلے خیال کی تبدیلی پہ مجبور ہیں۔ البتہ مشتے نمونہ از خروارے و اندکے از بسیارے!! کے طور پہ چند چیزیں پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں

قطعاً سفید جھوٹ | جیسے ہی ان جمعیتی قائدین کو اس کی بھنک لگی کہ ہمارے اقتدار اور تسلط سے کچھ لوگ کھٹکنے لگے ہیں

اور ان کی طرف سے ہمارے غلط اقدامات اور مہلک منصوبوں کے خلاف احتجاج کرنے یا جمعیت سے الگ ہو جانے کا اندیشہ ہے انہوں نے ان کے خلاف یہ پروپیگنڈہ اخبار ہمارا اقدام" کے ذریعہ سے قبل از قبل شروع کر دیا۔

۱۔ کچھ تو د بانض ضمیر فروش مفاد پرست۔ دشمنان ملت غلامان کانگریس و حکومت جمعیت کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے پر تل گئے ہیں

۲۔ سواد اعظم کے خلاف چلنے والے مفاد پرستوں سے ہوشیار رہئیے جنہوں نے پھوٹ اور افتراق پیدا کر کے زمانہ کے ہر نازک موقع پر نقصان پہنچایا ہے۔

۳۔ ان لوگوں کے خلاف دو ایک میں شریف تادیبی کارروائی ہونے والی تھی اس لئے یہ ہوا کا رخ پہنچان کر تادیبی کارروائی کی ذلت سے بچنے کے لئے استعفیٰ دے رہے ہیں۔

اور جب ان ملت فروشوں نے استعفے دے ہی ڈالے اگر اب لگا تعزل ملاحظہ ہو۔

کھاتے میں لکھکر اور اُسے تمہارے سامنے ان کا حال بیان کر کے ریا و سمعہ کا مخفی شائبہ تک نہیں پیدا ہونے دیا۔ کیا یہ تمہاری نجات دنیوی اور سعادت اخروی کے لئے کافی نہیں ہے۔ بولو اور زور سے بولو اللہ اکبر پڑھو اور خلوص دل سے پڑھو اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد۔ یاد رکھو اور کبھی نہ بھولو کہ آل محمد کی شان میں گستاخانہ خیال کرنے کا تصور تک نہ کرو

گوئبلزی پروپگنڈہ

ہٹلر کا قول تھا کہ کسی غلط اور بے حقیقت بات کو صحیح اور حقیقت ثابت کرنا ہو تو بار بار پے در پے اور مسلسل جھوٹ بولے اسے دہراتے رہیے دنیا اس کی حقیقت و صداقت تسلیم کرے گی۔ ہٹلری حکومت کے شعبہ نشریات کے انچارج نے اس پر عمل کر کے اپنے استاد ہٹلر کا قول صحیح ثابت کر دکھایا اور آج گوئبلز کا کامیاب پروپگنڈہ میں اس کی شخصیت ضرب المثل کی حیثیت حاصل کر چکی ہے ہمارے ان خداوندان جمعیت نے بھی ابتداء ہی سے دروغ بیانی اور بے اصل بیان بازی ہی پر اپنی شہرت و عظمت کے بلند مینار تعمیر کرنا چاہے۔ لیکن دروغ کی بے فروغی ایک قدیم صداقت ہے۔ جس کا مشاہدہ ہم ہٹلر اور ان ہٹلران جمعیت کے انجام و مآل میں کر کے درس عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم نے ۵ر اکتوبر سنہ ۱۹۵۳ء سے آج تک کے مقامی جرائد سے سینکڑوں کٹنگ جمع کئے تھے اور ان میں سے صرف (۱۰۱) کٹنگس یا کم از کم ان کا اقتباس آپ کے سامنے پیش کر کے آپ پر یہ واضح کرنا چاہتے تھے کہ آپ کی جمعیت کے کارپردازوں میں بھی کیسے کیسے پروپگنڈہ کے اسپیشلسٹ اور ماہر موجود ہیں اور انھوں نے کس طرح محض اپنی لسانی و دراز نفسی، بیباکی، جھوٹ اور من گھڑت فریب کی

اس کے بعد جب اصلاح پسندوں نے اسٹیئرنگ کمیٹی کا اعلان کرنا چاہا
تاکہ منتشر افراد مجتمع شکل میں کام کریں تو اس کے اعلان سے پہلے ہی ان میں
کھلبلی مچ گئی اور کچھ نہ سوجھی تو خود ہی یہ بے سروپا اعلان کر ڈالا کہ اب یہ
لوگ متوازی جمعیت قائم کر رہے ہیں اور اب انہی ہی اس بے بنیاد خبر کو بنیاد
بنا کر طوفان بے تمیزی بپا کر دیا حالانکہ کسی متوازی جمعیت کا قیام اب تک
عمل میں نہیں آیا۔ اب "یہی غیر مقبول افراد اب جمعیت کے متوازی ایک
تنظیم بنانے کے لئے کوشاں ہیں ـــــ جمعیت کے موجودہ قائدین تو بہا کیوں
سے ان ارکان کے ناراض و نالاں ہونے اور پھر باغی بن جانے کی بنیادی وجہ
یہ ہے کہ ان کو دن بدن موجودہ جمعیت کانگریس سے دور ہوتی نظر آتی ہے
یہ بات کانٹے کی طرح ان کے دل و دماغ میں کھٹک جاتی ہے کہ جمعیت کے ایک
سرگرم کارکن نے مسلمانوں کو اپنے مسائل کے حل کرنے کے لئے عوامی جمہوری
صفوں کی طرف بڑھنے کا مشورہ دیا اور برملا کہہ دیا کہ کانگریس سے مسلمانوں کو
کوئی توقع رکھنا ہی نہیں چاہیئے " جمعیت کی موجودہ قیادت سے باغی ارکان
جو برہم و ناراض ہوئے اس کی بڑی وجہ یہی ہے " (ہمارا اقدام ۲۶ اپریل ۱۹۵۳ء)
یہی نہیں بلکہ متوازی تنظیم جمعیت کی صدارت کے لئے کشمکش کا پروپیگنڈہ
بھی شروع ہو گیا۔ ماڈرن نیوز ایجنسی عبدالسبحان دالوی یوسف نے ایک خبر
شائع کرائی " مولانا محمد اور مقبول احمد جامعی کے درمیان جمعیت علماء کی
متوازی تنظیم کی صدارت کے لئے جو کشمکش ہو رہی ہے وہ اب نیا رنگ اختیار
کرتی جا رہی ہے۔ بتلایا جاتا ہے کہ
وہاں مولانا قرنی بیٹھے حکیم مقصود جنگ ٹھوک رہے ہیں جو راج بھون کے نمائندہ

۱۔ جمعیت کی ایک ذیلی کمیٹی کے مشورے کے مطابق مجلس عاملہ جمعیت نے انھیں جمعیت سے نکال دیا۔ یہ مسلمانوں کے مفاد عامہ کے خلاف سرگرمیوں میں حصہ لے رہے تھے۔

۲۔ مرکز دہلی کو ان کے خلاف تادیبی کارروائی کرنے کے لئے لکھا گیا ہے مرکز نے ان کے خلاف تادیبی کارروائی کی ہدایت کی ہے۔

۳۔ مولانا حفظ الرحمٰن آئندہ ماہ وارد ہوں گے ان کے پیش نظر بعض مرکزی گروپ عناصر کے خلاف تادیبی کارروائی بھی ان تمام خبروں میں ہے جو بار بار دہرائی گئیں، قابل لحاظ امر یہ تادیبی کارروائی کی روش ہے جو کبھی کرنے کی جرأت نہیں ہوئی اس لئے اخبار میں کچھ چھپوا دینا اور ہے اور کسی اجتماع میں چاہے وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو کچھ ثابت کرنا اور۔ اجتماع سے تو یہ مجرم ہمیشہ ڈرتے سہمتے رہے محض اس لئے کہ ہر ہیں اپنے جرائم کا بھانڈا پھوٹ جانے کا ڈر لگا ہوا تھا۔

ذیلی کمیٹی کے اخراج کے فیصلہ میں دو چیزیں آپ کی دلچسپی کی ہیں۔ ایک وہ کمیٹی جس کے دو رکن انصاری صاحب صدر اور احسن صاحب نائب صدر تھے۔ اور تیسرے رکن نے اس کی تشکیل کو غلط سمجھ کر شرکت نہ کرنے کے باوصف ان دونوں نے بھی یہ فیصلہ غلط ہو یا صحیح نافذ کر دیا تھا وہ بھی عاملہ سے استعفیٰ منظور کرنے کی حد تک جمعیت سے اخراج منتظمہ کے سوا کسی کے بس کی بات نہ تھی دوسرے اخراج کی خبر سے استعفوں کے ذکر کو صاف اڑا جاتا تاکہ تادیبی کارروائی کی شان نمایاں ہو جائے حالانکہ یہ سب سفید جھوٹ تھا

نہیں دیا جا سکا۔ حق و باطل کا اندازہ کرنا اب انصاف پسند اور غیر جانبدار قارئین کا
کام ہے۔ بالآخر بقول عارف شیراز ؎

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں ؛ تا سیہ روئے شود ہر کہ در او غش باشد

لیکن بغیر تجربہ و امتحان کے بھی اسی نبض شناس انسانیت نے
ایک قطعی معیار کار کی نشاندہی کی ہے۔ اس معیار پر ہم اگر کس کر دیکھیں تو
حقیقت سامنے آجاتی ہے فرماتے ہیں ؎

ناز پروردِ تنعم نبرد راہ بہ دوست ؛ عاشقی شیوۂ رندانِ بلا کش باشد

بہرحال! اب دو ایک خالص ملکی بلکہ خالص لوگوں پر مبنی گروہ کی مثالیں ملاحظہ
فرمائیے! اور ان قائدین جمعیت علما کی دروغ بافانہ جسارتوں کی
داد دیجئے!

یہ تو بارہا کہا جا چکا ہے کہ ان لوگوں کے اندر نہ اخلاص و ایثار سے پیدا ہونے والی دلیری ہے نہ کوئی نصب العین استقامت۔ کچھ اغراض و مفادات ہیں وہ بھی تیسرے درجے کے بالکل اوچھا اور گھٹیا قسم کے انکی خاطر یہ سارے پاپڑ بیلتے ہیں۔ لیکن جہاں بات بگڑتی دیکھتے ہیں جھٹ سرکار پرستی اور کانگریس دوستی، الفت وطن اور خدمت ملک کے راگ الاپنے میں بھی انہیں کوئی شرم نہیں محسوس ہوتی۔ ذرا ایک نمونہ

جمعیت علمائے حیدرآباد نے یوم جمہوریہ منایا

حیدرآباد۔ ۲۰ر جنوری۔ جمعیت علمائے حیدرآباد کی جانب سے کل جمعیت کے ہال میں یوم جمہوریہ ہند منایا گیا صدر جمعیت ۔ افتخار علی

ہیں۔" (ہمارا اقدام ۱۰ اپریل) اس کے دوسرے دن بھی اخبار کا ایک اور اداریہ نوٹ ملاحظہ ہو۔

"یہ کون نہیں جانتا کہ جمعیت العلمائے حیدرآباد کو کانگریس کا ایک ذیلی شعبہ بنائے رکھنے میں مولانا قمر اور ان کے حواریوں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ لیکن حیدرآباد میں ایسی کوئی پالیسی چلنے والی نہیں تھی کیوں کہ یہاں کے لوگ کانگریس کے نام پر تھوکنا تک اپنی تذلیل و توہین سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ مولانا قمر اور ان کے حاشیہ برداروں کو عہدوں سے الگ ہونا پڑا جس کے بعد انہوں نے جمعیت کے صدر کے خلاف سرکار کے احسان مند اخباروں کے ذریعہ اس قدر گندگی اچھالی کہ بس اللہ کی پناہ!! اب اس سے تھک ہار کر ان پٹے ہوئے مہروں نے ایکو ٹرہ ایٹ کی مسجد بنانی شروع کی تھی۔" (ہمارا اقدام ۱۲ اپریل)

ان خبروں کے نقل کرنے سے ہمارا مقصد یہ بتانا ہے کہ پہلے پہل تحریر دستوا نبی جمعیت) کو حقیقت بنا ڈالا۔ لیکن جب یہ زعیم باطل نزدیک کی سرد میں آگیا شیر نہ سکا تو قمر و جامعی کی کشمکش کی آڑ لے کر گرتی ہوئی دیوار میں الٹا وار لگا گئی۔ گویا اس کشمکش کی وجہ سے اس کے قیام کا اقدام ناکام رہا۔

رہا قمر صاحب اور ان کے حواریوں پر الزامات کا تومار تو ان میں سے کسی ایک کو ثابت نہیں کیا جا سکا۔ محض دعوے ہی دعوے ہیں، اور ایسے دعوے ہر شخص ہر شخص کے بارہ میں کر سکتا ہے! دوسرے قمر صاحب اور ان کے حاشیہ برداروں نے صدر جمعیت وغیرہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کے جواب میں سوائے گالیوں اور الزاموں کے کچھ نہیں کہا گیا کسی ایک بات کا جواب بھی

جمعیت علمائے حیدرآباد کی سالانہ کانفرنس

حیدرآباد ۲۵ جنوری۔ جمعیت علمائے حیدرآباد کی سالانہ کانفرنس
توقع ہے کہ اواخر فروری میں منعقد ہوگی۔ جس کی صدارت کے لئے
ناظم اعلیٰ جمعیت علماء ہند حفظ الرحمٰن سے درخواست کی گئی ہے
(ریبو رٹر ہمارا اقدام)

(چوتھا سین)

جمعیت علماء کا اہم اجلاس

حیدرآباد ۲۔ فروری۔ معلوم ہوا ہے کہ جمعیت العلمائے ہند
کی مجلس عاملہ کا جو اجلاس بمبئی میں ۲۸ فروری سے منعقد ہو رہا ہے اس
میں شرکت کے لئے حیدرآباد کی جمعیت العلماء کے صدر اور معتمدین کو
مدعو کیا گیا ہے۔ توقع ہے کہ یہ قائدین ۲۰۔ فروری کو بمبئی روانہ ہونگے
(ماڈرن نیوز۔ ہمارا اقدام)

(پانچواں نمونہ)

اجیرین جمعیت سے رجوع ہوں

حیدرآباد ۳۰۔ اپریل۔ جمعیت العلماء کی ایک اطلاع مظہر ہے
کہ دفتر پر مختلف صلاحیت رکھنے والے بیروزگار، وں نے روزگار کی فراہمی
کے لئے درخواستیں دی ہیں اس خصوص میں ایسے حضرات کو ملازمین کی
تلاش ہو خواہش کی گئی ہے کہ وہ دفتر جمعیت سے ربط پیدا کریں
(دکن نیوز۔ ہمارا اقدام۔ ۴ اپریل)

صدارت کی مولوی انور خاں صاحب مولوی ابو یوسف صاحب اور مولوی عبدالسبحان صاحب معتمدین جمعیت نے اجتماع کو مخاطب کیا۔ مقررین نے جد و جہد آزادی کی تفصیلات بیان کیں۔ اور جمعیت علما اور دیگر جماعتوں کی حصول آزادی میں ایثار و قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح ہم حصول آزادی کی منزل میں متحد رہے اسی طرح ہم میں ملک کی بھلائی کے لئے اتحاد و یگانگت ضروری ہے (دوسرا نمونہ) ہمارا اقدام ۲۰ جنوری)

ایمان سے کہئے! کیا آپ اس خبر کو پڑھ کر بھولے سے بھی اس کا تصور کر سکتے ہیں کہ سی پوز کا یہ تذکرہ ہے اس دوران صدر صاحب اور مقررین میں سے کسی نے دفتر جمعیت میں قدم تک نہیں رکھا یعنی نہ جلسہ ہوا نہ جشن منایا گیا نہ تقریریں ہوئیں نہ تقریروں کی للکار و پکار سے پنڈال کے گونجنے کی نوبت آئی۔ (دوسرا نمونہ)

جمعیت حیدرآباد کا سالانہ اجلاس

حیدرآباد ۲۵ اکتوبر جمعیت حیدرآباد کا اجلاس سالانہ وسط جنوری میں منعقد ہو رہا ہے۔ اجلاس میں ریاست میں مسلمانوں کی معاشی، تعلیمی، سماجی ترقی کے تعلق سے ایک لائحہ عمل پیش کیا جائیگا اجلاس میں علاوہ ممتاز قائدین کے صدر جمعیت علمائے ہند مولانا حسین احمد مدنی ناظم اعلیٰ مولانا حفظ الرحمٰن کی شرکت کی توقع ہے (تیسرا نمونہ)

(ہمارا اقدام ۳۰ اکتوبر)

اب مذکورہ بالا چاروں خبروں کو واقعات کی کسوٹی پر کس کر دیکھئے!

۱۔ آپ اور ہم سبھی جانتے ہیں کہ جمعیت حیدرآباد کا سالانہ جلسہ نہ گذشتہ جنوری میں ہوا نہ آئندہ کسی جنوری میں یہ لوگ کرسکیں گے

۲۔ ضلع بیدر کی سالانہ کانفرنس بھی اخبار کے کالموں میں کئی بار منعقد ہوتی رہے گی۔ لیکن عالم حقیقت میں نہ ہوئی ہے نہ ہونے کی کوئی توقع ہے

۳۔ مرکز کی مجلس عاملہ میں نہ قائدین جمعیت حیدرآباد بھی گئے نہ آئندہ بلائے جانے کا امکان ہے۔

۴۔ بے روزگاروں کو دفتر جمعیت نے انصاری دور صدارت میں نہ روزگار دلوایا ہے نہ دلانے کی اہلیت ہے۔ اگر کسی صاحب نے نام لکھوایا ہو اور روزگار ملا ہو یا کسی آجر کی ضرورت اس دفتر سے پوری ہوئی ہو تو وہ تصدیق یا تردید کا حق رکھتے ہیں۔ یہ ہیں جمعیت کے شعبۂ نشر و اشاعت کی پروپگنڈہ تیور خدائے عزت اسے سلامت باکرامت رکھے!

سفید جھوٹ کے چند نمونے تو آپ نے ملاحظہ فرمالئے اب سیہ جھوٹ کے چند جھلکیاں عرض خدمت ہیں۔ اس کی احتیاط کیجئے! کہ کہیں ان کی بھیانک تجلیوں سے آپ کی چشم نظارہ خیرہ اور آپ سراسیمہ ہوکر نہ رہ جائیں۔

۲۶ مارچ کو مولانا قمر کے مکان میں آتش زدگی کا حادثہ پیش آیا دفتر جمعیۃ کا

ہی دے سکتے ہیں ہم صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ پوری بددیانت داری ان لٹریچر مختلف
تواجد آفریں واقع ہوا ہے اور ہمارا اس پر لوٹ جانے کو جی چاہتا ہے

۴۔ جمعیت کے دفتر اور خداوندان جمعیت کے گھروں پر پولیس کا
دھاوا اور تلاشی خواہ کسی وجہ سے کیوں نہ ہو ہر ہمدرد جمعیت کے لئے ایک
المناک سانحہ تھی۔ لیکن جیسا کہ ہم کسی دوسری جگہ بیان کر چکے ہیں یہ نتیجہ
تھی ان کی نا اہلی، شہرت پسندی، منفعت اندوزی اور ہر سستی نام
آوری کا موقع مہیا کرنے والے کام میں مطلب پرستی اور بے تدبیری کا
لیکن ان عبادہ وں نے اس گناہ سے بھی ثواب کا پہلو پیدا کر لے اور اپنے
عمل کی اس عبرت آفریں ساعت میں مکر و فریب جھوٹ اور حیلہ سازی
سے کام لینے میں دریغ نہ کیا۔ حالانکہ ایک معمولی مسلمان کے لئے بھی کسی حال
میں صدق و صفا کی صراط مستقیم سے منحرف ہونے کا کوئی جواز نہیں پیدا
ہوتا۔ انہوں نے مرکز کو غلط اطلاعیں دیں، پبلک کو فریب میں مبتلا کیا۔
عاملہ کو بہکایا۔ بلکہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے عاملہ کے ارکان نے دفتر کا
رخ بھی نہ کیا۔ پریس میں عاملہ کے نام سے جو کچھ چھپا وہ انہیں دو چار ملت کے
غداروں کی مجرم ضمیر کی پکار ہے۔ انتہا یہ ہے کہ وزیر داخلہ تک کو چرکا دے
آئے اور پھر اس سے جو فائدہ اٹھایا اس کی کیفیت ملاحظہ فرمائیے!

"حکومت کے عہدہ دار جمعیت سے ربط قائم کر کے معلومات حاصل
کر سکتے ہیں۔ مگر اس طریقہ کار کو ترک کر کے ۴ ساعت شب کے بوقت واحد
متعدد مقامات پر کثیر تعداد میں پولیس کو ہمراہ رکھ کر اور سوتے ہوئے
لوگوں کو جگا تا حکم نامہ اور ضابطہ کو ملحوظ رکھے بغیر باضابطہ بھیجا ہوتی

ہو کر سامنے کیوں نہ آ گئے۔ کیا تم ملا انگی اور مجلہ العلوم کے مدیر اور ذمہ دار
ہوتے ہوئے بھی آئین و قانون کی اس الف بے تک سے واقف نہ تھے!

تیسری بات علامہ نے یہ کہی ہے کہ "یہ گستاخی نادانستہ بھی ہو گئی تھی۔" آخر
کیا مطلب؟ اس کا ایک طرف تو یہ گستاخی عملی فرضی اور معنوی ثابت
ہو چکی ہے۔ اور اس کی اسی حیثیت کے باعث یہ تلاشی تک عمل میں
آ رہی ہے۔ اور دوسری طرف یا للعجب یہ بھی ارشاد ہو رہا ہے "یہ گستاخی نادانستہ بھی ہوئی"
اور کس طرح؟ ماشاء اللہ! کیا ایسے حکومت کے کھلا خطا کس قدر مہمل سا ہے
یہ اظہار خیال محض ناواقفوں کو گمراہ اور خود کو معصوم ثابت کرنے کیلئے ہے۔ ہمیں
اس قرارداد کے الفاظ و عبارت از اول تا آخر ایک دہشت زدہ اور ذہنیت
پذیر دماغ کے آفریدہ معلوم ہوتے ہیں جن کا کوئی سر ہے نہ پیر۔ جو بھی اسے
پڑھے گا ہماری رائے سے اتفاق کرے گا۔

اس ضمن میں تین جھوٹ اور بھی معترضہ کے ساتھ مسلسل چپکے
رہے۔ ایک یہ کہ وزیر داخلہ نے تلاشی پر اظہار حیرت و لاعلمی کیا۔ دوسرے
سنواری تنظیم سے ہم فساد پرستوں نے تلاشی کرائی۔ تیسرے گول مول الفاظ
میں یہ بھی کہ جمعیت نے حکومت سے استفسار کیا تھا۔ لیکن وہ خاموش بیٹھی
رہی۔ لیکن استفسار کب کیا تھا؟ گستاخی شائع کرنے اور دہم استیفا طلب فرمانے
سے پہلے یا اس کے بعد؟ اس گول مول میں مصلحت یہ کہ سطحی نظر سے دیکھنے والے
یہ سمجھ لیں کہ پہلے ہی پوچھا ہوگا اور اگر کوئی تحقیق کر بیٹھے تو کہہ سکیں کہ بعد ہی میں
سہی لیکن پوچھا تو تھا اس نے دیر کیوں لگا دی؟ لیکن یہاں سوال صرف
یہ ہے کہ آپ نے اتنی جلد بازی کیوں ضروری تصور فرمائی؟ کیا قبل از قبل

محولہ گشتی کی نقل کی موجودگی میں سپرپولیس کے ایک جم غفیر کے ساتھ تلاشی لے کر اسی گشتی کی نقل برآمد کر کے مورد الزام گردانا انتہائی مذموم حرکت ہے"

(رہنمائے دکن۔ ۲۴ اپریل)

یہ عبارت جمعیت کی مجلس عاملہ کے درو ازہ اجلاس میں پاس کی ہوئی طویل قرارداد کا ایک ٹکڑا ہے

ہمارے نزدیک اس میں تین امر تنقیح طلب ہیں تین بجے رات کے وقت سوتوں کو جگانا۔ حکم نامہ کے بغیر تلاشی لینا۔ اور گشتی کا باضابطہ چھپا ہوا ہونا۔ امر اول از روئے واقعہ غلط ہے اور محض جھوٹ اور افترا۔ پولیس نے دفتر جمعیت میں طلوع آفتاب کے بھی کچھ بعد جب کہ صدر مفخم خواب ناز سے بیدار ہو چکے تھے۔ قدم رکھنے کی جسارت کی البتہ دفتر کا محاصرہ اس نے رات کے ساڑھے چار بجے سے کر رکھا تھا۔ چنانچہ ہمارا اقدام نے جو پہلی رزولیشن اور نہایت امن اطلاع شائع کی ہے اس میں تلاشی کا وقت چار بجے بتایا گیا ہے۔ گو وہ بھی حقیقتہً غلط ہے لیکن تاویل وقت محاصرہ اس میں اور پولیس کے عمل میں تطبیق کی جا سکتی ہے۔ مگر یہ تین بجے والا سفید جھوٹ تو کسی تاویل سے بھی سچ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

رہی بغیر حکم نامہ کے تلاشی۔ تو اس کے بارے میں ہم ان مجاہدین مجلس و منبر اور رہنمایان گفتار نفرت اثر سے جنہوں نے ملت بیباک کی روایتی جرأت مندیوں کو خاک بسر کر کے رکھ دیا یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر تم نے پولیس کے اس ناروا طرز کا فوراً مقاومت کیوں نہ کی اور جمعیت کے وقار و اعتبار کو ملیامیٹ ہونے سے بچانے کے لئے سینہ سپر

رکھتے ہیں یا ایسی پر کوئی اختلاف ظاہر نہیں کرتے ——— ہم جماعت بندی سے
بالاتر ہو کر مسائل کو سوچتے ہیں اور جماعت سے خارج کردہ ارکان ایک مخصوص
انداز میں آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ انھوں نے کہا ہم سچائی امن اور مظلوموں کا ساتھ
دیں گے۔"

ہماری طرف سے علامہ افتخاری کی خدمت میں بصد ادب گزارش
ہے کہ اگر وہ بیس ہزار ارکان کا ثبوت مہیا کردیں تو ہم بیس ہزار سکہ چہرہ شاہی
کا حقیر ہدیہ عقیدت پیش کرنے کو تیار ہیں ضمانت کے بارے میں انھیں
فکر و تردد کی ضرورت نہیں، انکا سنگر بس کا بینک بیلنس اور حکومت کا خزانہ
حاضر ہے کیا وہ اپنے ہم جیسے جاں نثاروں اور وفا شعاروں کے قول
و قرار کی لاج رکھنے کے لئے اتنا بھی نہ کرسکیں گے اور ہاں آریہ سماج کے
بھرپور خزانہ کو تو ہم بھول ہی گئے وہ بھی تو ہمارے لئے وقف ہے۔ ہم
اس کے جاسوس جو ٹھہرے۔ اور آپ جانتے ہی ہوں گے جاسوس اپنے
جوڑ توڑ اکھاڑ پچھاڑ کے لئے کسی بجٹ کا پابند نہیں ہوتا کام ہونا چاہئیے!
خرچ چاہے دولت کا دریا کیوں نہ کرنا پڑے۔ ایسے حساب کتاب کی گرفت سے
بھی مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ البتہ ہم جاسوس ہیں یا نہیں تو آپ اور
آپ کے چیلے چانٹے تو ان اسرار و رموز سے واقف ہی ہیں۔ یہی اصولی
بات تو جنہ سے وہ بیس حضرات ہمارے علامہ کی تصدیق یا تکذیب فرما سکتے
ہیں۔ اور یہ اختلاف برائے اختلاف والی بات کا جواب ہم کیا دیں۔ علامہ
کو خدا ان کی فہم و ذکا سلامت رکھے اس کا جواب ان کے منبع التضاد یا
بلکہ جامع الاضداد بیان میں خود ہی موجود ہے۔ یعنی یہ کہ آپ ۔ ۔ بالاتر

حکومت سے حل کر دریافت کرنا ممکن نہ تھا۔ یا بار ما موری کا زرین موقع جو دور لعید میسر آ سکتا تھا اس کا وقت گزرا جا رہا تھا۔ وزیرہ افضل کا واقعہ یہ ہے کہ اس نے ٹیں بجے والے تحویشہ پر الٹا جسرت کیا تھا رکہ تلاشی پر۔ تلاشی اس کے علم و اطلاع کے بغیر کیوں کر عمل میں آ سکتی تھی۔ ہوا سے یہ رنگ دے دیا گیا ہے مفاد پرست و مرکز گریز افایر جو الزام و اتہام لگایا جاتا تھا اور درست ا ہے

دستو و نصیحت دشمن کہ تو وہاں تخت ، سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی۔

ایک اہم اس میں اور رہ گیا۔ وہ یہ کہ "مرکز گریز نام نہاد مسلم قائدین کی سرگرمیاں اب برداشت نہیں کی جا سکتیں"

"حیدرآباد کے معزز شہریوں کا ایک وفد اس سلسلہ میں عنقریب دہلی جائیگا" لیکن وہ وفد کب دہلی گیا کب واپس آیا۔ اور کس کس کو اس نے مرکز کا شکایت کر کے وا۔ یہ پڑھوایا یہ ابھی زیرا بصیغہ راز ہے

"حیدرآباد میں جمعیت العلماء کے بیشتر ارکان ہیں ہم جلد امن اور مظلوموں کا تحفظ دینگے جمعیت کی عاملہ سے علیحدہ کردہ ارکان اختلاف برائے اختلاف رکھتے تھے"

مولانا افتخاری کا اعلان

"حیدرآباد ۲۰ مارچ ——— اس پروپگنڈہ میں کوئی صداقت نہیں ہے کہ انہیں ایڈوکیٹ جنجم مقصود جنگ اور نواب سعید جنگ نے بھی جمعیت سے استعفیٰ دیدیا ہے علیحدہ کردہ ارکان اختلاف برائے اختلاف

اس قسم کے طفلانہ اقدامات روزمرہ کا معمول ہیں اور بغیر کسی مبالغہ کے کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ ذمہ داران جمعیت کے ہاتھوں میں اس کا دفتر اور اس کی کارگزاریاں محض ایک کھلونا بن کر رہ گئی ہیں۔ سوچیے اس کا انجام کیا ہوگا۔ اور غور کیجیے کہ یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھنے کو ہے

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے ؛ ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

آپ جاں جہاں نہیں مگر حیدرآباد کے حد تک جان مسلمان تو ضرور ہیں لیکن ایسی غیر ذمہ دارانہ قیادت مسلمانوں کو کس عمیق و تاریک غار میں لے جا کر گرائے گی

۷ "جمعیت کے خارج شدہ ارکان کی تخریبی سرگرمیاں"

یہ سرخی ہے اخبار رہنمائے دکن جیسے متین اخبار مورخہ ۵ رمئی کی ایک خبر کی۔ اس خبر میں نہایت ڈھٹائی اور بے خیالی کے ساتھ سیاہ جھوٹ کے انبار لگائے گئے ہیں اور ایسے ناشائستہ افعال کا الزام دوسروں کے سر تھوپا گیا ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ ۲۴ اپریل کو اسٹیرنگ کمیٹی کے قیام کے سلسلہ میں مسلم اسٹور کے اندر ایک اجتماع تھا جس کی اطلاع شائع ہو چکی تھی۔ اس اطلاع پر شر پسندان جمعیت تلملا گئے اور عین جلسہ کے آغاز سے چند منٹ قبل چند ناواقف حال نوجوانوں کو ساتھ لے کر ایک پارٹی ملا محمد السیکاتا کی قیادت میں اندر آگئی اور ایک جتھا مسٹر ابو یوسف کی سرکردگی میں بازو دروازے کے طور پر گلی کے نکڑ پر کھڑا رہا تاکہ ضرورت پڑنے پر مدد پہنچا سکے اس دستہ میں جمعیت کے اسقف اعظم اور بشپ اکبر حضور ظہیر الدین وکیل پیر بھینسوی بھی دعائے برکت اور ازدیاد سعادت کے لئے مع اپنی ایک علاحدہ

باہر سوچتے ہیں۔ اور ہم مخصوص انداز فکر کی لسینیوں میں غلطاں رہنا چاہتے تھے۔ رہ گیا اب بیواؤں اور مظلوموں کا ساتھ دینا" تو اس میں کیا شک ہے
"ہر کہ شک آرد کافر گردد"

۶۔ اوائل مئی میں عاملہ کا ایک جلسہ ہوا ۳ مئی کو ایک خبر شائع ہوئی اجلاس عاملہ جمعیت سے مولانا محفوظ الرحمٰن نامی وغیرہ ایچی کا خطاب اس خبر میں صرف مولانا نامی کا خطاب درج ہے۔ کسی قرارداد وغیرہ کا تذکرہ تک نہیں۔ اس کے بعد ۸ مئی کو ایک خبر چھپی اس میں عاملہ کی قراردادیں شائع ہوئیں "بازمامورین ملازمین۔ اور عبدالحق زبان" کے بارہ میں اسی کی بقیہ روداد ۸ مئی کو شائع ہوئی اس میں مزید دو قراردادیں شائع کی گئیں "

"بازآبادکاری۔ اور مخلوط تعلیم سے متعلق"

اس اجلاس عاملہ میں چونکہ ایک معزز مہمان معلم قرآن کو دعوت دی گئی تھی اس لئے دو ایک گوشہ نشین حضرات کو بھی بلا لیا گیا تھا انہیں میں سے ایک بزرگ کا بیان ہے کہ میں اس جلسہ عاملہ میں آخر تک موجود تھا۔ کوئی قرارداد پاس تو کیا پیش بھی نہیں ہوئی اس لئے کہ عاملہ کا کورم ہی پورا نہ تھا۔ جب قراردادیں چھپ کر آئیں تو میں نے قراردادیں شائع کرنے والے صاحب .. سے جو رکن عاملہ نہ ہونے کے باوجود سب کچھ ہیں پوچھا یہ کیا خرافات ہے؟ جواب ملاحظہ ہو آپ کے آجانے کے بعد رات کے ایک بجے کورم پورا ہو گیا (اس) وقت یہ منظور کی گئیں۔

صاحبو! غور فرمائیں اس جمعیت کے ارکان عاملہ کا حسن کہ وہ رکن ہیں

بلند ٹیلوں، اعلامیوں وغیرہ کا جو طوفان بے تمیزی برپا کیا وہ اس لائق
نہیں ہے کہ اسے فراموش کیا جائے فضا میں ابھی اس کا تلاطم بپا ہے۔
دبیر فلک کی زبان ابھی تک محروم تکلم اور گوش فلک گرانی آشنا ہے،
جمعیت کے موضوعات بیان میں سے ایک موضوع عیدگاہ کا انتظام بھی
تھا۔ اس کے واسطے انتظامی کمیٹی بنی اس نے عیدگاہ کا معائنہ کرنے کے علاوہ
اور باتوں کے صدر معظم کی خدمت میں رپورٹ پیش کرتے ہوئے یہ تجویز
بھی رکھی۔ چوں کہ اس سال موسم بہت گرم رہتا ہے اس لئے عیدگاہ کے پورے
حصہ پر شامیانے نصب کئے جائیں اور دیگر تعمیریں بھی فراہم کی جائیں
حصول عطایا کے یہ حربے استعمال کرکے پبلک کو اخباروں کے ذریعہ سے ان کی
چمک دمک دکھا کر انتظام عیدگاہ کے نام سے عطایا بھی حاصل کئے۔ لیکن خوش
قسمتی سے محکمہ اوقاف نے انتظامات کے لئے ایک بورڈ بنا دیا اور جمعیت
انتظامات کی اڑچنوں اور نامہ جیلہ وفن حاصل کئے ہوئے وطن کے تحریح کرنے
سے سبک دوش ہوگئی۔ لیکن جن سے اس نام سے لیا تھا انھیں آخر کسی نہ
کسی طرح دم دلاسہ اور اعتماد میں رکھنا تھا اس لئے ٹھیک عید کی صبح کو
اعلان کیا کہ جمعیت کی قائم کردہ انتظامی کمیٹی ماہ صیام نے عیدگاہ کے جملہ انتظامات
مکمل کر لئے ہیں۔ (معتمد جمعیۃ استقامت رہنمائے دکن ۱۴ر جون)

اس موقع پر ایک بلیغ مصرعہ یاد آگیا جو بالکل مناسب حال ہے
کسی ٹھیٹ ہندی اور اصل شاعر کا طبعزاد ہے یعنی (پڑے تو جاؤں سلے
جیت ہیں لیکن ٹانگ اوپر ہے) ان کے اس اعلان پر اگر کوئی ان صداقت
مآبوں سے پوچھے کہ اچھا اگر انتظامات تمہیں نے کئے تھے تو پورے صحن عیدگاہ

تا بہ ناف رسیدہ بوئے مشکبین شمیدہ در روئے خامرتی دیدہ .... کے
مِنفس نفیس نزول اجلال فرما تھے "اس مان زمان میں تیرا ایمان" کو بیا
تنزاع سمجھکر محض اس سے بچنے اور بات کو آگے بڑھنے سے بچانے کی خاطر ہم سب
لوگ دوسری جگہ جانے لگے۔ لیکن ہمارا یہ احتیاط کچھ کام نہ آسکی اور راقم الحروف
کو جاتے ہوئے دیکھکر مغلظات سنائی گئیں اور زور آزمائی تک بات کو
پہنچایا گیا۔ بات کو بڑھتے دیکھکر ہمارے ساتھیوں نے روک تھام کی اور
معاملہ یہاں تک پہنچ کر ختم ہو گیا۔ لیکن ہم نے یہ محسوس کیا کہ اگر ان شر پسندوں
کے اس اقدام سے درگذر کی گئی تو یہ لوگ اپنے شیخ الجبال کی شہ پہ ممکن ہے کہ
پھر ایسا ہی کوئی اقدام کریں اس لئے پولیس کو مطلع کیا گیا۔ خدائے تعالیٰ ناظر
و شاہد ہے "وکفیٰ باللہ شہیداً" کہ اس سے زیادہ کچھ نہ تھا لیکن
پولیس نے جب اسپیر نوٹس لیکر ایک اقدامی کا دفعہ میں چالان کر دیا
تو خبریں یوں گھڑ کر شائع کرائی گئی کہ ہمیں جلسہ میں بلایا گیا تھا اور اتنا سے
بحث و گفتگو میں اختلافی مسائل پہ تکرار تلخ مباحث تک پہنچ گئی وغیرہ
لیکن اس کو چھوڑیئے دیدنی اور شنیدنی یہ ہے کہ اس مقدمہ کی پیروی
کے لئے نائب صدر رسید محمد احسن صاحب ایڈوکیٹ نے زحمت فرمائی۔
اور انھوں نے مجسٹریٹ کو توجہ دلائی کہ اس چالان کے پیچھے جماعتی سازش
کام کر رہی ہے جو حیدرآباد میں کسی مسلم تنظیم کو نقصان پہنچانا چاہتی
ہے۔ ان حالات میں وہ مدافعت کرتے ہوئے مقدمہ لڑنا چاہتے ہیں اس لئے
مقدمہ نمبر پہ لیا جائے ج۔ ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے!
ماہ رمضان میں ہنگامہ پسندان جمعیت نے بیانوں تقریروں

بیٹھے دیکھنا ہے ؟ یہ تھی جناب والا انتظامی کمیٹی کے مسلسل جلسوں کی روداد۔ جس میں رمضان بھر کوئی فرق نہیں آنے پایا۔ البتہ اجب سے جمعیت کا خزانہ خالی اور جیبیں ویران ہوئیں دفتر سنسان بلکہ شبستانِ خصوصی کا برادہ تو امان نظر آتا ہے۔" آپ رکنا باد" کے شیدائی اور گلگشت مصلیٰ کے فدائی نے کتنا سچ کہا ہے ؎

واعظان کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند ٭ چوں بخلوت می روند آں کار دیگر می کنند
مشکلے دارم ز دانش مند مجلس باز پرس ٭ کار فرمایاں چرا خود کار کمتر می کنند

۹۔ ایک دو کالے جھوٹ عید الاضحیٰ کے سلسلہ میں اور ملاحظ فرمائیے

حیدر آباد ۲۱ اگست۔

حسب عمل درآمد قدیم عیدگاہ میں نمازِ عید کا انتظام جمعیت العلماء کی جانب سے عمل میں لایا گیا تھا۔ معلوم ہوا ہے کہ ہر سال عیدگاہ کے انتظامات کے لئے اوقاف سے پانچ سو روپے ایصال کئے جاتے تھے۔ لیکن آج عیدگاہ میں بعد نماز لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا کہ غیر ضروری طور پر جمعیت العلما کو یہ رقم ایصال نہیں کی گئی اس کے باوجود عیدگاہ کے انتظامات جمعیت العلماء کی جانب سے عمل میں لائے گئے تھے۔ (اخبار تازیانہ ۲۲ر اگست)

اس سے پہلے جمعیت کا ترجمان خصوصی "ہمارا اقدام" اپنی ۲۱ر اگست کی اشاعت میں جمعیت کا یہ پریس نوٹ شائع کر چکا تھا۔

عیدگاہ میں مولانا افتخاری کو سننے

حیدر آباد ۔ ۲۰ر اگست جمعیت علمائے حیدر آباد کا پریس نوٹ ملاحظہ ہو کہ

میں [illegible] ما میانہ کی تجویز آخر کہاں گئی؟ دیگر سہولتوں کے انتظامات کس گوشہ
میں دفن ہو گئے؟ اور وہ جو پانچ سو روپے ماہانہ حکومت نے دیے تھے وہ
نواب احمد نواز جنگ کی ایک مانگ پر تم نے کیوں بے چون و چرا ان کے حوالہ کر دیا
إنا لله ثم إنا لله۔

آپ نے آخر آخر رمضان میں اخباروں میں یہ بھی پڑھا ہو گا کہ جمعیت
کی مجلس انتظامات ماہ صیام و عیدگاہ مسلسل اپنے جلسے کر رہی ہے
اور بلا انقطاع انتظامی امور پر غور ہو رہا ہے! لیکن اس کا مطلب آپ نے
کیا سمجھا۔ ہم نے جہاں تک ثقہ راویوں سے سنا ہے یہ ہے کہ چونکہ مجاہدان
صف شکن روزانہ صبح ۹ بجے سے کمر ہمت کس کر مختلف سمتوں میں حصول
زر کے لئے شہر کے زرداروں پر یورش کرنے نکلتے تھے۔ اس لئے روزانہ کسی
ایک جگہ یعنی دفتر جمعیت پر جمع ہونا ضروری تھا۔ اور چونکہ اس سال
موسم سخت گرم تھا ہی! اور مجاہدوں غازیوں کو غزوۂ جہاد کی سفری مصروفیت
کے عالم میں ترک روزہ کی اجازت ہے۔ اس لئے صدر معظم کی قیادت و معیت
خاص میں پہلے دسترخوان کے میدان پر ہاتھ صاف کئے جاتے تھے۔ اور کہیں نہیں
دفتر جمعیت میں ناشتے اڑتے تھے۔ چائیں لی جاتی تھیں، پان کھائے
جاتے تھے اور ان تمام مہمات سے فارغ ہو کر منہ ہاتھ دھو دھلا پاک صاف
کر کے ارباب کفر و ضلال کی گردنیں مارنے کے بجائے اصحاب دین و ایمان کی
کاٹنے کے لئے آیات فتح و نصرت ورد زبان کئے ہوئے موٹروں کی تکلیف دہ
سواری کے مستحق بخشش اشتہا میں مبتلا ہونا گوارا فرماتے تھے۔ خدمت
قوم بھلا یوں ہی کہیں انجام پا جاتی ہے۔ اور در دولت کیا کسی خادم قوم کو بھلا

پر بھروسہ کرکے اس کی غلط حمایت کے جوش میں بے تامل لکھ ڈالتے ہیں لیکن حقیقی واقعات کیا ہیں؟ وہ ملاحظہ فرمائیے! لیکن اس سے پہلے مذکورہ بالا بیانات کا تجزیہ کر لیجئے۔ جس کی شکل یہ بنے گی۔

الف۔ گزشتہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے انتظامات جمعیت نے کئے رقم نہیں ملی تب بھی اسی نے اس کار خیر کی ذمہ داری اپنے سر لے کر اسے انجام تک پہنچایا۔

ب۔ بقول ہمارا اقدام گزشتہ پانچ چھ سال سے یہ انتظامات عامۃ المسلمین سے چندے وصول کرکے جمعیت انجام دیتی رہی ہے مگر اوقاف نے اس سال سے پہلے تک ایک کوڑی نہیں دی اور اس سال محض تو انتظامات ایک غیر عالم اور غیر معروف لوگوں پر مشتمل کمیٹی کے حوالہ کردیے

ج۔ قبل ازیں نماز عید قربان صدر و معتمد جمعیت کے مواعظ حسنہ ہوں گے لیکن واقعات در اصل یہ ہیں کہ

الف۔ جمعیت نے گزشتہ عید الفطر کے انتظامات کے لئے رعید الاضحیٰ کے عید الفطر کے موقع پر محکمہ اوقاف نے ایک سات ارکان کا بورڈ بنایا تھا۔ جو نواب احمد نواز جنگ، نواب مسعود جنگ، نواب میر اکبر علی خاں بیرسٹر دو ارکان جماعت المسلمین۔ دو ارکان جمعیت العلما ـــــــــ پر مشتمل تھا۔ دو رکن جمعیت مولوی شیخ احمد صاحب خازن اور مولوی حبیب محمد خاں صاحب رکن منتظمہ تھے۔ ان کو رکنیت کی اطلاع بوساطت جمعیت بھیجی گئی لیکن جمعیت ایک تو مکمل مجلس انتظامی سے ناراض تھی دوسرے جن ارکان کو اس کی طرف سے محض اس لئے محکمہ اوقاف نے

عیدگاہ کے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ نماز عید الاضحیٰ ٹھیک ۹½ بجے ادا کی جائے گی
قبل نماز مولانا سید نور اللہ حسینی افتخاری، مولانا ابو یوسف صدر و معتمد
جمعیت العلماء حیدر آباد اور (مولانا) حسام الدین فاضل کی تقاریر ہوں گی۔
(دکن نیوز، ہمارا اقدام ۔ ۲۱ اگست)

۲۴ اگست کی اپنی اشاعت میں اس جمعیتی ادگن نے ایک طویل ادارتی
مقالہ "عیدگاہ کے انتظامات" کے عنوان سے لکھا۔ اس میں اس نے انکشاف
کیا۔

اس سال پہلی بار حکومت کے محکمہ اوقاف نے عیدگاہ کے انتظامات کے
مسئلہ میں مداخلت کی تھی اور اسی سلسلہ میں ایک کمیٹی بھی تشکیل دی تھی جس کے
ذمہ سارے متعلقہ انتظامات سونپ دیے گئے تھے۔ سالہا سال سے عیدگاہ
کے انتظامات کا کام جمعیت علماء حیدر آباد انجام دیتی آ رہی ہے۔ اور گزشتہ
سال تک اس کے تمام اخراجات عامۃ المسلمین کے چندوں اور عطیوں سے
پورے کیے جاتے رہتے ہیں۔

یہی اخبار اپنے اسی مقالہ میں وزیر اوقاف سے سوالات
کے ضمن میں کہتا ہے

گزشتہ پانچ چھ سال سے جمعیت علماء نے انتظامات کے سارے اخراجات
خود برداشت کیے۔ عامۃ المسلمین کے چندوں اور عطیوں سے یہ کام انجام
پاتا رہا۔ محکمہ اوقاف نے ایک کوڑی بھی ان انتظامات کے کام میں نہیں
دی۔
(ہمارا اقدام ۔ ۲۴ اگست)

یہ تو عنوانات میں ان اخباروں کے جمعیتی قائدین کی جھوٹی اطلاعات

اوقاف نے اس سال سے پہلے ایک کوڑی بھی نہیں دی۔ محکمۂ اوقاف نے
پہلے سال رقم دی تھی درمیان میں کچھ سلسلہ رک گیا تھا تو اس کا مجموعی روپیہ
بقایا یہ جمعیت والے وصول کر چکے ہیں اور کے حاصل کرنے کے لئے مہینوں سے
دفتر اوقاف پر یورش جاری ہے

ج۔ قبل نماز علامہ افتخاری کا موعظہ حسنہ ہوا نہ ابو یوسف صاحب کا
اس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ انتظامات کا زرین جمعیت کے ہاتھوں میں نہیں
تھے اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حسب دستور جو قبے چندہ کے حصول کی غرض سے
عیدگاہ میں مصلیوں کے سامنے گشت کرائے جایا کرتے تھے وہ بھی اس سال گشت
نہ کرائے جا سکے۔ اور اپنی اس ناکامی اور نامرادی پر سودے ہاتھ ملتے رہ جانے کے
انہیں کوئی تدبیر نہ بن پڑی۔ البتہ اسی دن نماز جمعہ کے بعد مسجد افضل گنج میں
"امام ابو یوسف نے تقریر فرمائی۔ پولس ایکشن سے کر مائل نگر کی جانے نماز و
تک اور وہاں سے شروع کر کے انتظامات عیدگاہ تک کا جائزہ لے کر حسب عادت
حکومت کے خوب خوب لینے لئے اور اس طرح جی کی بھڑاس نکالی۔ اور کلیجہ ٹھنڈا
کیا۔ آخر میں شاید خیال آیا کہ یہ تو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا بتایا ہوا راستہ
اور ان کا طرز گفتار نہیں ہے اس لئے مسلمانوں کو ایک عدد نصیحت ہندو مسلم اتحاد
اور باہمی رواداری کی بھی کر ڈالی تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے

۱۰۔ جمعیت کے اس گولیڈری برد وگینڈہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ
جب کسی مسئلہ کے متعلق خود کچھ کہنا ہوتا ہے، لیکن کسی طرف سے بھانڈا پھوٹنے کا
خوف بھی لگا ہوتا ہے تو کوشش سے ایک عدد تازہ بتازہ بیان کسی اخبار یا
دکن نیوز ایجنسی کے دفتر میں بیٹھکر مہیا ہو جاتا ہے اور بیدر یا عثمان آباد

نامزد کیا تھا جو عموماً جمعیت کی طرف سے ہی دونوں ارکان زیادہ تر انتظامات
عیدگاہ میں حصہ لیا کرتے تھے اور اب ان سے جمعیت خوش نہ تھی اس لئے اس نے
ان ارکان کو کمیٹی کی رکنیت سے مطلع بھی نہیں کیا اور وہ بطور خود انتظامات
میں ظاہر ہے کہ حصہ نہ لے سکتے تھے اور اس طرح عید الفطر کے موقع پر جمعیت
کی کوئی نمائندگی انتظامی کمیٹی میں نہ ہو سکی تھی۔ اور باقی پانچ ارکان ہی
نے انتظامات کر لئے تھے اور چونکہ گزشتہ عید میں جمعیت نے انتظامات
میں حصہ لینے سے عملاً انکار کر دیا تھا۔ اس لئے عید الاضحیٰ کے موقع پر اوقاف
نے جمعیت کی نمائندگی ختم کر کے بقیہ پانچ ارکان کو انتظامی کمیٹی میں باقی
رکھا۔ مختصر یہ کہ انتظامات عیدگاہ میں گزشتہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے موقع پر
جمعیت کا کوئی حصہ نہ تھا حتیٰ کہ جو پانچ سو روپے جمعیت والے محکمہ اوقاف
سے عید الفطر میں لے آئے تھے وہ بھی نواب احمد نواز جنگ نے ان سے منگا کر
ضروری مصارف کے بل ادا کئے۔ البتہ یہ نہ جانے کہ غلط یا صحیح مصارف
بتا کر ان ہی سے (۵۰۰) پھر بھی جمعیت والوں نے نواب احمد نواز جنگ سے
حاصل کر لئے تھے۔ حالانکہ انھوں نے جمعیت کی اپیلوں اور ہینڈ بلوں کی طباعت
و اشاعت پر سینکڑوں روپے لے کر خرچ کئے۔ لیکن دونوں عیدوں
میں نماز عیدین فطرہ اور قربانی کے مسائل کے کتابچے شائع کرنے کی توفیق ہوئی

ایسا یہ کہنا تو قطعاً غلط ہے کہ جمعیت پانچ چھ سال سے عیدگاہ کے
انتظامات کر رہی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ تین سال پہلے تک محکمہ امور مذہبی سے یہ
سب کچھ متعلق تھا۔ اس کے برخاست ہونے پر جمعیت نے اسے اپنے ہاتھ میں
لے لیا تھا۔ اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ یہ انتظامات جمعیت محض چندہ وصول کرتی تھی

پہلے دہلوی صاحب کے بیان کا خلاصہ یہ تھا کہ "یہ کمیٹی کچھ نہیں کر رہی ہے یا تو کام کرے ورنہ یہ تماشہ ختم کر دیا جائے" اور دوسرے بیان کا حاصل یہ ہے کہ اس کمیٹی کے ارکان میں نہ تو صلاحیت ہے نہ بازآبادکاری کے کام سے لگاؤ اور نہ اس کی لگن۔ اور نہ یہ عوام کے حقیقی نمائندے ہیں۔ لہٰذا اسے تحلیل کر کے نوجوانوں (نوجوانانِ ملت) پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جائے جو قوم کے حقیقی نمائندے ہیں اور جو کام کی صلاحیت اور اس سے لگاؤ بھی رکھتے ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ ہمیں بھی اس میں نمائندگی دو ورنہ ———

نوٹ ۔ ان نوجوانوں کی لگن اور صلاحیت کا (جو اگرچہ آج کل کچھ صدر جمعیت سے بگڑے ہوئے ہیں لیکن درحقیقت ابتداء میں انہیں کے زیر سایہ اور ان کی سرپرستی ہی میں ایک ایسے یونٹ کی حیثیت سے اسٹیج پر آئے تھے کہ اگر جمعیت سے اتحادی صاحب کو کسی وقت نکال باہر کیا جائے تو کم از کم کوئی تنکے کا سہارا تو باقی رہے)۔ اندازہ صرف جمعیت کی پوری زندگی (؟) خود دہلی کمیٹی کی صلاحیت کے اس ایک بطور نمونہ واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ بہار کی بیواؤں یتیموں اور تباہ حالوں کی مدد کے لیے کمیٹی نے جو [illegible] پانچ ہزار کی ایک رقم ابتدائی طور پر منظور کی تھی لیکن ان مندرجہ بالا ملت سے اتنا نہ ہو سکا کہ وہ رقم مستحقین تک پہنچانے کا انتظام کر سکتے!! (رقم کی منظوری کے کئی ماہ بعد تک بمشکل پانچ سات سو روپے ادا [illegible] صاحب کی اسکیم ہو سکے تھے۔ اور اس کا سبب یہ نہ تھا کہ مستحق موجود نہ تھے۔ بلکہ اصل سبب یہ تھا کہ ان بیچاروں نے اپنی [illegible] دفتر جمعیت [illegible] گروہ کی [illegible])۔ لیکن دفتر جمعیت ملامت کر دی۔ لگن اور سلیقہ مندی کے باوجود یہ نہ کرنا

اور کبھی کبھی نظمیہ آباد کے کسی معزز کے نام سے شائع کر دیا جاتا ہے اور اکثر اوقات یہ خیال نہیں سوچ کر جو کچھ ہم کر رہے ہیں اس کا کیا اثر ہوگا اور آغاز و انجام فائدہ یا نقصان جیسا ہے پایا جائے گا۔ اس قسم کی ایک حرکت باز آبادکاری کمیٹی میں شاید ابھی حال ہی میں دیکھئے کہ پہلے نظمیہ آباد کے ایک پرجوش اور دردمند نوجوان یعقوب خسرو کے نام سے باز آبادکاری کمیٹی کے ختم کر دیئے جانے کے سلسلہ میں بیان شائع کر دیا صرف سرخیاں ملاحظہ ہوں۔

"باز آبادکاری کمیٹی کے نام سے جو تماشہ کیا جا رہا ہے اس سے اقلیتی فرقہ کے زخم بھرنے کے بجائے ہرے ہو رہے ہیں"

"مظلوموں کے زخموں پر نمک پاشی سے باز آجاؤ باز آبادکاری کی موجودہ تماشہ کو فوری ختم کر دو

(ہمارا اقدام - ۲۶ر فروری ۱۹۵۳ء)

اس سے پہلے معتمد عمومی مجلس نوجوانان ملت کے نام سے ایک بیان حسب ذیل سرخیوں کے ساتھ دکن نیوز کے ذریعہ ہمارا اقدام مورخہ ۲۱ر فروری میں شائع ہو چکا تھا۔ پہلے بیان سے اس کی تائید مقصود تھی۔ مقصد یہ کہ بلدہ و اضلاع سبھی اس تجویز پر متفق ہیں ملاحظہ فرمائیے

"باز آبادکاری کی موجودہ کمیٹی کو فوراً تحلیل کرو!"

"اس کمیٹی نے اقلیتی طبقہ کی فوری ضروریات کو پس پشت ڈال دیا ہے نوجوانان ملت کا مطالبہ"

ملی کونسے ہیں جن کی بنا پر یہ آپ کو یہ حق پیدا ہو جاتا ہے۔ کیا تب پیر تقی ضلع
نلگنڈہ کے وہ واقعات کو ان خدمات میں شامل نہیں ہیں جن کی بدولت آپکی
انجمن اسلامیہ کے مدرسہ کی خدمات سے بصد ادب معافی چاہ لی گئی تھی اور جن کا
ریکارڈ دفتر انجمن کے فائلوں میں اب تک محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ ——
اس کے علاوہ —— خیر یہ بھی سہی

ہاں! تو بات یہ ہو رہی تھی کہ فروری میں خدا و ندان جمعیت نے بازآباد کاری کمیٹی کی تحلیل اور اس کے تماشہ کو ختم کرنے کا ایک طوفان برپا کرایا لیکن جب
اگسٹ میں اسی کمیٹی میں ۔ دو بدل ہونے کی افواہیں اڑنے لگیں اور شاید
اس کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ کہیں بجائے کمیٹی کی تحلیل کے اس سے ہم ہی اٹھا
دے جائیں تو فوراً عامل کو نہ جانے کیا کچھ یاد کرا کر دیں میں لکھی ہوئی یہ قرارداد
شائع کرادی گئی ہے

بازآباد کاری کمیٹی کی تحلیل پر اظہار تشویش!

حیدرآباد۔ ۱۱ اگسٹ۔ جمعیت العلماء حیدرآباد کی مجلس عاملہ نے ایک
قرارداد کے ذریعہ کمیٹی سماجی بازآباد کاری کی تحلیل پر اظہار تشویش کا اظہار
کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت ہند کی ایماء پر قائم کردہ
اس کمیٹی کو برقرار رکھے اور اس کمیٹی کے مشورہ سے بازآباد کاری سے متعلق
تمام امور انجام پائیں۔ (دکن نیوز) (رہنمائے دکن ۱۲ اگسٹ)

مطلب یہ کہ بیری بجلی جیسی بھی سہی خدا کے لئے اس کمیٹی کو رہنے دو ورنہ
اگر یہ نہ رہی تو ہم کہاں جائیں گے اور ہماری ان تمام خام و ناتمام امیدوں

کر ان کی روشنی میں تحقیق حالات کرکے بر سر موقع پہنچکر یا وہاں کے کارکنوں کے ذریعہ سے انہیں وہ رقم دلوا سکتے ـــــ اور ان معمولی ضابطوں کی پابندی کر کے درخواستیں پیش کرا سکتے ـ جن کی ایسے امور میں سرکاری کاموں کے لئے ضرورت ہوا کرتی ہے۔ بیچارے ملا صاحب نے کچھ کیا لیکن اکیلا کیا بھاڑ پھوڑ سکتا ہے۔ بس سے آپ اندازہ کیجئے ان گفتار کے غازیوں کی دردمندانہ خدمات کا۔ جن کا نام لے کر حقیقی نمائندگی کا ڈھونگ کرتے کرتے ان کی زبانیں خشک ہو گئی ہیں زبان تھکتا ہے اور نہ کوئی شرم و حیا دامن گیر ہوتی ہے۔ دراصل ضرورت تھی اور ہے۔ ایک منظم پروگرام کے مطابق کام کرنے کے ارادہ سے میدان سعی و جہد میں کود پڑنے کی۔ لیکن یہاں تو نمائندگی کی کرسیاں مطلوب ہیں اور باقی میدان حشر میں ان صاحبزادہ دعلیم عسکری صاحب معتمد انجمن نوجوانان ملت کو نمائندگی کے بارہ میں بڑا تردد رہتا ہے جہاں کوئی کمیٹی بنی کوئی بورڈ تشکیل پایا اور انکو نظر انداز کیا گیا جو عموماً ہوتا ہے تو بس غضب ہی تو ہو گیا۔ اس کمیٹی اور بورڈ کے تمام ارکان نمائندگی کے حق و صلاحیت سے عاری ہو گئے۔ اور حقیقی نمائندگان ملت کا مسئلہ زیر بحث نظر آ گیا۔ چنانچہ گزشتہ عید الفطر میں جو بورڈ نواب مقصود جنگ اور مہر اکبر علی خاں وغیرہ پر مشتمل محکمہ اوقاف نے بنایا تھا اس پر بھی ان صاحبزادہ کا یہی اعتراض تھا جو دفتر جمعیت میں بیٹھکر اپنے شیخ الجبال کی تحت ہدایت و مشورت دیا گیا تھا سے مرتب ہوا تھا (رہنمائے دکن ۵ر جون ۱۹۵۳ء) میں آپ کو اس کی تفصیل مل سکتی ہے۔ لیکن ان بڑے بڑوں کے کان کاٹنے والے صاحبزادہ کی طبع نازک پر یہ گراں نہ گزرے تو کیا ہم ان سے دریافت کر سکتے ہیں کہ مقصود والا کو بھی نمائندگی کا حق کس نے عطا کیا ہے؟ اور آپ کے وہ خدمات

خودغرضی، عنصریہ فرقہ بندی، معاذ پرستی سے متنفر لیڈر جمعیت سے نکال باہر کر دیا
ڈھنڈورا پیٹ کر رسوا و بدنام کر ڈالا۔ غالب علیہ الرحمۃ نے شاید انہیں کیلئے
کہا ہے ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانہ میں

ہم نے اس سے پہلے کہیں لکھا ہے کہ فروری سنہ ۱۹۵۲ء سے ۱۱ ماہ تک
چار ماہ کی ہاؤسنگ عدالت میں بازآبادکاری وغیرہ جیسے اہم کاموں کی تکمیل کے
زمانہ میں جبکہ جمعیت کے کسی ایک شخص کو اگر واقعی اس کے دل میں ہمدردی
اور درد ملت ہوتا تو حیدرآباد سے غیر حاضر نہ ہونا چاہئے تھا۔ جمعیت
کے معتمد عمومی (مولوی رحمان صاحب) نے بمبئی میں گزاری۔ جاتے وقت یہ پروپیگنڈہ
کیا گیا کہ آسام کے کچھ آوارہ طلباء بمبئی آئے مقیم ہیں۔ ان کے حالات کی تحقیق کی غرض
سے وہ بمبئی گئے ہوئے ہیں۔ اب پھر وہ ڈھائی مہینہ سے غالباً اسی پانچ دس
لاکھ والے جزیرہ عرب کے معاملہ میں آپ دلی تشریف لے گئے ہیں۔ انکے سفر
کا اعلامیہ ملاحظہ ہو۔

معتمد عمومی جمعیت العلماء کی دہلی کو روانگی

حیدرآباد ۲۷ جولائی۔ معتمد عمومی جمعیت العلماء حیدرآباد کل دہلی
روانہ ہوئے جہاں وہ مرکزی حکومت کے وزراء اور جمعیت العلماء ہند کے
قائدین سے بازآبادکاری، اوقاف اور جامعہ عثمانیہ وغیرہ کے تعلق سے بات
چیت کریں گے اور ایک ہفتہ کے بعد واپس حیدرآباد ہوں گے۔
(دکن نیوز سروس ہمارا اقدام ۲۸ جولائی)

ادارہ ندوہ کا کیا حشر ہوگا جو اس کے دم قدم سے وابستہ ہیں اس قسم کے
[illegible] پروپیگنڈہ کا قابل لحاظ پہلو یہ ہے کہ اگر آپ یا ہم یا کوئی اعتراض کرے کہ
حضرت کل تک کیا تھا اور آج کیا ہے تو وہ بہ آسانی کہہ سکتے ہیں اور کہہ
گزرتے ہیں کہ جناب والا ہم سے اس کا کیا تعلق ہے وہ تو نوجوانان ملت کا بپا
کیا ہوا اور مسلم اسٹوڈنٹس پارٹی کی عاملہ کے ایک رکن کا۔ پھر یہ بہتان اور
کہیں کہ ہم [illegible] کہ یہ تمام کھوٹے سکے اپنی مصنوعی ٹکسال میں گھڑ گھڑ کر بازار
اعلانات میں رائج کئے جاتے ہیں۔ اگر چل گئے تو مراد۔ اگر کسی کی نظر پڑ گئی اور
رد کر دئے گئے تو ان سے ان کو کیا مطلب اور کیا تعلق۔ جس میں آگ لگا
[illegible] چمالو البتہ دو لکڑی ہو جایا کرتی ہے تا کہ کوئی ان کی طرف اشارہ بھی
کرے تو اشتہار نکالنے کو آمادہ ہو جائیں۔ حیلہ و فن اور کیا و [illegible] کے کیسے
کیسے مہلک مصنوعی آلات ان مذہبی مداریوں اور ملت کے بیوپاریوں نے اپنی
پٹاریوں اور جھولیوں میں بھر رکھے ہیں اور ان کے چیلے چانٹے اس فن میں کیسے
چالاک و دست مشاق اور چابکدست واقع ہوئے ہیں۔ اس کا آپ اور ہم
بمشکل ہی اندازہ کر سکتے ہیں۔ مقصود جنگ کی نکتہ چینی اور عدم تعاون کا
اندیشہ پیدا ہوا تو انجمن اسلامیہ اور مدرسہ نظامیہ کے عہدہ داروں کی بلا
[illegible] آمریت کا حصول ممکن نہ ہو سکے تو مودہ کارکنوں سے الجھانے
لگے۔ مولوی حبیب الرحمن صاحب نے رکنیت عاملہ منظور نہ کی تو بعض
[illegible] طلبہ میں اسٹرائک کا فتنہ کھڑا کرا دیا۔ مولانا قمر [illegible] نے
[illegible] سے تنگ آکر بغرض اصلاح حال استعفیٰ دیدیا تو ان سب کو ملت
المسلمین کے مفاد کا دشمن قرار دے کر حکومت اور کانگریس کا [illegible] بنا کر

مضمون "ذمہ دار کون" کی چوتھی قسط میں جو کچھ لکھا ہے اس کا جستہ جستہ خلاصہ
یہ ہے۔

"رہائی کے فوراً بعد قاسم رضوی صاحب کو حیدرآباد کی اقلیت کا مکمل اعتماد و بھروسہ
حاصل رہے گا"

"کیا رضوی صاحب اس طاقت کو فرقہ پرست اور استحصالی قوتوں کے خلاف استعمال
کر کے عوامی طاقتوں کے ہاتھ مضبوط نہیں کر سکتے"

یقیناً رضوی صاحب کی رہائی دور کی بات نہیں رہی'
سپریم کورٹ میں اگر ان کی اپیل کامیاب نہیں ہوئی تب بھی وہ اب دو ڈھائی
سال سے زیادہ زنداں میں نہیں رکھے جا سکتے ۔۔۔۔ رضوی صاحب کی
رہائی کے بعد ان کا کیا مقام ہوگا ۔۔۔ حیدرآباد کی اقلیت قاسم رضوی کو
ذاتی طور پر کبھی فراموش نہیں کرے گی۔ اور اگر کرے تو یقیناً بڑی بھول کی مرتکب
ہوگی ۔۔۔۔ یقیناً حیدرآباد کے اقلیتی فرقہ کے افراد رضوی صاحب کا خیر
مقدم کریں گے جب وہ رہا ہو کر باہر آجائیں ۔۔۔ ہمیں رہائی کے فوراً بعد
رضوی صاحب کا خیر مقدم کرنا چاہیئے۔ اور اس طرح ان کے خلوص اور خدمت
کی قدر کا ثبوت دینا چاہیئے یہ ہمارا فرض ہے ۔۔۔۔ رضوی صاحب کی
رہائی کے بعد یقیناً حیدرآباد کے مسلمان ان کے خلوص اور ان کی سچائی کے عوض
ان کا خیر مقدم کریں گے لیکن وہ ان کو قیادت پر لائیں گے۔ رہنمائی کی ذمہ داری
سونپیں گے۔ یہ سب کچھ خود رضوی صاحب پر منحصر ہے ۔۔۔ یقیناً رہائی

۱۲۔ جمعیت حیدرآباد کے گوئبلزی پروپگنڈہ کے گیارہ نمونے اتنک آپ نے مطالعہ فرمائے لیکن ان سب کے مضرات یا سستی شہرت پر مبنی ہیں یا تیسرے درجہ کی بازاری قسم کی عوام فریبی پر تاکہ جلب منفعت کے کچھ مواقع حاصل ہوں۔ لیکن یہ آخری اہم نمبر (۱۲) اپنی اہمیت اور ضرر انگیزی کے لحاظ سے مسلمانوں کے حق میں ایٹم بم سے کم حیثیت نہیں رکھتا اور یہی وہ مقصد اعلیٰ ہے جس کی خاطر جمعیت پر ان خالص اتحاد المسلمینی عناصر نے تسلط ضروری سمجھا اور اس نے "ہمارا اقدام" کو اس مقصد کے حصول کا ذریعہ بنایا۔ چنانچہ وہ مسلسل اپنے کالموں میں اس کے واسطے فضا ہموار کرنے کی کوشش میں مصروف ہے ہمارا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے یہ دیکھ کر اتحاد المسلمین کے نام سے مسلمان بدکتا ہے اور چوکنا ہوتا ہے۔ کسی اور جماعت کا قیام بھی ممکن نہیں ہے بجز جمعیت ایک مرکز اد ہندوستان گیر حیثیت کی حامل ہے اس لئے ان تمام حیلوں اور تدبیروں سے کام لے کر جیسا ذکر ابتدا میں ہو چکا ہے اتحاد المسلمین نما بنام جمعیت علما کا قیام کافی سمجھا۔ اور یہ چونکہ قاسم رضوی صاحب "میر کارواں" ابھی ہیں اس لئے ان کی رہائی کے حق میں جس جس ڈھنگ سے کہے گئے سبھی واقف ہیں اور اس حد تک ہمیں بھی متعلق اعتراض نہیں لیکن رہائی کے بعد مسلمانان دکن کی قیادت و سیادت کے واسطے جو پروگرام بنائے جا رہے ہیں اور مسلمانوں کو اس پر آمادہ کرنے کے لئے جو طرح طرح کی صحافتی اور غیر صحافتی داؤ پیچ استعمال کئے جا رہے ہیں اس کا ہم صرف ایک نمونہ فی الحال پیش کرتے ہیں۔

اخبار "ہمارا اقدام" اپنی ۱۶ر جنوری ۱۹۵۳ء کی اشاعت میں اپنے مسلسل

اور پروگرام کو کسی صورت کامیاب انجام تک پہنچانے کے لئے ضروری ہو، اس پر آپ
خود ہی غور فرمائیے۔ اگر یہ لوگ ایک سیاسی جماعت کے طور پر بنے ہوئے
اور کبھی کبھی ہو سکے تو گورنمنٹ اور دوسرے قومی جماعتوں سے تعاون و اشتراک
عمل کا ارادہ ظاہر کرتا تو ناخوشگوار نہ ہوں لیکن طریقہ عملاً انہی تقریروں
بیانوں اور اعلانیہ ویژن میں پیشہ حکومت اور حکومتی جماعت کا نکتہ چینی، تو
گالیاں دینا اور طعن و تشنیع سے اس کو طعون و رسوا کرنا ان کا مشغلہ اور
دلچسپ مشغلہ ہو اور کسی دوسری عوامی جماعت کا بھی تعاون یا تعاون ہر قسم کے
رفقاء کی امید نا حاصل ہو اور نہ ان کی حقیقی ذہنیت و تدبیر کی کے باعث حاصل
ہو سکتا ہو وہ کس طرح سے حکومت سے کچھ منوا سکتے ہیں اور کسی پر نئے
پر منزلت لینے والا قوم کو اپنا معاون و مددگار بنا سکتے ہیں! رہی ایسی انفرادی
سیاست کاری کی وہ نظریہ اور وہ جذبہ جس کا یہ وہ کبھی کبھی چالاک ہونا یا کرنا
ہے اس کے واسطے ملک کے اندر کیا کچھ ہو رہا ہے باقی رہا اسے دبستان کا سبق
طفل ابجد خواں بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

مطلب یہ کہ ان کی یہ کارروائیاں جا بجا تک کیلئے اور نہار کی تیز دھار پر
بہتی رہیں گی اور اس کھوکھلی جذبہ عمل سے عاری اپنے روش والے اسامی مدت
کی کاٹھ کی ہنڈیا اور ردعمل کی آتش پر دو دو کی حالت میں بار بار ... تا کجا
تک اٹھا سکے گی۔ یہ جمعیتی قائد کبھی نہیں سوچ سکتے کیونکہ اس کی صلاحیت ہی نہیں
رکھتے ورنہ ایسی راہ و روش ہی کیوں اختیار کرتے۔ اس لئے مسلمان سوچیں
مسلم لیگ کے دوسرے قائد و ارباب فکر سوچیں اور بجائے اس کے کہ قدرت
کا قانون اپنے جابر و بے رحم ہاتھوں سے ان کی سزا دہی کے لئے آگے بڑھے یہ سب

سے دور اب حیدرآباد کی اقلیت کا مسئلہ اس کا تصفیہ صرف قاسم رضوی صاحب کے
ہاتھ ہوگا۔ اگر اس اتحاد اور تصفیہ کو تاقیامت عائد اٹھانے والے وہ
استحصالی طاقتوں اور ان کی نمائندگی کرنے والی کانگریس اور کانگریسی حکومت
کے خلاف عوامی جمہوری طاقتوں کے دوش بدوش جدوجہد کرتے ہیں تو یہ
بالکل صحیح راستہ ہوگا۔"

یہ تحریر ہمارے سامنے ہے کسی وضاحت کے محتاج نہیں ہیں (۲۴)
اس سلسلہ میں صرف اتنا کہنا ہے کہ مسلمانوں کے جو بھی خواہ اور ملت کے جو ہمدرد
اب بھی اس انداز میں سوچتے ہیں وہ خدا کے لئے خود سوچیں کہ کیا واقعی وہ
ملک قوم اور ملت و اقلیت کی بالکل قاسم رضوی صاحب کی کوئی خدمت
انجام دے رہے ہیں۔ بلکہ یہ مجنونانہ تصورات اور مخبوطانہ حکمت عملی ملک و ملت
اور خود رضوی صاحب کی بھی انتہائی بدحدی ہے۔ اور ملت بربادی کی ایک
ایسے مہلکہ کی طرف رہنمائی جس کا تصور اس کی طاقت و ہمت سے خارج ہے

جذباتی سیاست

صفحات بالا سے یہ بات واضح ہو گئی کہ عہدہ داران جمعیت کی کارگزاریوں کا دارومدار ایک طرف تو جذبات
کے توجہات سے اخباری صفحات کے کالموں میں جگہ پانے والے بے بنیاد دے
سرد پا پروپیگنڈے پر ہے جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا یا پھر اس ہنگامہ آرا اور
جذباتی حکمت عملی پر جو کبھی یوم بدر، یوم فتح مکہ اور یوم القرآن کی شکل میں ہمارے
سامنے آتی ہے اور کبھی یوم عمرؓ اور یوم سید الشہداؓ کے کاغذی پیکر میں۔ اس کے
سوا اپنی زندگی اور اپنی حرکت و عمل کا ثبوت دینے کے لئے ان کے پاس نہ کوئی
پروگرام ہے اور نہ ایسے مواقع وہ باقی رکھ سکے جو کسی عوامی جماعت کے کام

کر کے رکھ دیا جائے گا۔ ہماری پگڑی اچھال دی جائے گی ہمیں رسوا کیا جائیگا لیکن یہ سوچنے وقت انھیں بھول کر اس ذلت و رسوائی کا خیال کبھی آتا ہے جو ان کی اس مسلسل مداہنت اور کتمان حق و صداقت سے رب عزیز و جلیل کے سامنے ہوگی!! اور کیا وہ اپنے ایسے ہی سکوت بے جا اور کتمان نا روا کا وہ انجام نہیں دیکھ چکے جس کے درد و کرب سے بے بس و بے کس انسانیت آج تک کراہ رہی ہے اور جس کے بھیانک سائے اب تک ان کے اطراف منڈلا رہے ہیں۔

صدر جمعیت کی دیانت، کمیشن ناشتہ سوار

جمعیت کے صدر مکرم نے اپنے اطراف جس قسم کے خادمان ملت جمع کر رکھے ہوں گے اس کا اندازہ ان کے اپنے کردار سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ حکیم شیراز کا ارشاد ہے۔

بہ پنج بیضہ جو سلطان ستم روا دارد ؛ زنند لشکریانش ہزار مرغ بہ سیخ

بادشاہ اگر پانچ انڈوں کے ظلم کو جائز رکھتا ہے تو اس کے سپاہی ہزار ہا مرغ بھون کر کھا جاتے ہیں

مگر صدر صاحب کے ایک مقرب خاص بزرگوار نے تو غضب ہی کیا۔ ڈاک خانہ کی سرکاری رسید تک میں تحریف کرنے تک سے نہ چوکے اور وہ بھی محض ایک روپیہ کی حقیر رقم کے لئے۔ واقعہ سنئے! ۱۶ر جون ۱۹۶۲ء کو نارسنگی (وسیلہ) کے فساد کے سلسلہ میں مقامی حکام کو تار دینے کے لئے (…) انہیں دئیے گئے! پہلے انہوں نے ([illegible]) کھانے کا اور ([illegible]) رکشا کے کرایہ کا الگ محسوب کیا۔ اس کے بعد جو تار ([illegible]) بھیجے گئے تھے ان کی رسید کے (2) کو (3) بنا کر ([illegible]) کا بل اس کا بنا ڈالا۔ کسی خیر اندیش جمعیت نے رسید کو مشکوک دیکھ کر

خود بڑھ کر کیوں نہیں جمعیت کو اس انجام سے بچا لیتے جس کا مداوی اور
تدارک شاید ان کے بس کی بات بھی نہیں ہے۔ حدیث صحیح میں ہے مَنْ رَأَىٰ
مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ
فَبِقَلْبِهِ وَذَٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ (الحدیث) (ترجمہ: تم میں سے جس شخص کو
کوئی بری بات نظر آئے اُسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ (قوت) سے اس کا ازالہ کرے، اگر
اس کی قدرت نہ ہو تو زبان سے اس کی برائی ظاہر کرے، ورنہ دل ہی سے
اسے برا سمجھے۔ اور یہ ایمان کی کمزور ترین صورت ہے) ہم جانتے ہیں کہ سیکڑوں
حضرات جمعیت کے اندر اور اس کے باہر ان تمام حقائق سے ہم سے زیادہ واقف
ہیں جن کا کچھ حصہ ہم نے ان صفحات میں بیان کیا ہے لیکن کیا غضب ہے اور
کیا قیامت آثار منظر کہ سب کے سب دل ہی سے برا سمجھنے پر اکتفا کئے ہوئے ہیں
کسی کی زبان تک نہیں کھلتی حالانکہ عزیمت کا کام تو یہ تھا کہ قوت و طاقت کے
ساتھ اس ہنگامہ باطل کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیے جاتے اور جمعیت آج جن
خطرات کی طرف قدم زن ہے اس سے اس کے تحفظ کے لئے محض قدرت کے کسی
معجزے کا انتظار نہ کیا جاتا۔

اس کے علاوہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَا
طِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (حق کو باطل کے ساتھ مشتبہ
نہ ہونے دو اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ) لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہاں دن
رات خدا رسول ہی کے نام پر حق و باطل کی تلبیس ہو رہی ہے اور کتمان حق
کا کوئی پہلو فروگذاشت نہیں کیا جا رہا ہے۔ کیا یہ سب کچھ محض اس خوف
اور اندیشہ کی بنیاد پر کہ اگر ہم نے کوئی قدم اٹھایا تو اخباروں میں ہمیں بدنام

ان کی کلیدی حیثیت سے استفادہ ممکن ہو۔ ان میں سے ایک بزرگ کو کرتہ کا
دیکھنے کے بعد اس کے جمع وخرچ پر سخت اور ناقابل ارتفاع اعتراضات ہیں
اب شکل یہ آپڑی ہے کہ یہ بیہودہ سب وستم کے ہتھوڑوں کے سامنے ناخنہ توڑ رہے
ہیں۔ پاؤں پڑ رہے ہیں کہ ہم جو اپیل حصول عطایا کے لئے کر رہے ہیں آپ بھی اس
پر دستخط فرما دیجئے لیکن ان کی دیانت اس کی اجازت نہیں دیتی اور جو رویہ عمل
بھی ان کے متعلق اختیار کی گئی ہے اس سے بھی وہ بے خبر نہیں ہیں اس لئے کچھ
کرتے دھرتے بن نہیں پڑ رہا ہے۔ دیکھئے انجام کیا ہوتا ہے۔ اس صورت
حال پر ہم صرف اتنا ہی عرض کر سکتے ہیں کہ چہ کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

جمعیت و ضد جمعیت قوم کی نظر حقیقت نگر میں

ہم چاہتے تھے کہ عہدہ داران جمعیت
کے قلمی چہرے آپ کی خدمت میں پیش
کرتے لیکن تحریر کی غیر معمولی طوالت کے باعث یہ کسی طرح ممکن نہیں حسن
اتفاق سے اخبار "قوم" مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۵۳ء میں علامہ افتخاری کا قلمی
چہرہ ہماری نظر سے گزرا آپ کے علم و اطلاع کی خاطر اسے ذیل میں درج کرتے ہیں
عبارت کی وابستگی سے قطع نظر فرماتے ہوئے صرف اس کی معنویت پر
توجہ فرمائیے اس کا ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ اخبار کے مالک یا اڈیٹر کی سے
نہ ہمارا کوئی تعلق ہے نہ اس مضمون کی تحریر سے ہمارا کوئی بالواسطہ یا بلاواسطہ
ہی علاقہ نہ صرف اس مضمون سے بلکہ ہر اس مضمون سے ہمارا کوئی تعلق
نہیں ہے۔ جو کسی اخبار میں چھپے ہوں اور ہمارا نام اس میں ظاہر نہ کیا گیا ہو
ہمارے اس بیان پر خدائے علیم شاہد ہے وکفیٰ باللہ شہیدا" اصل
مضمون کی نقل بعینہ یہ ہے۔

ٹیلیگراف آفس سے دریافت کیا تحریف ثابت ہوئی۔ لیکن جہاں "این خانہ ہمہ آفتاب است" کا معاملہ ہو وہاں کون کسی اپنے ہی جیسے ساتھی کی ایسی معمولی کمزوری پر کیا مواخذہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ معاملہ دبا دیا گیا اور وہ رسید مع ٹیلیگراف آفس کے جوابی مراسلے کے بجائے داخل دفتر کرنے کے جنرل سکریٹری صاحب کے "اپنے پرسنل فائل" میں محفوظ کر لی گئی تاکہ مناسب موقع پر اس سے کام لیا جا سکے۔ رہے وہ بیچارے تو ان کے تقرب و تقدس اور تیس سالہ خدمات علمی کی حمد و ثنا کے غلغلے سے تو دفتر جمعیت کے در و دیوار تک بدستور لرزہ بر اندام ہیں اور ہم ہیں۔ تعجب نہیں کہ دنیا گیا اپنا ہو جائیگی

اس واقعہ کا تتمہ یہ ہے کہ اس "خیر اندیش" کو وہ سزا ملی جو پوری جماعت کو ملنی تھی یعنی جمعیت سے بے تعلقی۔ کیونکہ جمعیت سے ہر ایسے شخص کے لئے یہ وہ معمولی سزا ہے جس سے وہ بچ ہی نہیں سکتا

حیدرآباد میں جمعیت کے لئے ایک نہایت ہی صبر آزما اور

دو عملی حکمت عملی اس کشمکش کا المیہ یہ ہے کہ ہر شہر اور بستی کی طرح حیدرآباد میں بھی چند حضرات ایسے ہیں جن کو ارباب خیر و اصحاب ثروت کی نظروں میں وہ اعتماد و وقار حاصل ہے کہ ان کی تصدیق و توثیق کے بغیر عطایا وغیرہ کا حصول محال عادی کا درجہ رکھتا ہے۔ لیکن ان حضرات سے ارباب جمعیت کو طرح طرح کے اندیشہائے دور و دراز لاحق ہیں۔ جن کے سبب سے ایک طرف تو اپنی نجی محفلوں میں ان کی شخصیت کو گالیوں کوسنوں سے نوازا جاتا ہے۔ لیکن دوسری طرف چونکہ ان کے بغیر منزل مقصود تک رسائی ممکن نہیں اس لئے انکے سامنے ہر قسم کی الحاح و زاری خوشامد و چاپلوسی میں بھی کمی نہیں کی جاتی تاکہ

ہاتھ بازی میں میدان مار لیا۔ جمعیت مجلس کی صدارت کی مسند پر جم کر بیٹھ گئے دلّی کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ شاہ منزل کا طواف کیا، بار بار آباد کا۔ یہی وہ سامان مکمل ہوا یتیم اور بیوائیں خانماں برباد ہو گیا۔ مال غنیمت کی تقسیم میں شاید بعض نے پسند نہیں کیا اندر ہی اندر دھینگا مشتی ہونے لگی۔ جھگڑا چکانے کے لئے دلی سے امیر آئے سنا ہے خوب جھاڑ بڑی سختی کی نتیجہ میں بھی ڈانٹ ڈپٹ کی کہ بے راہ روی کی صورت میں عاقبت کر دیا جائے گا۔ عادت فطرت ثانی بن جاتی ہے اور لت تو جانے کا نام بھی نہیں لیتی معلوم نہیں آئندہ کیا ہو۔ بازآمادگی کی کوشش میں اب تو خواری کے سامان پیدا ہونے لگے ہیں۔"

معتمدین جمعیت اپنے صدر کی نگاہ خدا آگاہ میں

مولانا نوری شاہ صاحب نے ایک تحریری بیان اس بورڈ کے سامنے پیش کیا تھا جو ان کے سابق میں تفصیل سے بیان کئے ہوئے قضیہ کی تحقیق کے سلسلہ میں تشکیل پایا تھا۔ اس بیان کا ایک ٹکڑا ملاحظہ ہو اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ موجودہ صدر صاحب اپنے ورکنگ معتمدین کے بارہ میں کس قسم کے بلند نظرانہ خیالات رکھتے ہیں۔ اور ان کی باہم ایک دوسرے کے متعلق کب تک ہے؟ اور وہ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ۔ (القرآن) (ترجمہ انہیں یکجا خیال دیکھتے ہو حالانکہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے متعلق سخت انتشار اور پراگندگی ہے) کا کتنا صحیح مصداق ہیں۔

"اللہ خان صاحب اور عبد السبحان صاحب کے متعلق صدر صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ یہ دفتر کو آتے بھی نہیں اور کاغذات واملاک جو ان کے پاس تھے بغل میں رہتے ہیں داخل بھی نہیں کرتے۔ ان کی ایک جیب میں دفتر جمعیت علماء کی مہر رہتی ہے

"از اخبار قوم"

(سیاسی بکرا) **ج** (مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۵۳ء)

پہلوانوں سا ڈیل ڈول ریش دار چہرہ قامت دراز نظر کوتاہ کبھی عینک بھی چڑھا لیتے ہیں سر پر ریشمی عمامہ دھرا رہتا تھا۔ پولس ایکشن کے بعد رومی ٹوپی اوڑھنے لگے۔ ظاہر ہو لوبانہ پیری مریدی شغل، سیاست میں بھی کچھ دخل، شہرت کے شیدائی اقتدار کے فدائی، پیری مریدی کا زور کم ہوا تو میدان سیاست کا رخ کیا حزب اللہ بنائی، زکوٰۃ جمع کرنے لگے۔ بیت المال تعمیر کیا زکوٰۃ فنڈ اور بیت المال کا کیا ہوا وہ نور اللہ اور ولی اللہ ہی بہتر جانتے ہیں خلق اللہ تو اس کے فیض سے محروم رہی اور بیت المال لاپتہ ہو گیا اس کے بعد اتحاد المسلمین کی ہوا چلی۔ میدان ہموار تھا خطابت کے زور پر لیڈری چمک اٹھی۔ زمانے کا مزاج اور ہوا کا رخ جانتے تھے کبھی عماد قوم سے چپکے رہے اور کبھی کمال کا دامن تھام لیا۔ "فیلڈ مارشل" کا دور آیا تو ان کی بیعت کر لی خواجگی کے استحکام کے لئے ماؤں کی کوکھ جلی، دلہنوں کی بیوگی کا سامان ہوا نوجوانوں کے سر کٹے کھوپڑیوں کے مینار پر قیادت کا پرچم بلند ہوا۔ امام مومن رہے۔ مقتدی لٹ گئے ایکشن کے بعد قیادت چھوڑ بیٹھے آفت نہ رسد گوشۂ تنہائی را پر عمل کرتے ہوئے گوشہ نشینی اختیار کر لی تاکہ طوفان گزر جائے خاکی وردی ڈھل جائے اور نیا لبادہ اوڑھنے کا وقت نکل آئے

زمانہ کے ساتھ رنگ بدلا خواجہ کیپ چھٹا اور عمامہ کی جگہ شیروانی اور رومی ٹوپی آ گئی بیکاری اور بیروزگاری صبر آزما بن گئی تو بازآبادکاری کی سوجھی۔ جمعیت میں گھس گئے خوب دھوم کیا ہنگامہ سا ہنگامہ برپا ہوا۔

اور دوسری ہی مرحلہ۔ جب کچی لی جھولا جھٹکا سا فرل گیا تو بس وہیں اس کی پیروی
کردی اور تو کچھ بھی نہ تھا۔ اس نے دیدیا وہ داؤں سمجھ لے لیا۔ صدر صاحب
صبح اپنے رفقاء کار سے بیٹھے ہوئے غیر رسمی گفتگو فرما رہے تھے جمعیت کے ہر کارکن
پر تنقید ہو رہی تھی جہاں الو بخاں صاحب کا ذکر آیا کہا "یہ تو بڑا شکاری ہے اور
سبحان تو چھوٹا شکاری تھا۔ یہ جب ہاتھ مارتا ہے ہزاروں پر اور عبد السبحان چھوٹے
موٹے معاملے دیکھ لیتا ہے"

نفاق کی علامتیں

ہم ان قسمی تبصروں پر صرف اتنا اضافہ بطور وضاحت کے کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حدیث صحیح میں منافق کی تین
علامتیں بیان کی گئی ہیں: اذا حدث کذب و اذا وعد اخلف و اذا
ائتمن خان (جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف
ورزی کرے اور جب کوئی امانت اس کے حوالے کی جائے تو اس میں خیانت کرے)
اس کتابچہ میں اب تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرات
کرام تمام کے تمام اس معیار پر کس حد تک پورے اترتے ہیں!! البتہ صدر صاحب
چونکہ آج صدر ہیں اس لئے ان کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ: آپ سے جب ملیں گے
بہت اخلاق و محبت سے ملیں گے۔ آپ کے سامنے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی بہت
سی کمزوریوں اور لغزشوں کا اعتراف بھی کریں گے۔ آپ کے ہر غلط یا صحیح مشورہ
کو سر آنکھوں سے تسلیم کریں گے کبھی رد نہیں فرمائیں گے۔ مفاد ملت کی خاطر اپنے
عہدہ سے دست بردار ہونے تک کا پیشکش فرما دیں گے۔۔۔۔ جو کسی محترم و بدگمان
شخص کو مطمئن کر دینے کی انتہا ہے۔ لیکن ان کی صحبتوں میں وعدہ وعید
اعتراف و اقرار فرمائیں گے اگر کسی دوسری مجلس میں آپ اس کا حوالہ دیں گے

عرض کیا گیا ہے آپ بخوبی جانتے ہیں آپ کا دل جانتا ہے۔ خدائے علیم و بصیر جانتا
ہے کہ وہ اخبار و واقعات کے چشم دید والے ہیں اور ہم نے معاً ان سینکڑوں شرمناک
شعفن گندے اور گھناؤنے واقعات کو متانت تحریر اور ثقاہت بیان کے
منافی سمجھ کر قلم انداز کر دیا ہے۔ جو کسی جمعیت علما جیسی مذہبی ادارے کے صدر کیلئے
یا کسی معمولی انسان کو بھی انسانی معاشرہ میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہنے
دیتے۔ لیکن آپ کی آنکھیں کھولنے اور عبرت حاصل کرنے کے لئے یہی کیا کم ہے؟
لہٰذا خدارا! ملت بیچاری کے حال پر رحم کیجئے! اور جتنی جلد ہو سکے مسند صدارت
جمعیت کو کسی موزوں شخصیت کے لئے خالی کر دیجئے۔ تاکہ ملت سیاست کا سانس
لے سکے۔ اور تباہ حال مسلمان مزید تباہی ہلاکت اور خطرات سے بچ سکے۔ عمر بھر میں
کم از کم اپنے صرف ایک قول کو "قول مرداں جان دارد" پر عمل کرتے ہوئے سچ کر
دکھائیے! یعنی قریباً ہر شخص سے آپ یہ کہتے رہتے ہیں کہ میں ہر وقت صدارت
سے مستعفی ہونے کے لئے تیار ہوں۔ بس اللہ کا نام لے کر مستعفی ہو جائیے! اس میں
کسی لیت و لعل اور اگر مگر کا سہارا نہ لیجئے! آپ کے اس مبارک انجام
اقدام پر ہم سب سے پہلے آپ کی خدمت میں ہدیہ تہنیت پیش کریں گے۔ اس میں آپ کی
دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی ہے۔ جو کچھ ہوا اس سے توبہ کیجئے! خدا سب کی توبہ قبول
کر لیتا ہے۔ ورنہ ہم سے زیادہ بہتر طریقے پر آپ جانتے ہیں کہ آج نہیں تو کل یہ مسند
آپ کو خالی کرنا ہی پڑے گی اور بہت بے آبرو ہو کر نکلیں گے تو پھر ہم سب کو شکوہ سنج ہونا ہی پڑے گا
ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا آپ کے استعفیٰ کے جائز بلکہ واجب و فرض
عین ہونے کے لئے علاوہ ان تمام تفصیلی اسباب و وجوہ جو اس مقالہ میں بیان کئے
جا چکے ہیں صرف یہی کافی نہیں ہے کہ آپ کی بد انتظامیوں اور لغزشوں کا ۔۔۔

ہیں ان کا محسوس کرنا خود ان کا فریضہ ہے۔

ارباب صحافت کی خدمت میں اخبارات ملک و قوم و ملت کی زبان اور ان کے حقیقی ترجمان ہوتے ہیں ہم نے دلی اذیت کے کامل احساس کے ساتھ بدرجہ مجبوری یہ سب کچھ عرض کیا ہے ہمیں توقع ہے کہ ارباب صحافت اپنی ذمہ داریوں کو محسوس فرمائیں گے اور ناواقفیت کے باعث اب تک جن اشخاص و افراد کی نادانستہ طور پر وہ حمایت کرتے رہے ہیں اب ملت و جماعت کی بہبود کی خاطر انکی پالیسی پر نظر ثانی کرنا مناسب تصور کریں گے، ہم نے اس مقالہ میں جو کچھ لکھا ہے دلی درد و قلق کے ساتھ لکھا ہے کاش! ہم اس پر مجبور نہ ہو جاتے اور اے کاش! اصلاح حال کی کوئی اور صورت ممکن العمل ہوتی۔ ممکن ہے کہ اثنائے بیان میں ہمارے لہجہ میں تلخی اور الفاظ میں وارفتگی کا رنگ پیدا ہو گیا ہو اسے ایک جلے دل کی پکار سمجھکر ہمیں توقع ہے کہ نظرانداز فرما دیا جائے گا اور حقیقی واقعات تک نظر کو محدود رکھا جائے گا۔

اسٹیرنگ کمیٹی کا مطمع نظر جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے ہمارا مطمع نظر اور نصب العین یہ ہے

۱۔ چونکہ ہم موجودہ جمعیت حیدرآباد کی ہیئت قائمہ کو آئینی اور دستوری حیثیت سے قابل تسلیم نہیں سمجھتے اس لئے ضرورت ہے کہ ملک و ملت کی خدمت کے لئے ایک ایڈہاک کمیٹی تشکیل دی جائے! اس کی تشکیل کے ساتھ ہی اسٹیرنگ کمیٹی تحلیل ہو جائے گی ۲۔ اس ایڈہاک کمیٹی کا دائرہ عمل جمعیت کے تمام اغراض و مقاصد کا محیط ہوگا اور یہ مسلمانوں کے حاضر الوقت تمام مسائل تنظیم جمعیت تنظیم مدارس دینیہ تنظیم مساجد یا آبادکاری اور وہ تمام مسائل ہوں گے جنکی

کے تحت قدرت بھی نہیں رہا۔ تاہم ہم نے اپنا فرض پورا کر دیا اور ہر نیک و بد پہلو حضور معلی کو سمجھا دیا۔ آگے میاں جانیں اور میاں کا کام ہے

من آنچہ شرط بلاغ است تو می گویم ❊ تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال۔

جمعیت علمائے حیدرآباد سے

ہم جمعیت علمائے حیدرآباد کی عاملہ اور منتظمہ کے سامنے یہ تمام پوست کندہ حالات پوری ذمہ داری کے احساس کے ساتھ پیش کر کے اس سے متوقع ہیں کہ وہ اپنی براہ راست مسئولیت و ذمہ داری کو محسوس کرے گی ـــــ اور اس کے بعد ایک ایسے شخص کی ہوس اقتدار کا آلۂ کار بنا رہنا پسند نہ کرے گی جس نے جسد جمعیت کے ٹکڑے اڑا ڈالے ہیں اور بے حسی کا یہ عالم ہے کہ ابھی تک یہ بھی نہیں معلوم کہ ہم آں محترم کی حکمت عملی کے بارے میں کیا وجوہ اختلاف رکھتے ہیں؟ عاملہ کا فرض یہ ہے کہ وہ اولین فرصت میں منتظمہ کا جلسہ طلب کرنے اور منتظمہ کا یہ فرض اولین ہے کہ اس شخصیت کو دائرۂ جمعیت سے خارج کرے جو ان تمام مزخرفات کی حقیقی بنیاد ہے۔

جمعیت مرکزیہ سے

ہم نے جمعیت مرکزیہ کے دفتر کے توسط سے بارہا جمعیت مرکزیہ سے یہ خواہش کی کہ وہ ایک غیر جانبدار کمیشن بھیج کر جمعیت صوبہ حیدرآباد کے حالات و شکایات کی تحقیق کرائے اور اگر شکایات صحیح ثابت ہوں اور انتخابات دھوکہ اور بے بنیاد نکلیں جیسے کہ فی الواقع وہ ہیں تو انہیں منسوخ و ناقابل اعتنا قرار دے کر ایک ایڈہاک کمیٹی تشکیل دے۔ ہمیں یہ معلوم ہے کہ دفتر جمعیت مرکزیہ نے اپنی عاملہ و منتظمہ حتیٰ کہ صدر محترم حضرت مفتی صاحب تک کو ان واقعات سے مطلع نہیں ہونے دیا۔ اسی لئے ہم اس کا اہتمام کریں گے کہ یہ تمام واقعات براہ راست ان تک پہنچ جائیں۔ اور اس کے بعد اس کے جو فرائض و واجبات ہوتے

کرنے کی کوشش کی ہے وہ وہی ہیں جنکا براہ راست تعلق مفاد ملت
اسلامیہ سے بھی ہے اور ملک کی عام فضا سے بھی۔ اگر ملک کی فضا فرقہ وارانہ
جذبات کو بھڑکانے سے خراب ہوئی تو مسلمان اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں
رہ سکتے بلکہ چونکہ وہ اقلیت ہیں سبب سے زیادہ انہیں کے متاثر ہونے کا ہے
میں ضمنی طور سے اس امر پر اظہار افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حیدرآباد
میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے سامنے جب کبھی میرا ذکر آیا تو انہوں نے
ایک چلتا ہوا فقرہ کس دیا کہ "انہیں تو میں تیس سال سے جانتا ہوں" حالانکہ
واقعتہً یہ بھی غلط ہے تاہم کیا میں مولانا سے بادب پوچھ سکتا ہوں کہ میری جمعیۃ
سے ۲۴ سال کی وابستگی کے دوران میں وہ ایک مثال بھی ایسی پیش کر سکتے
ہیں کہ میں نے مفاد جمعیۃ یا مفاد ملت کے خلاف کوئی کام یا خود مولانا کی مرضی
کے خلاف کوئی بات کی ہو سوائے اس ایک واقعہ کے کہ جمعیت علما کے بمبئی کے کل ہند
اجتماع میں جو ۱۹۴۹ء میں ہوا اور جس میں دستور جمعیۃ میں رد و بدل پر غور
کیا گیا میری رائے یہ تھی کہ جمعیۃ کے ارکان عاملہ کا نمازی ہونا حسب سابق دستور
کے مطابق ضروری قرار دیا جائے اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب دستور جمعیت
سے اس دفعہ کے حذف کرنے کے حق میں تھے۔ اس مسئلہ پر اجلاس بمبئی میں کافی
بحث مباحثہ ہوا خود جناب صدر محترم حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی
مدظلہ نے میری تائید فرمائی لیکن بعد میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے استعفیٰ
کی دھمکی دینے پر یہ مسئلہ پس منظر میں چلا گیا۔ صوبہ متوسط و برار کی جمعیۃ
کا جب تک میں ناظم عمومی تھا اور کوئی ناخوشگوار واقعہ جمعیۃ صوبہ یا مرکز سے تعلقات
کی بنا پر ایسا نہیں ہوا جس کا حوالہ دے کر مولانا حفظ الرحمٰن یہ فقرہ لوگوں
کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لئے استعمال کر سکیں کہ میں تو انہیں تیس سال سے

تکمیل و اتمام کی ضرورت ملت محسوس کر رہی ہے

۴۔ ہم کرنے اگر ہماری درخواست کو قبولیت اور پذیرائی علما کی اور ہمارے مطالبہ کے مطابق اڈھاک کمیٹی موجودہ جمعیت حیدرآباد کے بجائے مستقل دینا منظور کیا تو پھر اڈھاک کمیٹی اس میں ضم ہو جائے گی۔ اور اس کے علحدہ اور منفرد وجود کے باقی رکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی بلکہ اس خصوص میں ہم یہ بھی واضح کر دینا مناسب خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم نے اڈھاک کمیٹی بنانا منظور کر لیا اور وہ ایسے افراد و ارکان پر مشتمل ہو جن پر اعتماد کیا جا سکے۔ اور جمعیت کے روایات مزاج اور آئین کی تکمیل ان سے ممکن ہو تو ہم اس پر بھی اصرار نہیں کریں گے کہ ہماری تشکیل دادہ کمیٹی کو اس اڈھاک کمیٹی کا جزو یا ضمیمہ بنایا جائے۔ اس لئے کہ ہمارے پیش نظر نہ اپنی ذات ہے نہ کوئی دوسری مخصوص شخصیت، ہمارا مطمح نظر جمعیت کو اس کے حقیقی معنی میں متشکل دیکھنا ہے اشخاص و افراد سے بالاتر ہو کر سہ

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند!

حرفِ آخر

جمعیت علما حیدرآباد کے متعلق ان تمام تلخ حقائق کو ممکنہ اختصار کے ساتھ بیان کرنے کے لئے جس ناخوشگوار فرض کو ہمیں بدرجہ مجبوری انجام دینا پڑا انہایت بجا صاف اور غیر مبہم الفاظ میں ہم یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمیں جمعیت حیدرآباد یا مرکزی جمعیت کے کسی عہدہ دار سے کوئی ذاتی مخاصمت یا عناد نہیں ہے۔ چاہے وہ مولوی افتخاری صاحب ہوں یا مولانا حفظ الرحمن صاحب ہم نے اس پمفلٹ میں جن واقعات کو بے نقاب

شائع ہوئے ہیں۔ اگر جمعیت کے موجودہ صدر مجھے اجلاس منتظمہ میں اپنے خیالات
کے اظہار کا موقع دیتے تو غالباً ان مضامین کی اشاعت کی نوبت نہ آتی۔ ان کی
جانبداری کی حالت تو یہ تھی کہ ۳۰ جنوری ۱۹۵۳ء کے اجلاس منتظمہ میں میرے
خلاف تادیبی کارروائی کرنے کی تحریک تو پیش کرادی۔ لیکن مجھے اس خلاف
قاعدہ تحریک کے خلاف جیسا کہ خود دستور جمعیت شاہد ہے اپنی صفائی پیش کرنے کا بھی
موقع نہ دیا۔ یہاں تک کہ وہ تحریک اپنی موت آپ تھام کر رہ گئی۔
بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہمیں کسی شخص سے ذاتی دشمنی نہیں
ہے لیکن دوسری طرف سے ہمارے خلاف نہایت ہی غیر مہذب الفاظ میں گندہ
پروپاگینڈا مسلسل جاری ہے اور اس پمفلٹ کے شائع ہو جانے کے بعد جس طرح
آسمان اوپر اٹھایا جائے گا۔ اس کا بھی اندازہ دشوار نہیں۔ یہی نہیں بلکہ جمعیت
کے سابق صدر مولینا حمید الدین صاحب قمر فاروقی نے جب جمعیت کی نئی پالیسی
کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور عاملہ کی رکنیت سے کئی ساتھیوں کے ساتھ
استعفیٰ دیدیا تو ان کے گھر کو آگ لگنے کا واقعہ پیش آیا۔ اور گمان غالب بلکہ شہادت
قرائن یہ ہے کہ اس میں بھی جمعیت کے بعض آتش مزاج عہدہ داروں کا ہاتھ
تھا۔ اس کے بعد جمعیت کے دفتر سے ملحقہ چند کمروں سے مولانا قمر صاحب کا سامان
نکلوانے کے لئے جو سازشیں کی گئیں وہ بھی معلوم ہیں۔ اور ان کے سامان کو
ان کی عدم موجودگی میں جس بے رحمی اور بے دردی سے نکال کر باہر پھینکا گیا وہ
جاننے والے جانتے ہیں کہ کس انتقامی جذبہ کا نتیجہ تھا۔ جس شخص نے جمعیت
کی بنیاد حیدرآباد میں اس وقت رکھی جب کہ کوئی دوسرا شخص اس ذمہ داری
کو اٹھانے کے لئے تیار نہ تھا اور جس شخص نے چار سال تک اپنے آپ کو خطرہ میں
ڈال کر انتہائی بے سروسامانی کے ساتھ دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح ملت اسلامیہ

جانتا ہوں خالی الذہن سننے والا اس کا یہ مطلب سمجھیگا کہ میری مفاد جمعیۃ کے خلاف سرگرمیوں کا سلسلہ بہت پرانا ہے حالانکہ میں چیلنج کے ساتھ اس بات کا دعویٰ کرسکتا ہوں کہ کوئی ایک بات بھی مولانا میری اس قدر طویل پبلک زندگی میں ایسی نہیں بتا سکتے جسے مفاد ملت یا جمعیتہ کے اغراض و مقاصد کے منافی کہا جاسکے ۔!

حیدرآباد میں میرا سب سے بڑا جرم مولانا کے نزدیک یہ ہے کہ میں نے اخبار ملاپ میں بعض مضامین حیدرآبادی جمعیت کے خلاف کیوں شائع کرائے ۔ لیکن میں یہ نہیں مانتا کہ کسی ایک اخبار میں مضمون کا شائع کرنا فی حد ذاتہ کوئی گناہ ہے بشرطیکہ اصل مضمون میں سچائی اور دیانتداری سے واقعات صحیحہ کا ذکر کیا گیا ہو ۔ میں نے اب تک جو مضامین ملاپ یا کسی دوسرے اخبار میں لکھے ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں اس کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ آج تک ان کے کسی جزو کی تردید نہیں ہوسکی اور "ملاپ" ہی میں وہ مضامین کیوں چھپے گئے ۔ اس کا جواب حیدرآباد کا ہر وہ پریس دے سکتا ہے جس کی اکثریت غالباً اب بھی کسی ایسے مضمون کے چھاپنے کے لئے مشکل ہی آمادہ ہوسکتی ہے ۔ اس لئے اگر مجبور ہوکر میں نے اپنے خیالات پبلک تک پہنچانے کے لئے اخبار ملاپ کو ذریعہ بنایا تو جب تک وہ خیالات صحیح اور حقائق پہ مبنی ہیں ۔ ملاپ میں ان کی اشاعت قابل اعتراض نہیں ہوسکتی ۔ آپ یہ دیکھئے کہ کیا کہا ہے یہ نہ دیکھئے کہ کس نے کہا ہے اور وہ کون سے کاغذ یا اخبار میں لکھا ہوا ہے ۔ علاوہ ازیں میرے بعض مضامین بعد میں حیدرآباد کے اخبار "سیاست" اور "سلطنت" میں بھی شائع ہوئے ہیں اور یہ سب مضامین اصلاح حالات کی تمام کوششوں میں ناکامی اور مایوسی کے بعد

(ضمیمہ) ڈاکٹر محترم سید عبداللطیف صاحب پی ایچ ڈی کا استعفیٰ (متعلقہ صفحہ ۱۳)

بخدمت فیض درجت جناب مولانا حمید الدین صاحب قمر صدر جمعیت العلماء حیدرآباد دکن

مکرمی تسلیم

آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اپنے گوناگوں علمی مشاغل کے باوجود آپ کے شدید اصرار پر مجلس عاملہ کی رکنیت قبول کی تھی اور چنانچہ اس کے چند اجلاسوں میں شریک بھی رہا۔

ان اجلاسوں میں شرکت کے بعد میں نے یہ محسوس کیا کہ عاملہ کے ارکان میں جتھا بندی اور مرکز گریزی کا جذبہ شدت سے کارفرما ہے اور ان میں باہمی تعاون اور یک جہتی کا یکسر فقدان ہے جس کی وجہ سے مجلس کے بنیادی اغراض و مقاصد بری طرح متاثر ہو رہے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ انفرادی اثرات بھی دخل پا رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنے ان احساسات کی آپ کو بااشارۃ اطلاع دیتے ہوئے عاملہ کے مابعد اجلاس میں شرکت نہیں کی۔

میں جانتا ہوں کہ آپ خود ان حالات سے بے حد متاثر ہیں اور بحالت مجبوری محض جمعیت کے استحکام اور اس کے وقار کی خاطر ہر ذہنی کوفت گوارا کرتے ہوئے نہایت ہی خلوص و ایثار کے ساتھ کام کئے جا رہے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان حالات میں یہ گاڑی زیادہ دنوں چلنے والی نہیں تا آنکہ ان حالات کی خاطر خواہ اصلاح نہ کی جائے۔

مجھے یہ معلوم کر کے بے حد افسوس ہوا کہ جمعیت کے معتمد عمومی نے حالیہ

کی خدمت کی اس کے ساتھ غداروں نے جمعیت کا یہ سلوک واقعی ایک شرمناک ڈ
اور المناک سانحہ ہے لیکن تاہم پھر بھی یہ کہہ کر اپنے اس پمفلٹ کو ختم کرتے ہیں کہ
ذاتیات سے ہٹ کر صرف مفاد ملت کی اساس پر آج بھی کوئی شخص اگر ہم سے
ساتھ گفتگو کرکے کوئی تعمیری لائحہ عمل پیش کرے تو ہمارا دست تعاون ہر وقت آگے
بڑھا ہوا ملے گا۔ ہم صرف یہ دیکھیں گے کہ جمعیت کی بنیادی پالیسی اس کے طریقہ
کار اور اس کے مسلّمہ اصولوں کے مطابق کام ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ہو سکتا ہے تو ہمارا
تعاون حاضر ہے۔ نہیں ہو سکتا تو ہم اپنی راہ پر چلیں گے اور یہ نہ ہو سکے گا کہ تقسیم
کرنے کے بعد بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ حیدرآباد میں جمعیت کی غیر دستوری اور خلاف
مفاد جماعت حیثیت کو ختم کرکے از سر نو ایک اڈہاک کمیٹی بنائی جائے جس کی تشکیل
اور آئندہ اقدامات کے متعلق ہم ایک مفصل پروگرام پریس کے ذریعہ علٰحدہ
شائع کریں گے ان شاء اللہ۔ وما علینا الا البلاغ و آخر دعوانا
ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

مقبول احمد جامی
معتمد عمومی اسٹیئرنگ کمیٹی جمعیت،

6/9/53 حیدرآباد

ہنگاموں کے سلسلہ میں بلا استمزاج صدر عاملہ نے اپنی طرف سے بحیثیت معتمد وزیراعظم حکومت ہند کی خدمت میں ایک برقیہ روانہ کیا ہے اور اس سلسلہ میں تفصیلات کی رپورٹ بھی بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ بلا اجازت صدر عاملہ اس خصوص میں عازم دہلی ہو چکے ہیں۔ اس قسم کے حرکات صریحاً جتھا بندی اور مرکز گریزی کا نتیجہ ہیں جو مجھے قطعاً پسند نہیں۔ میری طبیعت اور میری طرز فکر مجھے مجبور کر رہا ہے کہ میں ایسی عاملہ کی رکنیت سے سبکدوش ہو جاؤں۔ چنانچہ یہ میرا استعفیٰ ہے براہ کرم اس کو قبول فرما لیا جائے نیز آج کے اجلاس میں اس کو ارکان عاملہ کے گوش گزار بھی فرما دیا جائے۔ فقط

آپ کا مخلص

10/5/1952 سید عبداللطیف

آغا پورہ، حیدرآباد دکن

مراسلت کا پتہ

دفتر اسٹیرنگ کمیٹی جمعیت علماء مکان نمبر ۱۰۵۱ / بی ۱۲۰

عقب اقبال برادرس شنکر باغ حیدرآباد دکن

مرد باید کہ گیرد اندر گوش
گر نوشت است پند بر دیوار